

امام احمد رضا خان
رحمۃ اللہ علیہ

کی

تعدیہ شاعری

تالیف

ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی



فریدی کا خیال
۱۳۸۱ھ کو پانڈلا لکھنؤ

الشم
رحمہ لعلیٰ

ایمان احمد رضا خاں

کی

تعمیر شاعری

صحبہ

(ایک تحقیقی مطالعہ)

تالیف

ڈاکٹر محمد مسراج احمد بستوی

ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

ناشر

فریدنگ پبلشرز
طال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب : امام احمد رضا خانؒ کا نعتیہ شاعری (تحقیقی مطالعہ)
تصنیف : ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی (ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی)
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
تعداد : گیارہ سو
الطبع الاول : شعبان ۱۴۲۱ھ / نومبر ۲۰۰۰ء
قیمت : 96/- روپے

ناشرین

فرید بکس ٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر faridbooks@hotmail.com

شرفِ انتساب

اپنے آقا و مولیٰ جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے نام

جنہوں نے مجھے اپنی رحمت کاملہ سے اس کام کا شعور اور اپنے درپاک کی

خاک بوسی کا شرف بخشا۔

جسے چاہا در پہ بلالیا جسے چاہا اپنا بنالیا

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

(منبرِ بدایونی)

سگ بارگاہ

سراج احمد قادری بستوی





Halim Muslim Post-Graduate College, Kanpur

حلیم مسلم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور

Syed Abul Haqmat Haqqi

Convener : Board of Studies in Urdu, Kanpur University

Jt. Secretary : All India Universities Urdu Teachers Association

Convener : Northern India's Universities Urdu Teachers

PRINCIPAL

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”سراج احمد صاحب سلاز نے اپنے تحقیقی مقالے ”مولانا احمد رضا صاحب بریلوی کی لغت شامی پر ازباریچ ۱۹۹۶ء کو پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی۔ اس طرح انھیں دارین کی سعادت ملی گئی لغت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کام کرنا۔ ہماری نمکری اور ذہنی رخصتوں کو پروردار عطا کرتا ہے۔ سراج سلاز نے یہ کام واقعی عبادت کی طرح انجام دیا ہے۔ انھوں نے لغت گوئی کی نازخ کا اجمالی جائزہ نہیں لیا بلکہ انھوں نے تحقیق کے برصطالیے کو لیا۔ ایک ایسے کجرا انھیں سکر مدینہ اور خالق کونین سے ملے گی کیوں کہ خالق کونین ہی نے حضور پر درود و سلام بھیجنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ سراج سلاز سے جب پہلی ملاقات ہوئی اور انھوں نے تحقیقی مقالے لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے حسب عادت خوش دلی سے ساتھ ان کی بات سنی اور محبت اخرائی نے چند کتابوں سے ان کا استقبال کیا۔ مگر اندیشہ یہ بھی تھا کہ بریلوی کی بیوی چھوٹی اور بیمار ہے۔ شاید اس راہ کی دشواریوں کی تاب نہ لاسکے۔ مگر سراج سلاز نے ان اندیشوں کی ایسی نفی کی کہ میرے بیان پر ہنسا کر سکتا۔“

سراج سلاز نے جو محنت کی سوئی مگر میری بیوی مسعودہ برد اللہ صغدی نے سراج سے جو ادرانہ شفقت روا رکھی شاید اس نے ہی ان کے حوصلوں کو بڑھا دیا۔ اس نے توشیح آخرت اس طرح تیار کیا کہ وہ نورد راہ لغت کی دل جوئی میں خوب مشغول رہا۔ دیکھو کہ شاید معلوم تھا کہ اس کا وقت آخر زیادہ دور نہیں۔ اس طرح وہ سراج سلاز کی درتوں میں شامل نہیں۔ کوئی جانے اے اللہ نے اسے قبر میں اس خیرے شاد کام لے دیا ہو؟

عس لغت نبی اکرم پر چند تحقیقی مقالے دیکھے ہیں۔ سراج صاحب سلا کی کوشش کو میں خود بخود نظر اس مقالے دیکھتا ہوں کہ جو شخص ان کے پاس ہے وہ دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ انہوں نے اس مقالے کی تہذیب و تدوین میں جس وقت نظر سے کام لیا ہے وہ اس زمانے میں شاذ ہی نظر آتا ہے۔ یہ مقالہ دراصل دو مقالوں کا ایک مقالہ ہے۔ تاریخ لغت گزنی کا حصہ اپنے آپ میں ایک مجرور مقالہ ہے۔ دوسرا حصہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلی کی لغتہ شامی کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس حصہ میں سراج سلا کی شرح بھی کی ملاحظوں پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

حرف اعتراف کے طور پر لایا گیا ہے اور اس مقالے کا نگران مقرر کیا گیا تھا۔ مگر ساری کاوشیں خردان کی ہیں۔ بستی (خیلی آباد) اور کابنور اور انہوں نے گھر آگن بنا دیا تھا۔ غلام خیر کو بن اور غلام رسول یعنی حضرت دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے یعنی ابوالحسن صاحبی عنف کے حصہ میں تو یہ سعادت ہے کہ وہ کاوشی آگنی کیا اس کے بعد بھی ضرورت ہے اسے ہم خدائی دین کا احوال پوچھنے کو وہ طرحا طرح سے؟ اللہ تعالیٰ سراج سلا کو ان کے اس تحقیقی کام کے پر شہرت و درام اور سعادت دارین عطا فرمائے ان کے والد محمد عبد القیوم صاحب اور مولانا قمر الحسن قمر بٹوی کو اور دوسرے محبت کرنے والوں کو بھی میرے مبارکباد پیش کرتا ہوں بقول رشید احمد صدیقی ایک اقرار صالح اور باقی رہ گیا ہے اسے میری جوی کے بعد سید ابوالکلام علی اور ان کی اہلیہ زہرا سلیمان نے بھی اس رہ نورد مشرق کی پزیرائی میں کئی ہفتے کی۔ اللہ تعالیٰ ایسے مقالے کو ہم سب کیلئے سبب نجات بنا دے آمین

خاک
سید ابوالحسن صاحبی

اپنی بات

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر تحقیقی کام کا موضوع مجھ کو ”علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ“ سے ملا تھا۔ اس کی داستان داستان بایں طور ہے۔ جب میں نے ”لودھ یونیورسٹی فیض آباد“ سے ۱۹۸۹ء میں ایم۔ اے کیا تو میرے دل میں یہ شوق و جذبہ پیدا ہوا کہ اب میں اس کے بعد تحقیقی کام کروں۔ اس وقت میری فکری پرواز ایک ایسی شخصیت کی تلاش و جستجو میں تھی کہ جو میرے تحقیقی کام کا مشیر کار اور رہنما بن سکے۔ ایک طویل کدو کاوش کے بعد میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور مجھے ایک ایسی مخلص و کرم فرما شخصیت مل گئی جس کو ارباب علم و دانش ڈاکٹر غلام محی انجم کے نام سے جانتے ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب! ”علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ“ شعبہ دینیات میں لیکچرار تھے۔ میں نے اپنے عم محترم علامہ قمر الحسن قمر بستوی کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب سے بذریعہ مراسلت رابطہ قائم کیا۔ ڈاکٹر صاحب میرے چچا کے جگری دوست ہیں اس لیے کہ ”علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ“ ہی کے اسکالر میرے چچا بھی رہ چکے ہیں۔ اس خط میں میں نے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ آگے کا ارادہ میرا پی۔ ایچ ڈی کرنے کا ہے انہوں نے میری پذیرائی کرتے ہوئے ”علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ“ سے پی ایچ ڈی کا فارم بھر وادیا۔ اور اس وقت انہوں نے میرے لیے تحقیق کا جو موضوع منتخب فرمایا تھا اس کا عنوان تھا ”علمائے روہیل کھنڈ کا رد و ادب میں حصہ“

شعور کی آنکھ کھولنے کے بعد ہی سے میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا چہ چاہنے گھر میں سنا کرتا تھا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔ میرے دادا الحاج محمد اسحاق نور اللہ مرقدہ

دینیات کی بہت اچھی معلومات رکھتے تھے ”بہار شریعت“ ”تذکرۃ الاولیاء“ ”تاریخ اسلام“ کا وہ خالی اوقات میں اکثر مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس اطراف و جوانب میں مولوی صاحب! کے لقب سے مشہور تھے۔

ڈاکٹر غلام۔حی انجم صاحب! سے میں نے عرض کیا کہ میں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ہی ذات پر کسی بھی گوشے سے تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے میری خواہش کا احترام کرتے ہوئے مجھے مشورہ دیا کہ آپ ”علمائے روہیل کھنڈ کا اردو ادب میں حصہ“ کا موضوع لے لیجئے اور اس طرح آپ کافی کچھ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے حوالے سے لکھ سکتے ہیں۔ میں نے ان کی بات بہ سرو چشم تسلیم کر لی اور فارم وغیرہ بھرنے کی کارروائی پوری ہونے کے بعد واپس گھر آ گیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد مجھے انٹرویو کے لیے بلایا گیا۔ انٹرویو کے درمیان مجھ سے کہا گیا کہ آپ ”مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری“ پر کام کریں اس لیے کہ آج کل عالمی سطح پر بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ”مولانا“ کی شخصیت پر تحقیقی کام ہو رہا ہے، خاص کر پاکستان میں۔ میں نے بہ طیب خاطر اس بات کو قبول کر لیا۔ مگر ابھی گفتگو کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ میرے سامنے کچھ ایسی باتیں رکھی گئیں جس سے میرا شیش محل چکنا چور ہو گیا۔ اور میں نے اپنے سارے منصوبوں کو ترک کر دیا۔ جس کا ذکر کافی طویل ہے جو کبھی کسی اور موقع پر پوری داستان قلم بند کروں گا۔

علی گڑھ سے مایوس و محروم لوٹنے کے بعد حرما نصیبی مجھے مکمل طور سے اپنی آغوش میں کس لینا چاہتی تھی کہ اسی درمیان میں ڈاکٹر انجم صاحب! کا دہلی سے خط آیا کہ آپ کے پی۔ ایچ۔ ڈی کا کیا ہوا؟ میں نے پوری داستان قلم بند کر کے ارسال کر دیا اور مستقبل کے خیالات تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ لگتا ہے کہ اب میں تحقیق کا کام نہیں کر سکوں گا۔ اس خط کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے مجھے جو خط لکھا اس نے میری زندگی میں روشنی کا ایک نیا

باب کھول دیا۔ جواں مردی اور ہمت کا سہارا لے کر میں نے آگے، قدم بڑھایا تو رحمت پروردگار نے بھی خوش آمدید کہا اور پھر ایک صاحب کی وساطت سے میں اپنے کرم گستر استاذ محترم جناب پروفیسر سید ابوالحسنات حقی صدر شعبہ اردو و پرنسپل حلیم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مقصد عرض کیا۔ انہوں نے کرم فرماتے ہوئے میرے مقالے کی نگرانی کی ذمہ داری قبول کر لی۔ جس وقت میں اپنا یہ مقالہ قلم بند کر رہا تھا اس وقت مجھے بہت سارے دشوار کن مراحل سے گزرنا پڑا کبھی اپنوں نے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا اور کبھی غیروں نے روکا دینیں کھڑی کیں۔ مگر میں اپنے اللہ اور اس کے رسول کا جتنا بھی شکر یہ ادا کروں کم ہے۔ اس لیے کہ اس نے مجھے ایک ایسی ذات اور ایک ایسے خاندان کی رہنمائی عطا کی تھی جس کی رنگوں میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون گردش کر رہا ہے اس نے مجھے بھی کسی مسئلے میں الجھے ہوئے یا فکر مند دیکھا تو فوراً اس کا وکلپ ڈھونڈ نکالا۔ میرے نگران محترم کتنے اچھے ہیں میں اس کو قلم بند نہیں کر سکتا غالباً ان کی طبیعت کی شرافت کی ہی بنا پر لوگ ان کو محبت سے ”اچھے بھائی“ کہتے ہیں یہ لفظ اپنے آپ میں عظیم سے عظیم تر ہے۔

میں نے اپنے اس مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جزو اول کا نام ”نعتیہ روایت کا عروج و ارتقاء“ ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ۔ اور دوسرے حصے کا نام۔ اپنی ہی جگہ پر ہے یعنی ”مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری“ ایک تحقیقی مطالعہ۔

میں نے اپنے اس مقالے میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کسی طرح کی کوئی تضحلی نہ رہ جائے جس سے کہ بعد میں نعت کے موضوع پر کام کرنے والوں کو پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اسی وجہ سے عربی، فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ نعتیہ روایت کے فروغ و ارتقاء کو عالمی زبانوں کے تناظر میں پیش کرتے ہوئے جرمنی،

فرانسیسی، انگریزی، چینی، حبشی، ترکی، ہوسا، اندلسی، بنگالی، سندھی، بلوچی کشمیری، پشتو، گوجری، پراہوی، بہاری، گجراتی، مارواڑی، میواتی، سرائیکی، ہند کی دیگر زبانوں میں نعت کے ذخیرے کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس کے باوجود میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرا یہ تحقیقی مقالہ نعت کے حوالے سے اول و آخر کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لیے کہ تحقیق و تفحص کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ روز بروز نئے نئے تجربات سامنے آ رہے ہیں پھر بھی حلقہ دانشوراں سے پذیرائی کی امید ہے۔

حصہ دوم (جو آپ کے پیش نظر ہے) میں نے حضرت رضا بریلوی کی شخصیت کو آشکار کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ مگر مقالے کی طوالت اور مقصد اصلی کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند جزوی کوششوں پر خامہ فرسائی سے چشم پوشی کی ہے۔ اس لیے کہ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اتنی وسیع ہے کہ ان سے متعلق تمامی گوشے مستقل طور سے تحقیق و تدقیق کی دعوت دیتے ہیں۔ اور میں نے ایسے تمام گوشوں کی نقاب کشائی کر دی ہے۔ جس پر تحقیقی کام کئے جاسکتے ہیں۔

اب میں اپنے ان تمام احباب اور کرم فرمالوگوں کی سپاس گزاری ناگزیر تصور کرتا ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح سے میرا تعاون کیا۔

ان میں سب سے پہلے اپنے استاذ گرامی پروفیسر سید ابوالحسنات حقی صدر شعبہ اردو و پرنسپل حلیم مسلم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ جنہوں نے میرے اس مقالے کی نگرانی فرمائی اور اپنا قیمتی وقت دے کر حرف بحرف پڑھ کر تصحیح و توضیح فرمائی نیز میری اس کاوش کو اہل علم کے مطالعے کے لائق بنایا۔

ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سندھ۔
ڈاکٹر غلام محیٰ انجم ریڈر شعبہ تقابل ادیان ہمدرد یونیورسٹی دہلی عم محترم حضرت علامہ

قمر الحسن قمر بستوی انور سوسائٹی ہیوسٹن امریکہ۔ سید ابوالبرکات نظمی، سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، علامہ اقبال احمد فاروقی مہتمم مرکزی مجلس رضالاہور ڈاکٹر مختار الدین آرزو سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ لاہور۔ ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی استاذ حکیم اجمل خاں طبیہ کالج قردول باغ دہلی، پروفیسر غلام سمائی، "پروفیسر" ڈاکٹر ذاکر حسین ایونک کالج دہلی، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری، پروفیسر سید وحید اشرف سابق صدر شعبہ عربی قاری مدراس یونیورسٹی۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برقی، پروفیسر عم کی جناب میں ارمغان تشکر پیش کرتا ہوں کہ ان حضرات نے میری ہر مشکل مرحلے پر رہنمائی فرمائی۔

آخر میں، میں اپنے جد گرامی الحاج مولوی محمد اسحاق نور اللہ مرقدہ لور والدین کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے میری بہتر تعلیم و تربیت فرمائی خاص کر جد گرامی مرحوم لور عم محترم حضرت علامہ قمر الحسن قمر بستوی کا بے پناہ شکر گزار ہوں کہ اگر ان لوگوں کی سرپرستی مجھے حاصل نہ ہوتی تو میں اتنا کام کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین یرحمک یا لرحمہم الرحیم

سراج احمد قادری بستوی

۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۱۸ھ

۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء



آئینہ کتاب

انتساب
اعانیہ
اپنی بات

پہلا باب

- | | |
|---|---|
| <p>۱۵۔ اسم گرامی
۱۶۔ عہد طفلی
۱۷۔ شادی
۱۸۔ حج و زیارت
۱۹۔ مولانا حسن رضا خاں
۲۰۔ تصانیف
۲۱۔ مولانا محمد رضا خاں صاحب
۲۲۔ حجاب بیگم
۲۳۔ احمدی بیگم
۲۴۔ محمدی بیگم
۲۵۔ مولانا حامد رضا بریلوی
۲۶۔ تصانیف
۲۷۔ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی</p> | <h3>الف</h3> <p>۱۔ شجرہ نسب
۲۔ خاندانی حالات
۳۔ سعید اللہ خاں صاحب
۴۔ سعادت یار خاں صاحب
۵۔ مولانا محمد اعظم خاں صاحب
۶۔ مولانا حافظ کاظم علی خاں
۷۔ مولانا رضا علی خاں
۸۔ رئیس الاقویاء مولانا تقی علی خاں
۹۔ حسینی خانم والدہ ماجدہ مولانا احمد رضا بریلوی
۱۰۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی
۱۱۔ ولادت کی بشارت
۱۲۔ پیش گوئیاں</p> |
|---|---|

- ۳۳۔ مولانا عبدالسلام صاحب جبپوری
 ۳۵۔ مولانا سید احمد اشرف جیلانی
 ۳۶۔ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی
 ۳۷۔ تصانیف
 ۳۸۔ پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری
 ۳۹۔ تصانیف
 ۵۰۔ نعت گوئی کی ابتدا اور اس سے
 خصوصی شغف

د

- ۵۱۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی علمی ادبی اور
 سیاسی خدمات
 ۵۲۔ علم تفسیر
 ۵۳۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن
 ۵۴۔ علم حدیث
 ۵۵۔ علم فقہ
 ۵۶۔ علم سائنس
 ۵۷۔ علم ریاضی
 ۵۸۔ علم نجوم و مہات و توقیت
 ۵۹۔ ادبی خدمات
 ۶۰۔ سیاسی خدمات

- ۲۸۔ فتویٰ نویسی
 ۲۹۔ شاعری
 ۳۰۔ وفات
 ۳۱۔ تصنیفات
 ۳۲۔ مصطفائی بیگم
 ۳۳۔ کنیز حسن
 ۳۴۔ کنیز حسین
 ۳۵۔ کنیز حسنین
 ۳۶۔ مرتضائی بیگم

ب

- ۳۷۔ اساتذہ کرام اور کتب علم کا مکمل نقشہ
 ۳۸۔ اساتذہ
 ۳۹۔ رسم بسم اللہ خوانی

ج

- ۴۰۔ مخصوص احباب نعت گوئی کی ابتداء
 اور اس سے خصوصی شغف
 ۴۱۔ مولانا وصی احمد محدث سورتی
 ۴۲۔ مولانا عبدالقادر بدایونی
 ۴۳۔ تصنیفات

بولیوں میں نعت گوئی

۷۵۔ حضرت رضا بریلوی کے قصائد و

رباعیات

۷۶۔ حضرت رضا بریلوی کے قصائد اور

ان کی تشابیب

چوتھا باب

۷۷۔ حضرت رضا بریلوی کے طرزوں

کی اتباع

۷۸۔ حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ

رجحانات

۷۹۔ حضرت رضا بریلوی کی نعتوں کا

انگریزی زبان میں ترجمہ

۸۰۔ بحیثیت نعت گو حضرت رضالا بھریری

کا مقام

پانچواں باب

کتابیات



دوسرا باب

۶۱۔ نعت گوئی کا فن

۶۲۔ احتیاط

۶۳۔ ایئت

۶۴۔ ضائر کا استعمال

۶۵۔ خیال آوری

تیسرا باب

۶۶۔ فن نعت گوئی قاضل بریلوی کے

خصوصی حوالے سے

۶۷۔ مولانا احمد رضا بریلوی کے عہد میں

نعت گوئی کا معیار اور عام روش

۶۸۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی عزلی نعتیہ شاعری

۶۹۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی قدسی نعتیہ شاعری

۷۰۔ نعت اور منقبت کے درمیان حد قاضل

۷۱۔ صنائع بدائع اور علم عروض سے

ماہرانہ واقفیت

۷۲۔ علم عروض

۷۳۔ زبان سے واقفیت

۷۴۔ علاقائی بولیوں سے واقفیت مقامی

پہلا باب

(الف)

خاندانی حالات

والدین، بہن، بھائی اور اولاد (ذکور و اناث)

کا

تفصیلی ذکر

شجرۂ نسب

سعید اللہ خاں (شجاعت جنگ پسا اور)

سعاد شیر خاں (وزیر مالیات محمد شاہ)

محمد معظم خاں محمد اعظم خاں محمد مکرم خاں

چار صا حبراویاں حافظ اکرم علی خاں

تین صا حبراویاں ام العمار صبا علی خاں حکیم تقی علی خاں جعفر علی خاں

رئیس لایقیا مولانا نقی علی خاں والدہ مولانا احمد رضا
بیسوی

تین صا حبراویاں

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی علی خاں صاحب والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب	استاذ زین حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب	محمد رضا خان صاحب	تین صاحبزادیاں
-------------------------------	--	-------------------	----------------

۱) حجاب بیگم (۲) احمدی بیگم (۳) محمدی بیگم
 زوجہ وارث علی خاں زوجہ شاعران خاں زوجہ کفایت اللہ خاں

تجہ الاسلام احمد رضا خان	مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان صاحب	پانچ صاحبزادیاں
--------------------------	-----------------------------------	-----------------

۱) مصطفائی بیگم (۲) کنیز حسن (۳) کنیز حسین (۴) کنیز حسین (۵) مرتضائی بیگم

خانہانی حالات

سعید اللہ خاں صاحب | مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا خاندان عظمت و تقدس میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ جناب سعید اللہ اشجاعت جنگ بہادر، مسلماً ملک افغانستان کے مشہور شہر قندھار کے موقر قبیلہ بڑیچ کے پٹھان تھے۔

لفظ بڑیچ کا لفظی تجزیہ مولانا رحمان علی نے تذکرہ علماء ہند میں اس طرح کیا ہے۔ تجزیہ لفظ بڑیچ :- بائے موحدہ تازی (ب) رائے نقیلہ ہندیہ (ڑ) دو لوں مفتوح یا ئے تختانیہ ساکن (ی) جمیم فارسی (ج) موقوف۔ ایک گروہ افغان کلاب سے روہیلہ بھی کہتے ہیں۔

فاضل بریلوی کے مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں صاحب شاہ محمد کے ہمراہ ہندوستان آئے اور پھر یہیں بودوباش اختیار کر لی۔ فہم و فراست میں القسوس فرانسسہ المومنین کی تصویر تھے۔ انتظامی صلاحیت اور سیاسی سوجھ بوجھ سے متاثر ہو کر مغل شہنشاہ نے شیش ہزارری کا منصب عطا کیا اور لاہور کے شیش محل کو آپ کی جاگیر قرار دیا۔

سعادت یار خاں صاحب | جناب سعادت یار خاں صاحب جناب سعید اللہ خاں صاحب کے سعادتمند فرزند تھے امانت و دیانت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس کی وجہ سے حکومت وقت نے آپ کو وزیر مالیات کا

مقام ہماضہ قاری دہلی۔ امام احمد رضا بنبر ص ۵۹

عہدہ عطا کیا تھا اور ضلع بدایوں کے کسی مواعنات آپ کو جاگیر میں دیئے تھے۔ چنانچہ حکومت کی جانب سے ایک مہم سر کرنے کے لئے آپ کو روہیلکھنڈ بھیجا گیا جہاں آپ نے اپنی بیوی کو سوجھ بوجھ اور جواں مردی کا خوب خوب مظاہرہ کیا۔ فتح و کامرانی نے آپ کے قدم چومے فتحیابی کے بعد شاہی فرمان پہنچا کہ آپ کو اس علاقے کا صوبیدار مقرر کیا جاتا ہے۔ مگر حیف مدحیف جس وقت آپ کو شاہی فرمان ملا اس وقت آپ دنیا و آخرت کے درمیان آخری منزل طے کر رہے تھے **إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ** ہ

مولانا محمد اعظم خاں مندیہ حکومت کی وزارت علیا کے عہدے پر فائز تھے آپ مستقلاً دہلی سے بریلی تشریف لائے اور محلہ معماران میں اقامت اختیار کی۔ کچھ دنوں تک آپ نے حکومت کے فرائض انجام دیئے۔ مگر طبیعت میں فقر و غنا تھا اس لئے روہیلکھنڈی امور سے بیزار ہو کر گوشہ تنہائی اختیار کر لیا تاکہ دنیا ہو جانے کے بعد عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ ہو گیا حتیٰ کہ اسی حال میں محلہ معماران میں انتقال کیا آپ کا مزار آج بھی مرجع خلایق ہے۔

مولانا حافظ کاظم علی خاں شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اس زمانے کا یہ عہدہ آج کل کے ڈی ایم کے منصب کے برابر تھا دوسو سو روپوں کی بٹالین خدمت میں رہا کرتی تھی۔ آپ کو آٹھ گاؤں معافی جاگیر میں ملے تھے۔

مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے صاحب کرامت و کرامت بزرگ تھے آپ نے مولوی خلیل الرحمن شہر ٹونک (راجستھان) سے جملہ علوم متداولہ حاصل کئے بائیس سال کی عمر میں سند فراغت سے مشرف ہوئے حکومت دہلی سے اس خاندان کا رشتہ آپ کے دم قدم سے منقطع ہوا اور یہ خاندان مستقلاً علم، فقر اور رویشی سے مشرف ہو گیا

۱۔ سوانح اعلیٰ حضرت۔ مولانا بدرالدین احمد بدرالہنت مجلس رمنادھنناد ص ۹۴

آپ کے علم و فضل کی شہرت ہندوستان میں دور دراز مقامات تک پھیلی آپ علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی خصوصاً تصوف میں اچھی دسترس رکھتے تھے سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ آرزو چل کر رہ جاتی کہ وہ سلام میں پہل کریں۔ بھی اپنے نفس کے لئے غضبناک نہیں ہوئے حد تو یہ ہے کہ ایک بے دین نے آپ پر تلوار سے حملہ کیا تو اس کو بھی معاف فرمایا۔ اسی طرح ایک کنیز کے ہاتھوں آپ کا آٹھ سالہ لڑکا محمد عبداللہ خاں مارا گیا تو آپ نے اس کو آزاد فرمایا۔ اتباع سنت میں اپنی نظیر آپ تھے ۱۲۸۲ھ سے ۱۸۶۶ء میں اسقال فرمایا ۲۲ جمادی الاول ۱۲۸۲ھ کو سپرد خاک کیا گیا۔

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے جد امجد کی ولادت، ختم درس اور وصال کی تاریخیں مندرجہ ذیل عربی اشعار میں کہی ہیں۔

قلت فكيف نهتدي

قال اضاءنا القمر

۱۲۲۳ھ

قلت ختام درسم

قال اخار الدرر

۱۲۲۷ھ

قلت فعام نقله

قال محجل اعتر

۱۲۸۲ھ

راجیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ یسعی ۸۵

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب یکم رجب ۱۲۲۶ھ محلہ ذخیرہ بریلی میں پیدا ہوئے والد ماجد سے تعلیم و ترتیب پائی۔ فراغت کے بعد تدریس و تصنیف میں مشغول ہو گئے۔ بریلی میں فتنہ امرکان نظیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب اب میں سیاحت کی۔

حضرت تاج الفحول کی معیت میں ۱۲۹۲ھ میں مارہرہ حاضر ہو کر حضرت شاہ اہل رسول قدس سرہ کے مرید ہوئے اسی مجلس میں خلافت سے نوازے گئے ۱۲۹۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت سید احمد زینی و حلال وغیرہ علماء کرام نے سند حدیث سے نوازا۔ ۱۲۹۴ھ و یقیناً بروز پنجشنبہ بوقت ظہر کیا و ن برس کی عمر میں تقاریب سے ہمکنار ہوئے۔ فرزند اکبر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بہت سے تاریخی مادے استخراج کئے انہیں میں سے ایک خاتم اجلۃ الفقہاء ہے۔

فاضل بریلوی کے والد گرامی رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب ایک کثیر التصانیف عالم گذرے ہیں جن کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں۔

- (۱) الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح۔ ۴۳۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب سورۃ الم نشرح کی تفسیر، مسائل دینیہ اور سیرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔
- (۲) وسیلۃ النجاة :- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ۔

۱- تذکرہ علماء اہلسنت۔ محمود احمد قادری۔ خانقاہ قادریہ اسلام آباد منظر پورہ ص ۵۱/۵۲

(۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب

(۴) جواہر البیان فی اسرار الارکان۔ ارکان اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے فضائل اور اسرار پر بے مثل کتاب۔ کسی سال پہلے مکتبہ عامریہ لاہور نے شائع کی تھی۔ امام احمد رضا نے اس کے ڈھائی صفحات کی شرح ایک مطبوعہ کتاب "زواہر الجنان من جواہر البیان" لکھی تھی جس کا تاریخی نام "سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری" ہے۔

(۵) اصول الرشاد لفتح مبانی الفساد۔

(۶) بدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ

(۷) اذاتۃ الایمان لما نعی عمل المولد والقیام

(۸) فضل العلم والعمار

(۹) ازالۃ الاوهام

(۱۰) تزکیۃ الایقان

(۱۱) الکواکب الزہرا فی فضائل العلم و آداب العلماء: علم کے فضائل اور آداب علم کے موضوع پر اس رسالہ کی احادیث کی تخریج امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی جس کا نام "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" ہے۔

(۱۲) الروایۃ الرویۃ فی اخلاق النبویۃ: نبی اکرم صلی اللہ کے اخلاق کریمہ کا بیان

(۱۳) النقاۃ النقیویۃ فی الخصائص النبویۃ: خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱۴) لمعۃ النبراس فی آداب الاکل واللباس: کھانے پینے اور لباس کے آداب

(۱۵) التکون فی تحقیق مسائل التزین: زیب و زینت کے مسائل

(۱۶) احسن الوعار فی آداب الدعاء

(۱۷) خیر المناظر فی المحاسبۃ والمراقبۃ: محاسبہ نفس اور مراقبہ کے مسائل

(۱۸) ہدایۃ المشتاق الی سیر الانفس والافان: سیر نفس اور سیر کائنات کی تفصیلات مسائل

(۱۹) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب، طلب ثواب اور اس کے آداب

(۲۰) اجمل الفکر فی مباحث الذکر، ذکر کے مسائل

(۲۱) عین المشاہدہ بحسن المجاہدہ: مجاہدہ نفس کے مسائل

(۲۲) تشوق الآواہ الی طریق محبۃ اللہ: محبت الہی کے طریقے اور اس کے تقاضے۔

(۲۳) نہایۃ السعادتہ فی تحقیق الہمتہ والارادہ: ہمت اور ارادہ کے معنی کی تحقیق

(۲۴) اتوی الذریعۃ الی تحقیق الطریقۃ والشریعۃ: شریعت و طریقت کا باہمی ربط و تعلق

(۲۵) ترویج الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح

حسینی خاں والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی والدہ ماجدہ حسینی خاں بنت لؤاب اسفند یار بیگ ایک پاک سیرت و پاک طبیعت خاتون تھیں۔ شروع ہی سے احکام شرعیہ کی متبع و پابند رہیں کبھی کوئی کام خلاف شرع نہیں کیا۔ ان کے فہم و ذکا اور دانش و حرد کے بارے میں مولانا حسین رضا خاں ابن استاذ من مولانا حسن رضا خاں سن بریلوی رقمطراز ہیں۔

”وہ مغلیہ خاندان کی بڑی غیور، انتہائی ہوشمند اور مصائب الرائے خاتون تھیں۔ انہوں نے بڑی عمر پائی۔ اعلیٰ حضرت کے عہد طفلی کے اکثر حالات مجھے انہیں سے معلوم ہوئے۔ مولانا نقی علی خاں اپنے خاندان اور اجباب میں سلطان عقل مشہور تھے اعلیٰ حضرت کی والدہ وزیر عقل

۱۔ سرور القلوب فی ذکر المحبوب۔ مفتی نقی علی خاں رضا کیدی بیسی (ذکر مصنف)

اور آنے پر چل کر فاضل مصنف اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

” اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا خاں صاحب بڑے صاحبزادے) کو گھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے وہ پھیلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے پھیلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا اس پر ان کو سزا دی۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں۔ انہیں کسی طرح اس کی خبر ہو گئی۔ وہ حضرت حجۃ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دوہڑ مارا اور فرمایا تم میرے حامد کو مارتے ہو۔ اعلیٰ حضرت فورا جھک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ اماں اور ماریے۔ جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے ایک دوہڑ مارا۔ اعلیٰ حضرت سر جھکائے کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں۔

اس وقت تو جو غصہ میں ہونا تھا ہو گیا مگر اس واقعہ کا ذکر جب کریں تو آب دیدہ ہو کر فرماتیں دوہڑ مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ لوٹ گئے کہ ایسے مطیع و فرمانبردار بیٹے کو جس نے خود کو پٹنے کے لئے پست کر دیا دوہڑ مارا، افسوس !!

مولانا احمد رضا خاں فاضل ریلوی اپنے والدین کے بڑے ہی مطیع و فرمانبردار تھے۔ ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیتے تھے۔ اور ان کے والدین بھی ان کا ہر کام خیال کرتے تھے۔ مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں۔

” والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا تقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا۔ اپنے حصہ ہانداؤ کے خود مالک تھے مگر سب اختیار والدہ ماجدہ

سیرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسین رضا خاں صاحب، مکتبہ مشرق بریلی ص ۵۲

۹۲/۹۱

کے سپرد تھا وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لئے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے دیتے۔

اور آگے چل کر فاضل مصنف اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر اور حضرت حجت الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب جلیف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۳۳ھ میں حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئیں تو حضور (مولانا احمد رضا خاں صاحب) بھانسی تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے جو سیدھا بمبئی جائے گا اور کہیں بدلتا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا تصدق و زیارت کے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا زیارت سے مشرت ہو چکے تھے۔ صرف ان کی شایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی ایک بغنیہ غزل یاد آگئی جس کا مطلع ہے

گذرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

جس کا ایک شعر یہ ہے

وائے محرومی قسمت کہ میں پھر اب کے برس
رہ گیا ہمرہ زوار مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں یوں نظم فرمایا ہے

حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین قادری بک ڈپو بریلی ص ۴۲

پھر اٹھا ولولہ یا دمنہ لیلان عرب

پھر کھینچا دامن دل سوئے بیابان عرب

اسی وقت حج و زیارت بلکہ خاص زیارت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد مصمم فرمایا لیکن والدہ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا اس لئے ان کی گاری چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ جب ملٹی مپلین ہوئے۔ ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آئے تھے۔ اجازت مل جانے کے بعد سامان سفر مکمل فرمایا اور روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا۔ سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ مبارک سفر بخیر و خوبی انجام پایا۔ اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا یہ شعر ہے۔

کعبہ کا تا آنکہ نہ یا طیب ہی کہہا

پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بہن بھائیوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا حسین رضا خاں صاحب رقمطراز ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں بھائی تھے اور ابتداً ان کی تین بہنیں تھیں سب سے چھوٹی بہن (محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں) کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے اور ان دو بہنوں سے چھوٹے تھے۔ مگر رب العزت نے ان کو عزت و وقار میں سب سے بڑا کر دیا تھا وہ اپنے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ کرتے ان کی عزت ہر چھوٹا بڑا یکساں کرتا تھا۔

۱۔ حیات اعلیٰ حضرت - مولانا ظفر الدین - قادری بک ڈپو بریلی ص ۴۳/۴۴

۲۔ سیرت اعلیٰ حضرت مولانا حسین رضا خاں صاحب - مکتبہ مشرق بریلی ص ۴۵

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی

مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کی ولادت باسعادت . ۱۲ شوال المکرم ۱۲۷۱ھ
۱۴ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۷۳ھ سبت بروز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف کے
محلہ جبولی میں ہوئی۔

فاضل بریلوی نے اپنا سن ولادت قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے نکالا
ہے اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ
حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کی پیدائش کے وقت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے
تذویک بہت ہی مبارک ساعت ہے . ولنعلم من قال
دنیا ہزار حشر جہاں ہیں عفو ر میں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے

ولادت کی بشارت | جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت
اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے آپ کے والد ماجد
صاحب نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سنی لاحق ہوئی رات
بھر اس خواب کی فکر میں رہے اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشوین باقی تھی . صبح حضرت سرایا
فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خاں صاحب اور اپنے والد ماجد علیہما الرحمہ سے خواب بیان
فرمایا تو حضرت ممدوح نے فرمایا بہت مبارک خواب ہے . بشارت ہو کہ رور و گار عالم
تمہارے نطفہ سے ایک فرزند عطا فرمائے گا جو علم کے دریا بہائے گا جس کا شہرہ مشرق

ملا نقیہ اسلام مولانا احمد رضا خان . اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ۲۵

اسٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیا۔ عطا نفس نہیں لگتا۔ ان میں سے ایک بولی واہ صاحبزادے آنکھوں کو
چھپایا اور ستر کو کھول دیا۔ جتہ ایسا نفس جو۔ عہد طفلی میں دیا کہ بڑے بڑے ماہرین نفسیات
کے لئے سروہنے کا موقع ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب
دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔

یہ جواب سن کر وہ سکتے میں رہ گئیں کہ یہ کوئی ساڑھے تین سال کا بچہ ہے یا ساڑھے سال کا
ماہر نفسیات بول رہا ہے؟

غرضیکہ فاضل بریلوی کا عہد طفلی شیخ سعدی کے اس شعر کا آئینہ دار تھا ہے

بالائے سرش ز ہوش مندی

کی تافت ستارہ بلندی

ورنہ پھر تین چار سال کی عمر میں اس طرح احکام شرعیہ کی پاسداری کرنا اور نفسیات
کے اتنے بڑے اور اہم مسئلہ کا دو لوگ جو اب دے دینا عقل و درایت سے بہت بعید
معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس طرح کے واقعات کا ظہور و صدور اسی وقت اس بات کی نشاندہی
کر رہا تھا کہ یہ شخصیت اہل علم پر ابھر کر مشرق و مغرب پر چھایا جائے گی۔ اور آپ کے جد امجد نے جس
کی شہادت دی ہے (یعنی جو علم کے دریا بہائے گا۔
جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا) اس کی تصدیق و تائید کرے گی۔

شادی فاضل بریلوی کا عقد مسنون شیخ فضل حسین صاحب کی صاحبزادی ارشاد بیگم سے ۱۲۹۱ھ میں سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرِ اقدس میں ہوا۔ شیخ فضل حسین صاحب ریاست رام پور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔

مجدد اسلام کے مولف لکھتے ہیں کہ :

”یہ شادی مسلمانوں کے لئے شرع پر عمل کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ اپنا گھر تو اپنا گھر آپ نے لڑکی والوں کے یہاں بھی خبر سمجھو ادی کہ کوئی بات شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو چنانچہ ان حضرات نے بھی غلطارحم و رواج سے اتنا اجتناب کیا کہ لوگ ان کی دین داری اور پاس شرع کے قائل ہو گئے اور بڑی تعریف کی۔“

بیعت و ارادت فاضل بریلوی نے بیعت و ارادت کا شرف حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی سے جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ میں اپنے والد ماجد مفتی نقی علی خاں اور تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کی بیعت میں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایڑہ پہنچ کر حاصل کیا۔

آپ کی بیعت و ارادت کے بارے میں مشہور ہے کہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ کو آپ دوپہر کے وقت روتے روتے سو گئے۔ خواب میں حضرت جد امجد علیہ الرحمہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے حضور کو ایک صند و چچی عطا فرمائی اور کہا کہ وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے درود کی رو کرے گا۔

اسی کے دوسرے دن حضرت علامہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں سے تشریف لائے اور آپ کو اپنے ہمراہ مارہ شریف لے گئے اور حضور سید شاہ آل رسول

ملکیات اعلیٰ حضرت - علامہ طغی الدین بہاری - قادری بک ڈپو بریلی ص ۱۳۵

مجدد اسلام - نسیم بقتوی - نوری بک ڈپو کانپور ص ۳۴۲۳

احمدی نور اللہ مرقدہ کی خدمت گرامی میں پیش کیا۔ جنہوں نے ان حضرات کو دیکھتے ہی فرمایا
 "آئیے! ہم تو کئی روز سے انتظار کر رہے ہیں!"

پھر آپ کو مرید کیا اور اسی وقت تمام سلسلوں کی اجازت بھی عطا کر دی۔ یعنی دولت
 خلافت بھی بخش دی اور جو عطیات و ترکات سلف سے چلے آ رہے تھے وہ بھی عنایت
 فرمائے اور ایک صندوق جو وظیفہ کی صندوقچی کہی جاتی تھی اور ساتھ ہی ان وظائف کی اجازت
 بھی مرحمت فرمائی۔ اس سے دیگر حاضرین و مریدین کو رشک ہوا۔ عرض کی حضور! اس بچے پر یہ کرم
 کیوں ہوا؟

ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم احمد رضا کو کیا جانتے۔

یہ فرما کر رونے لگے اور ارشاد فرمایا، قیامت کے دن رب تبارک و تعالیٰ اگر ارشاد فرمائیگا
 کہ آل رسول! تو دنیا سے کیا لایا۔ تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔
 اور فرمایا کہ یہ چشم و چراغ خاندان ہیں اور روں کو تیار ہونا پڑتا ہے یہ بالکل تیار کئے تھے
 انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی! ۱

حج و زیارت

فاضل بریلوی دو بار حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے
 پہلی بار ۱۲۹۵ھ سے ۱۸۷۸ء میں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ سے ۱۹۰۵ء

میں (۱) النبیۃ الوضیہ (۲) الحج المسننہ (۳) فتاویٰ الحرمین (۴)
 حسان الحرمین (۵) ال دولة الملکیہ (۶) کفیل الفقہ الفناہم وغیرہ
 کتب انہیں دونوں سفروں کا شاہکار عربی تصانیف میں ان میں سے بعض کتابوں پر علامہ اہل
 نے اپنی تصدیقات و تقریقات تحریر کیں۔

نسین اختر مصباحی اپنے ایک مقالہ میں رقمطراز ہیں:
 "سرزمین حجاز میں آپ کی بے پناہ مقبولیت کے بارے میں شیخ کریم اللہ مہاجر مدنی (تلمیذ

۱۔ مجدد اسلام۔ نسیم بسقوی۔ لاہری باب۔ ڈپو کانپور ص ۳۷/۳۸

شیخ الدلائل محمد عبدالحق مہاجر مکی (۱۳۳۳ھ) اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
 ”مدیریت طیبہ میں کئی سال سے میرا قیام ہے۔ ہندوستان سے ہزاروں اصحاب علم آتے
 ہیں۔ ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء سبھی ہوتے ہیں۔ شہر کے گلی کوچوں میں ان کی آمدورفت رہتی ہے
 مگر ان کی طرف یہاں کے لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن بڑے بڑے علماء آپ کے پاس جوق درجوق
 آتے اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے
 عربی سے ترجمہ الاجازت المتینہ مرتبہ مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی،
 مشہور مورخ مولانا رحمن علی ممبر کونسل ریاست یوواں اسی سلسلہ میں رقمطراز

میں۔
 روز نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواندہ بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جلی
 اللیل بلا قنارف سابق دست صاحب (مولانا احمد رضا بریلوی) گرفتہ فرمودہ اتنی الاحباب
 حور اللہ، من ہذا الجبین پس تصحیح سہ و اجازت سلسلہ قادری دستخط خاص فرمودہ
 کہ نام تو ضیاء الدین احمد است در سند مذکور تا امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ و سائط اند (ص ۱۶)
 تذکرہ علماء ہند مطبوعہ لاکھنؤ ۱۹۶۲ء

اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ جناب ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:
 ”علمائے حجاز سے بعض فقہی مسائل میں آپ (فاضل بریلوی) کا مذاکرہ ہوا چند رسائل لکھے اور
 علماء حرمین کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ بعض سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ فقہی متون اور اختلافی
 مسائل پر آپ کے دفور علم، وسعت معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت و ذہانت دیکھ کر سب
 لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ عربی سے ترجمہ ص ۳۹۳۸ زیرہتہ الخواطر جلد ہشتم دائرۃ المعارف
 حیدرآباد ۱۹۶۰ء

مولانا حسن رضا خاں صاحب

حضرت مجدد ملت مولانا احمد رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی۔ نام نکی حسن رضا ۳۲ ربیع الاول
۱۲۶۶ھ سال پیدائش اقدوۃ العلماء مولانا رضا علی کو ان کی ولادت کی خبر دی گئی انہوں نے فرمایا
”یہ بیٹا میرا مست ہوگا“

تعلیم والد اور برادر اکبر سے پائی۔ شعر گوئی میں خاص ملکہ تھا۔ فصیح الملک و آغ و بلوی سے عشقیہ
شاعری میں مشورہ سخن کرتے تھے۔ نعت گوئی سے خصوصی شغف تھا تو اعد شری کا پورا التزام کرتے تھے
نعتیہ کلام کا مجموعہ ”ذوق نعت“ کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے نام تاریخی ہے۔ ۲۲ صفحہ
۱۳۲۶ھ سال وفات ہے۔

ایک مقام پر حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی استاذ من حضرت حسن بریلوی
کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
”میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مراد آبادی کا کلام سنتا ہوں۔
اس لئے کہ ان کا کلام میزان شریعت میں تلا ہوا ہوتا ہے، اگرچہ حضرت کافی کے یہاں لفظ رعنا
کا استعمال بھی موجود ہے۔ اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے،
اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسن بریلوی اپنے زمانے میں ایک بلند پایہ اور صاحب
کمال شاعر تھے۔ اولاً ان کی شاعری کا محور و مرکز صنف نازک غزل رہی مگر جب اس کی بے شہلی
کا احساس ہوا تو اپنے برادر اکبر حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کے نفس قدم کی اتباع کرتے ہوئے نعت

مذکرۃ علماء اہلسنت - مولانا محمود احمد قادری ص ۷۹/۸۰

۲۔ معارفِ رضا ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۵

گوئی گو اپنی فکر کا محور و مرکز بنایا اور حضرت رخصتا بریلوی سے استفادہ کیا چنانچہ ایک نعتیہ مقطع میں فرماتے ہیں

بھلا ہے حسن کا جناب رخصتا سے

بھلا ہو الہی جناب رخصتا کا

حسن بریلوی کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی لکھتے ہیں :

حسن کی نعتیں پڑھنے کے بعد معایہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا نعت میں غزل کی مخصوص زبان یا پیرایہ اظہار اختیار کیا جاسکتا ہے۔ میں نے کتنے صاحب الرائے افراد کو کہتے سنا ہے کہ غزل کی زبان میں نعت لکھنا گستاخی و بے ادبی سے عبارت ہے مگر میں ایسا نہیں سمجھتا نعت جزو شاعری بننے کے بعد سوا یہ ادب ہے۔ لہذا ادب کو ادبی تنقید کی روشنی میں دیکھنا ہوگا۔ نعت اصنافِ نظم میں سے ہے جس کا تعلق توصیفِ رسول سے ہے غزل اقسامِ شعر میں سے ہے جیسے مثنوی، قصیدہ، مستزاد، مسقط وغیرہ بالفاظ دیگر نعت مضمون ہے اور غزل فارم، ہر فارم دوسرے فارم سے مختلف ہے۔

غزل کی اشاریت مضمون، لب و لہجہ، قصیدہ و مثنوی سے مختلف ہے نعت کیلئے کوئی مخصوص فارم نہیں۔ توصیفِ رسول شکر کی کسی بھی قسم میں کی جاسکتی ہے۔ ہم ایسے کلام کو نعتیہ غزل، نعتیہ مثنوی، اور نعتیہ قصیدہ کہتے ہیں۔ نعتیہ مثنوی و قصیدہ میں مثنوی و قصیدہ کا ماحول ملے گا تبدیلی صرف مضمون کی ہوگی یعنی اس کا تعلق بشر سے نہیں افضل البشر سے ہوگا۔ نعت کی موجودگی میں غزل غزل رہے گی۔ مثنوی اور قصیدہ میرے خیال میں تو خود اپنی جگہ یہ اعلیٰ فنکاری ہے کہ غزل کی بنیادی خصوصیات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نعت لکھی جائے لہذا اس طرح کی باتیں کہ یہ لفظ غزل کا ہے نعت میں کیوں استعمال ہوا متشددانہ تنقید بلکہ نا سمجھی کی باتیں ہیں یہ سب

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی ص ۱۵۱/۱۵۲

اور رئیس المتفرغین مولانا حسرت موہانی نے حضرت حسن بریلوی کی شاعری پر یوں اظہار خیال کیا ہے:

شاگردان مرزا و آغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پارہ شاعری بہت بلند مقام پر بجائے خود استاذ مستند تھے۔ انہوں نے اپنے انداز سخن کو استاذ کے رنگ کلام سے مشابہ بنانے میں اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اکثر قطعوں میں و آغ و حسن کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہے۔
راجوالہ از اردو سے معنی علی گڑھ جون ۱۹۱۳ء ص ۱۰۰

استاذ زمن حضرت حسن بریلوی کی تاریخ و مہال میں قدرے اختلاف ہے تذکرہ علماء اہلسنت کے مرتب نے تاریخ و مہال ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کی تاریخ تحریر کی ہے۔ مگر فاضل بریلوی کے مرید و خلیفہ مفتی برہان الحق حضرت حسن بریلوی کی تاریخ و مہال کے بارے میں اپنی کتاب "اکرام امام احمد رضا" میں رقمطراز ہیں:

"قاری بشیر الدین صاحب برابر علیل رہے ۲ شوال ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء کو صبح نماز فجر کے وقت ان کا انتقال ہو گیا دوسرے دن یعنی ۳ شوال ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء کو بریلی میں اعلیٰ حضرت کے بھائی مولانا حسن رضا خاں کا وصال ہوا دوسرے چپکے انتقال کا تاریخاً دوسرے مولانا حسن رضا خاں کے انتقال کا تاریخاً آیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ط ۲
اس سے ثابت ہوا کہ حضرت حسن بریلوی کا انتقال رمضان المبارک میں نہیں بلکہ ۳ شوال کو ہوا۔

تصانیف (۱) ذوق نعت (۲) نثر فصاحت (۳) دین حسن (۴) اسباب شہادت (۵) مصمص حسن برادر فتن (۶) ساغر کیف (۷) نگارستان لطافت

ملایرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسین رضا خاں، قادری بکڈ پور بریلی ص ۱۵
۲ اکرام امام احمد رضا، مفتی محمد برہان الحق، مجلس المدینۃ منظر پورص ۳۶ ذوق نعت، مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر
منجملہ اہل آباد لاہور: ناخن رضا خاں بریلوی کے لغتہ دیوان ذوق نعت پر بھی تاریخ و مہال ۳ شوال ۱۳۲۶ھ ہی تحریر ہے۔ نیز کلاماً قبائلیہ لکھچکا ہے (مراج احمد بیٹوی)

مولانا محمد رضا خاں صاحب

مولانا محمد رضا خاں صاحب رئیس الاقویاء حضرت مفتی تقی علی خاں صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور امام احمد رضا کے برادر اصغر تھے۔ امام احمد رضا سے شرت تلمذ حاصل کی علم الفرائض میں بہارت رکھتے تھے اور وراثت کے متعلق سوالات کے جوابات تحریر فرماتے تھے آپ کی صاحبزادی حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سے منسوب تھیں۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے وہاں کے بعد امام احمد رضا کی جاگیر کا سارا انتظام آپ کے سپرد ہو گیا تھا۔ خاندان کی ساری جاگیر کا انتظام والی فرم آپ ہی کرتے تھے۔ امام احمد رضا کو آپ سے بڑی محبت تھی ایک مرتبہ آپ نے اپنی بیوی کے لئے سونے کے کڑے بنوا دیئے۔ کسی چٹاخور نے امام احمد رضا سے شکایتا ذکر کیا آپ نے فرمایا :

”اگر ننھے میاں (مولانا محمد رضا خاں) نے یہ کڑے اپنے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا مال عطا فرمایا اور اگر میرے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ ننھے میاں نے میرے مال کو اپنا مال سمجھا۔
یہ سن کر ننھل خور خاموش ہو گیا۔

مولانا محمد رضا خاں کا عرف مخفی میاں تھا اور امام احمد رضا کا عرف امین میاں تھا مولانا محمد رضا خاں سفر حج میں بھی امام احمد رضا کے ساتھ رہے۔ مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کے انتقال کے بعد تقریباً ۱۹۳۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔

ماہ مکتوب پر وغیرہ ڈاکٹر محمد سعید احمد بنام مقالہ نگار مورخہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

حجابِ بیگم

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی سب سے بڑی بہن تھیں جو سر اپا اکم باسٹی تھیں۔
حجابِ بیگم کا عقد مسنون و ارثِ علی خاں سے ہوا تھا۔ حجابِ بیگم بڑی ہی نیک اور عقیقہ خاتون تھیں
بچپن ہی سے صلوة و صوم کی پابند تھیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا بچپن انہوں نے شعور و فکر کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔
بلکہ فاضل بریلوی کی ولادت کے وقت فاضل بریلوی کے بارے میں بزرگوں نے جو نشانہ دیاں
کی تھیں ان کی روایت انہوں نے اپنی اولادوں سے کی جیسا کہ ماقبل میں آپ کے صاحبزادے
علی محمد خاں صاحب کی بیان کردہ ایک روایت گزر چکی ہے۔ ایک طویل عمر کے بعد دنیا سے فانی
سے دنیا سے باقی کی طرف کوچ کیا۔

احمدی بیگم

فاضل بریلوی کی دوسری بہن کا نام احمدی بیگم تھا۔ ان کا نکاح شاہ ایران خاں کے
سہرا ہوا تھا یہ بھی بڑی ہی نیک طبیعت خاتون تھیں اپنی والدہ اور بڑی بہن حجابِ بیگم کے
بڑی ہی مطیع و فرمانبردار تھیں۔ والدہ اور بڑی بہن کے کردار کو اپنی زندگی کی تابانی کے لئے
اسوہ حسنہ کے طور پر اختیار کیا۔ چونکہ گھر کا ماحول مکمل طور پر اسلامی تھا اس لئے بچپن ہی سے
اسلامی اصول و نظریات روزہ، نماز، زکوٰۃ اور ادو وظائف وغیرہ کی پابند رہیں ایک لمبی عمر
کے بعد انتقال کیا۔

محمدی سلیم

فاضل بریلوی کی تیسری بہن کا نام محمدی سلیم تھا۔ چونکہ بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں اسلئے ان کی پرورش بڑے ہی لاڈ اور پیار میں ہوئی۔ دو ذول برہی بہنیں جناب سلیم اور احمدی سلیم ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔ محمدی سلیم مزاج کی بہت شکفتہ اور ملنسار تھیں۔ شروع ہی سے والدہ اور دونوں بہنوں کے نقش قدم کو اختیار کیا۔ ان کی شادی جناب کفایت اللہ خاں سے ہوئی۔ مگر ابھی کوئی اولاد نہ ہونے پائی کتنی کہیں عالم شباب میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو شہر بریلی میں متولد ہوئے۔ والد گرامی مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے آپ کا نام "محمد" رکھا اور عرفی نام حامد رضا رکھا پورے نام کی توضیح محمد اقبال احمد قادری نے اپنے ایک مضمون میں اس طرح کی ہے۔

شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۲ھ میں ربیع الاول شریف کے مبارک مہینے میں اس دار فانی میں تشریف لائے آپ ہندوستان کے مشہور، عظیم روحانی و علمی خاندان میں بریلی شریف میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام محمد رکھا اور عرف میں استعمال کرنے کے لئے حامد رضا تجویز فرمایا۔ اگر علم اعداد کی روشنی میں آپ کے نام کا تحبزیہ

کیا جائے تو لفظاً محمدؐ کے ہاں (۹۲) عدد بنتے ہیں جو آپ کی ولادت پر دلالت کرتے ہیں۔ چونکہ آپ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور اگر لفظ حامد رضا کا علم اعدا سے تجزیہ کیا جائے تو عدد تیرہ سو باسٹھ بنتے ہیں جو آپ کے وصال پر دلالت کرتے ہیں چونکہ آپ کا وصال ۱۳۶۲ھ میں ہوا۔

جملہ علوم مروجہ و متداولہ کی تعلیم تکمیل والد ماجد مولانا احمد رضا فاضل بریلوی سے کی عربی زبان و ادب پر اچھی گرفت تھی۔ آپ کی عربی زبان پر دسترس و مہارت کے بارے میں مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء میں حجاز مقدس کے وزیر و فاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ ان مظالم کا ذکر کر رہے تھے جو اہل حرمین و مقابر مطہرہ پر کئے جا رہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہ ان کے ساتھ برستگی کے ساتھ عربی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ میں نے اکناف و اطراف ہند کا دورہ کیا مگر ایسی تیز اور نفیس و سلیس عربی بولنے والا دوسرا نظر نہ آیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے گفتگو میں ہوئیں۔ بڑی سرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ طول و عرض ہند میں ان جیسا عربی بولنے والا کوئی نہ ملا۔“

برہا برس تک دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درج حدیث و تفسیر دیا۔ آپ کا درس بیہنا دی، شرح عقائد نسفی، شرح چینی بہت مشہور تھا اتنی واضح اور مفسر تقریر کرتے تھے کہ طلبہ کے ذہن میں بڑی آسانی کے ساتھ اتر جاتی تھی۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے کچھ تاریخی اور مثالی کارنامے بھی انجام دیئے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو سب سے پہلے آپ ہی نے

۱۔ ماہنامہ سنی دنیا بریلی، جنوری ۱۹۹۹ء ص ۱۱

۲۔ معارف رضا ۱۹۹۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۶۹

اس کا رد فرمایا۔ اور اس کے جھوٹے ہونے پر بے شمار براہین و دلائل پیش کئے۔ جس کا ذکر ڈاکٹر محمد سعید احمد نے اس طرح کیا ہے:

• مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کے خیر خواہ اور انگریزان کے خیر خواہ۔ بقول علامہ اقبال قادیانی تحریک کے بیرون ممالک میں پہلے مراکز دوکنگ (انگلستان) اور عاشق آباد (روس) میں قائم ہوئے۔ بہر کیف مرزا کے خلاف سب سے پہلے امام احمد رضا کے مہاجر زادے مولانا حامد رضا خاں نے قلم اٹھایا ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء میں کانپور سے موصولہ ایک استفتار کے جواب میں قادیانیوں کے خلاف یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ الصارم الربانی علی ابرہان القادیانی، ۱۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں عربی فارسی اور اردو شعر گوئی پر بھی قدرت رکھتے تھے اور بلا تکلف مذکورہ زبانون میں سخن طرازی کرتے تھے۔ جس کو ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کو شعر گوئی اپنے والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے ترک میں ملی تھی۔ خود فاضل بریلوی نے اپنے دو اوین میں مولانا حامد رضا خاں کا ذکر اس طرح کیا ہے

اَنَا مِنْ حَامِدٍ رَحْمَانِي كَيْ جَلُوبِي
بِحَمْدِ اللَّهِ رَحْمًا حَامِدًا وَرَحْمًا رَحْمَانًا هُوَ

تیرے رہنا پر تیری رہنا ہو
اس سے غضب کھراتے یہ ہیں

۱۔ گناہ بے گناہی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد، مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۷۷
۲۔ معارف رضا ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۶۷

بلکہ رضا کے بشاگردوں کے
ناموں سے گھبراتے یہ ہیں

حامد منی وانا من حامد
محمد سے ہمد کھاتے یہ ہیں

منونہ کلام حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سے

میں عرش بریں پر جلوہ فگن محبوب خدا سبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ
حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکتی کہا اللہ عنی مرکب نے کہا سبحان اللہ
طالب کا پتہ مطلوب کو ہے مطلوب ہے طالب سے واقف
پردہ میں بلا کر مل بھی لئے پردہ ہی رہا سبحان اللہ
ہے عبد کہاں عبود معراج کی شب ہے راز نہاں
دو لوز حجاب لوز میں تھے خود رنجے کہا سبحان اللہ
سمجھے حامد انسان ہی کیا یہ راز میں حسن و الفت کے
خالق کو جیسی کہنا تھا خلقت نے کہا سبحان اللہ

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کو بیعت و خلافت حضرت سید الشاہ ابوالحسن احمد
لوزی مارہروی سے حاصل تھی اور جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت والد ماجد سے بھی حاصل
تھی۔ حجۃ الاسلام کا وصال عین حالت نماز میں ہوا۔

ملہ سارنہ پرنٹنگ ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۹۵

۲۸۹

آپ، ارجمادی الاول ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء بمصر، سال عین حالت
نماز میں دوران تشهد ۱۰ بجکر ۴۵ منٹ پر اپنے فائق حقیقی سے جا ملے۔

تصانیف

- (۱) مجموعہ فتاویٰ
- (۲) الصارم الریاتی علی اسرار القادیانی
- (۳) ترجمہ الدولۃ الملکیہ
- (۴) ترجمہ حسام الحرمین علی منکر الکفر والمین
- (۵) نعتیہ دیوان
- (۶) حاشیہ ملاحلال - ۲

مولانا مصطفیٰ رضا خان نصاب مفتی اعظم ہند فوری بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کے چھوٹے صاحبزادے تھے ۲۲ ذی الحجہ
۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء ۱۸ جولائی کو سرزمین بریلی شریف میں متولد ہوئے۔ ۳
پیر و مرشد حضرت مخدوم سید شاہ ابوالحسین احمد فوری جانشین حضرت شاہ آل رسول
مارہروی نے آل رحمن ابوالبرکات محی الدین حیلانی نام تجویز فرمایا اور محمد کے نام پر عقیقہ ہوا اور مصطفیٰ لکھا
عقود قرار پایا۔ ۴

۱۔ تذکرہ مشائخ قادریہ۔ مولانا عبدالمجتبیٰ قادری ص ۵۲۔ فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ ۲۳۷

۲۔ تجلیات نوری، اقبال احمد قادری بزہمد رضا کراچی ص ۳

۳۔ مفتی اعظم ہند، عبدالنعیم عریزی اختر رضا بک ڈپو بریلی ص ۳۶

آپ کی ولادت سے قبل فاضل بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ اے رب کریم مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عصرِ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔ ایک بار جبکہ آپ اپنے مشائخ سلسلہ کے آستانے پر دامہ ہوئے طہرہ خلع ایٹھا، حاضر تھے وہیں خواب دیکھا کہ ان کے گھر فرزند تولد ہوا ہے اور آپ نے خواب ہی میں اس کا نام اہل رحمن رکھا اسی دوران مولانا سید شاہ ابوالکھین احمد قوری مارہروی ^{۱۳۲۲ھ} نے بعد نماز عصر اچانک آپ سے فرمایا۔ مولانا صاحب بریلی میں آپ کے گھر ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی ہے مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام اہل رحمن رکھا جائے۔ جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا۔

حضرت منقہ العظم قدس سرہ نے اصل تربیت اور تعلیم تو اپنے والد ماجد امام احمد رضا قدس سرہ سے پائی۔ علوم دینیہ کی تکمیل بھی اپنے والد ماجد سے ہی کی۔ تاہم مولانا احمد رضا قاسم بریلوی کے حکم سے جن دیگر مشاہیر اساتذہ کرام سے خصوصی شرف تلمذ حاصل کیا ان کے اسما گرامی یہ ہیں۔

(۱) استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم علی نگلوری (م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) تلمیذ مولانا سید عبدالعزیز بٹھوری (م ۱۳۶۲ھ) تلمیذ علامہ عبدالحق خیر آبادی (م ۱۳۱۶ھ)

(۲) حجت الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا بریلوی (م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) تلمیذ و فرزند اکبر امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

(۳) شیخ العلماء حضرت علامہ سید بشیر احمد علی گرامی تلمیذ مولانا مفتی لطف اللہ علی گرامی (م ۱۳۲۲ھ)

(۴) شمس العلماء علامہ ظہور الحق فاروقی رام پوری (م ۱۳۴۲ھ) تلمیذ مولانا فضل رحمن گنج اورنگ آبادی تلمیذ قائم المدینین علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و تلمیذ رشید علامہ عبدالحق خیر آبادی (م ۱۳۱۶ھ)۔

۱۔ ماہنامہ استقامت، کانپور مفتی اعظم ہند نمبر ماہ مئی ۱۹۵۳ء ص ۳۳

۲۔ مفتی اعظم اوران کے حلقہ (ج ۱) محمد شہاب الدین دہلوی، رہنما اکیڈمی عیسیٰ ص ۳۱

فتویٰ نویسی

۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں لوزی بریلوی کسی کام سے اپنے خاندانی دارالافتار رضوی دارالافتارہ میں تشریف لے گئے اس وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی رہی ہوگی۔ دیکھا کہ وہاں ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین بہاری اور مولانا عبد الرشید عظیم آبادی فتویٰ لکھنے کے لئے رضاعت کے کسی مسئلہ پر ایک دوسرے سے تباہ و تباہ کر رہے ہیں۔ بات کچھ پیچیدہ ہوئی تو مولانا ظفر الدین بہاری لکھے تاکہ اللہ سے فتاویٰ رضویہ نکال کر دیکھیں اور اس سے استفادہ کریں۔

حضرت مفتی اعظم ہند یہ سارا منظر دیکھ کر سہمے تھے آپ نے بڑی ہی حیرت کے ساتھ ارشاد فرمایا۔
۱۶ عمری کا زمانہ تھا میں نے کہا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو۔
مولانا نے فرمایا، اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو ہاؤں۔
میں نے فوراً لکھ دیا وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔

جب وہ فتویٰ تصحیح اور نظر ثانی کے لئے والد گرامی حضرت مفتی احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پاس پہنچا تو آپ نے دیکھتے ہی تحریر پر حیران لے دریافت فرمایا: یہ فتویٰ کس نے لکھا ہے تو لے جانے والے نے جواب دیا چھوٹے میاں نے (گھر میں لوگ پیار میں مفتی اعظم کو جھوٹے میاں کہتے تھے) فاضل بریلوی نے آپ کو طلب فرمایا۔ آپ حاضر ہوئے دیکھا کہ والد گرامی کا چہرہ خوشیوں سے متمتا رہا ہے اور پورا وجود لوز میں ہنسیا ہوا ہے۔ تبسم ریزہ ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا، اس پر دستخط کرو۔ دستخط کرنے کے بعد خود صحیح الجواب بعون الملک العزیز الوہاب، لکھ کر دستخط فرمایا۔
فتویٰ نویسی کے اس حسن آغاز پر فاضل بریلوی نے مفتی اعظم کو پانچ روپے عطا کرنا کہ ارشاد

فرمایا:

• تمہاری ہر جنو اوتیا ہوں اب فتویٰ لکھا کرو اپنا رجسٹر بنا لو اس میں نقل بھی کیا کرو۔

۱۶ جمادی اولیٰ ماہ ستمبر اکتوبر ۱۹۹۰ء
مفتی اعظم نمبر ۱۶

مولانا مصطفیٰ رضا خاں لوزی بریلوی کی شہرت کا ازاں کی فتویٰ نویسی ہے آپ نے عالمی سمانے پر فتویٰ نویسی کی مستفتی کو مطمئن کر دینا آپ کی فتویٰ نویسی کی خصوصیت تھی۔ فتویٰ نویسی میں مفتی اعظم کی اپنی ایک الگ ہی روش تھی۔ شریعت مطہرہ کے اصل حکم کو بلا رو رعایت صادر کر دیا کرتے تھے کبھی کسی کی کوئی رعایت نہ کی چاہے مستفتی اپنا ہو یا پرایا، فرد ہو یا جماعت، شہر ہو یا ملک ہر ایک کے ساتھ ایک ہی سلوک ایک ہی انداز اختیار کیا۔

ایک مرتبہ جنرل ایوب خاں کے دور حکومت میں پاکستان میں رویت ہلال کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ذمہ عید و بقرعید کے موقعوں پر ہوائی جہاز سے پرواز کر کے چاند دیکھنا تھا۔ اور اس کے بعد رویت ہلال کمیٹی کی شہادت پر حکومت کی جانب سے چاند کی رویت کا اعلان ہوتا تھا۔

ایک دفعہ عید کے موقع پر ۲۹ رمضان المبارک کو اس کمیٹی کے ارکان ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کے لئے فضا میں گئے۔ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) ہوتے ہوئے واپس ہو کر چاند کی رویت کی خبر حکومت کو دی۔ جس کے باعث حکومت پاکستان نے تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ چاند کی رویت کا اعلان کر دیا۔ مگر حکومت کے اس اعلان پر علماء کرام نے کوئی توجیہ نہیں دی جس سے پاکستان میں ایک ہتکدہ مچ گیا۔ دنیا کے اسلام کے بیشتر ممالک سے فتاویٰ مرگائے گئے اسلامی ممالک سے آنے والے تقریباً سارے مفتیان کرام کے فتاویٰ حکومت پاکستان اور رویت ہلال کمیٹی کی تائید و تصدیق میں تھے۔ مگر مفتی اعظم کا فتویٰ کچھ اور ہی کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا:

چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا حکم ہے اور جہاں چاند نظر آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین سے ایسی جگہ سے جو زمین سے ملے ہو۔ وہاں سے دیکھنا چاہیے۔ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے چونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا اس لئے کہیں چاند ۲۹ کو اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے۔ اور اگر جہاز میں چاند

۱۔ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رحمہوی، رمنا اکیڈمی ممبئی ۹/۸۹

دیکھ کر رویت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جا کر ۲۸/۲۷ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۸/۲۷ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم مہاور کیا جاسکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقر عید ہے اسی طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ مہاور کرنا کہ ۲۹ کا چاند رکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا! فقیر مصطفیٰ رضا قادری

حضرت مفتی اعظم ہند کے اس فتویٰ کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور اگلے ماہ ۲۸/۲۷ تاریخوں میں حکومت کی جانب سے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلند رواز کرنے پر چاند نظر آ گیا۔ تب حکومت نے مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کو تسلیم کر کے رویت ہلال کمیٹی کو ٹرڈی اور وہاں کے تمام مفتیان کرام نے مفتی اعظم کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ کر دیا گیا۔

یوں ہی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک بھیانک طوفان نے سر ابھارا تو اس کے بھی انسداد کے لئے مفتی اعظم ہند لوزی بریلوی آگے بڑھے۔ وہ طوفان نسبندی کا تھا۔ حکومت ہند ہندوستانی علماء سے نسبندی کے جواز پر فتویٰ کے لئے دباؤ ڈال رہی تھی کہ علماء کرام اس کے جواز کا حکم مہاور کریں جس سے حکومت کی پالیسی ضبط و لادت کا مکمل طور پر نفاذ ہو سکے۔ کچھ لوگ حکومت کے دباؤ اور دنیاوی منفعت کے لالچ میں آکھیں گئے اور انہوں نے اس طرح کے بیانات دیئے۔ مگر مفتی اعظم نے اس وقت اعلائے کلمۃ الحق کرتے ہوئے فتویٰ مہاور فرمایا:

”نسبندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے“

چونکہ اس وقت تمام ذرائع ابلاغ پر حکومت کا سخت کنٹرول تھا و سائل اطلاعات و نشریات منجمد ہو کر رہ گئے تھے حکومت کی سخت پابندیوں کے باوجود بلاخوف و خطر مولانا مفتی

مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی۔ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۸۹ء

رضا خاں ابن مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے کثیر تعداد میں مذکورہ فتویٰ کا سائیکلو اسٹائل کر کے ملک کے گوشے گوشے میں پہنچایا۔

غائبانہ عظیم فتووں اور کارناموں کی وجہ سے عالم اسلام نے آپ کو مفتی اعظم کا خطاب دیا۔ لوگ ان کی حیات میں تو ان کو مفتی اعظم کہہ کر پکارتے ہی رہے مگر آج ان کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی لوگ انہیں مفتی اعظم کہہ کر ہی یاد کرتے ہیں۔ اور آپ کو مفتی اعظم کہنے پر کسی نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

بڑے بھائی مولانا حامد رضا خاں حامد بریلوی کی طرح مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی کو بھی نعت گوئی والد گرامی مولانا احمد رضا خاں بریلوی

شاعری

سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ ایک خوش نغز نعت گو شاعر تھے اور جمیع اصناف سخن میں نعت گوئی کرتے تھے زبان و اسلوب آپ کو دراشت میں ملاقاتاً عربی فارسی اردو و تہذیبوں کے ماہر تھے لسانی پراچھی دسترس تھی۔ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا سید ابوالحسن احمد نوری ماہروی کی طرف منسوب کرتے ہوئے نوری تخلص اختیار کیا۔ آپ کا نعتیہ دیوان "سلمان بخشش" مختلف مطابع سے متعدد بار شائع ہو کر ارباب سخن سے داد و سخن وصول کر چکا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے

تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ

تو ماہ نبوت ہے اے جلوہ جانا

جو ساقی کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے

ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیخانہ

دل اپنا حک لٹے ایمان کی طلعت سے

ہوں آنکھیں بھی نورانی انے جلوہ جانا

سرشار مجھے کر دے اک جام لبالب سے

تا شرب ہے ساقی آباد یہ میخانہ

ہر پھول میں بو تیسری ہر شمع میں شہوتیری

بسبل ہے ترا بیل پر دانہ ہے پر دانہ

شگ در جاں پر کرتا ہوں حسین سائی

سجدہ نہ سمجھ زاہد سر دیتا ہوں نذرانہ

آباد سے فرا ویراں ہے دل نوری

جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

وفات ۹۱ سال کی عمر میں جمعرات کی شب ایک بجکر چالیس منٹ پر ۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو دہمال فرمایا۔ متعدد لوگوں نے تاریخ دہمال کہی۔ مفتی مظفر احمد بدایونیوں لکھتے ہیں ۷

شمع حنا موش دل میں پڑ مردہ

مفتی ہند تیری رحلت پر

سال رحلت مظفر عاشقی

لکھ دے عرفانِ رمنا، تربت پر

۱۴۰۲ھ

تصنیفات اور حواشی

۱۳۲۸ھ

(۱) استاد الباس علی عابد المحتاس

۱۳۳۰ھ

(۲) الکاوی فی العاوی والعاوی

۱۳۳۰ھ

(۳) القسم القاصم للاسم القاصم

۱۳۳۰ھ

(۴) دور الفرقان بین جند الالذوا حزاب الشیطان

ک استقامت کانپور مفتی اعظم نبرہ ۳۲

- (۳۶) شمار النبی فی جواب سوال بمبئی
 (۳۷) تنزیر الحجۃ بالتوار الخبہ
 (۳۸) وہابیہ کی تفتیہ بازی
 (۳۹) مسائل سماع
 (۴۰) الحجۃ الباہرہ
 (۴۱) نور العرفان
 (۴۲) دار طی کا مسکر
 (۴۳) ہشتاد بید و بند
 (۴۴) طرد الشیطان
 (۴۵) سلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک
 (۴۶) سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد نقشبندی
 (۴۷) کانگریسوں کا رد
 (۴۸) کشف منہال حوائی و تکمیلات الاستمدار
 (۴۹) حاشیہ فتاویٰ رضویہ (جلد اول)
 (۵۰) ترتیب فتاویٰ رضویہ جلد دوم
 (۵۱) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم
 (۵۲)
 (۵۳) حاشیہ تفسیر احمدی (قلمی)
 (۵۴) حاشیہ فتاویٰ عزیزینہ (قلمی) ۱۔

۱۔ مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی رضناکیدی بمبئی ۱۰/۱/۱۹۳۳

مصطفائی مکیم

مولانا احمد رضا خاں کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کا عقد مولانا احمد رضا بریلوی کے بھانجے جناب حاجی سید شاہد علی خاں صاحب سے ہوا۔ ان کے صرف ایک لڑکی تھی عزو بی بی جن کی شادی مولوی سردار علی خاں صاحب سے ہوئی تھی۔
مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ان صاحبزادی کا آپ کی حیات ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

کنیز حسن

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی یہ دوسری صاحبزادی تھیں ان کو لوگ پیار میں منجھلی مکیم کہتے تھے ان کا عقد جناب حمید اللہ خاں صاحب ابن حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوا۔ ان کی دو اولادیں ہوئیں عتیق اللہ خاں صاحب اور رفعت جہاں مکیم۔

کنیز حسین

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ تیسری صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح مولانا احمد رضا خاں صاحب کے منجھلی بھائی استاذ من حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب بریلوی

کے صاحبزادے جناب حکیم حسین رضا خاں سے ہوا۔ ان کی تین اولادیں ہوئیں (۱) جناب مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی ادریس رضا خاں (۳) جرجیس رضا خاں۔

فاضل بریلوی کنیز حسین کو بہت چاہتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے یہ بھی اپنے والد کو بہت چاہتی تھیں غالباً یہی وجہ تھی کہ فاضل بریلوی کے انتقال کے اکیسویں دن اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

کنیز حسنین

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ چوتھی صاحبزادی تھیں ان کا بھی نکاح مولانا احمد رضا خاں کے منجھلے بھائی استاذ من و حضرت مولانا حسن رضا خاں تھن بریلوی کے صاحبزادے مولانا حسنین رضا خاں صاحب سے ہوا۔ مولانا حسنین رضا خاں فاضل بریلوی سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔ مدرسہ ارشاد العلوم رام پور سے علوم معقولہ و منقولہ کی تکمیل کی تھی آپ نے کسی ایک کتاب میں بھی لکھی ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) سیرت اعلیٰ حضرت (۲) وہبیا شریف (۳) اسباب زوال امت وغیرہ
آپ کی اکلوتی بیٹی شمیم بالہ کا عقد چچا زاد بھائی جرجیس رضا خاں صاحب سے ہوا تھا

مرتضیٰ بیگم

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں ان کو لوگ پیار میں چھوٹی بنو کہتے تھے۔ ان کا نکاح بھی جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سے ہوا تھا۔ ان کے پانچ اولادیں ہوئیں تین لڑکے (۱) رئیس میاں (۲) سعید میاں (۳) فرید میاں۔ اور دو لڑکیاں (۱) محبت بانی بیگم (۲) مقتدائی بیگم۔

ب

اساتذہ اور کسبِ علم کا

مکمل نقشہ

اساتذہ

- فاضل بریلوی نے اپنے والد گرامی یا جن اساتذہ کرام سے پڑھایا اسناد حدیث، فقہ و دیگر علوم حاصل کئے ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔
- (۱) شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء)
 - (۲) مولانا نسی علی خاں (م ۱۲۹۶ھ ۱۸۸۰ء)
 - (۳) شیخ احمد بن زینی دحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ ۱۸۸۱ء)
 - (۴) شیخ عبدالرحمن سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۳ء)
 - (۵) شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۴ء)
 - (۶) مولانا عبدالعسی رامپوری (م ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۵ء)
 - (۷) شاہ ابوالحسین احمد النوری (م ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۶ء)
 - (۸) مرزا غلام قادر بیگ (م ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۳ء)

حیات امام اہلسنت پر وفیہ محمد سعید احمد مرکزی مجلس رضالہ ہورہ

کسب علم کا مکمل نقشہ

بسم اللہ خوانی مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا گھر علم و ادب اور شعور و آگہی کا گہوارہ تھا اور ہر کام احکام شرعیہ کی روشنی میں انجام پاتا تھا۔ بزرگوں کے طریقہ کار پر کار بند رہتے ہوئے جس وقت فاضل بریلوی کے والد مفتی مفتی علی خاں نے فاضل بریلوی کی محفل بسم اللہ خوانی سجائی۔ حالات و قرآن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ۱۲۷۱ھ کے اوائل میں یہ رسم ادا کی گئی۔

بسم اللہ خوانی کے وقت استاد نے الف، با، تا، ثا جس طرح پڑھایا جاتا ہے اور ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے لیکن جب لام الف کی نوبت آئی۔ تو استاد نے کہا کہ ہوا لام الف آپ خاموش ہو گئے۔ استاد نے دوبارہ کہا کہ ہویا لام الف۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں دوبارہ کیا؟

اس وقت آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں د م ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ھ نے فرمایا بیٹا! استاد کا کہا مالو جو کہتے ہیں پڑھو۔ آپ نے جد امجد کے حکم کی تعمیل فرمائی مگر ان کے چہرے کو بخش کی نظر سے دیکھا۔

جد امجد نے کہا بیٹا تمہارا خیال درست اور سمجھنا سچا ہے کہ یہ حرف مفردہ کا بیان ہے اس میں ایک الف مکرر کیسے آیا۔ مگر بات یہ ہے کہ شروع میں جس کو تم نے الف پڑھا ہے وہ حقیقتہً ہمزہ ہے اور الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن ہے اس لئے ایک لام اول لاکر اس کا تلفظ مقصود ہے۔

تو پھر آپ نے فرمایا کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت

مذکورہ رضا، مولانا محمد سعید صاحبی معبود اعظم گڑھ ص ۹

حضرت جد امجد نے فرمایا کہ لام اور الف میں صورت و سیرت میں مناسبت خاص ہے
ظاہر دیکھنے میں بھی دونوں صورت ایک سی ہوتی ہے اور سیرت اس وجہ سے کہ لام کا قلب
الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے اور وہ اس کے بیچ میں ہے

من تو شدم تو من شدي من تن شدم تو جاں شدي
تا کس نہ گوید بعد ازین من دیگر م تو دیگر می
چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا تھا۔
اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں :

”میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک
دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا تھا۔ جب سنتے تو حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ سنا
دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے احمد کنا
یہ تو کھو تم آدمی ہو یا جن کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔“
فاضل بریلوی نے ابتدائی عربی کی کتاب میں مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں۔ دنیا
کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا مفتی علی خاں صاحب (متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۳۹۶ھ) سے فرمائی
حضرت مولانا عبد العلی رام پوری سے چند اوراق شرح خمینی کے پڑھے۔
اپنی فراغت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”وذاک المنتصف شعبان ۱۳۸۶ھ الف و ما ستین وست و ثمانین
وانا اذا ذاک ابن ثلثة عشر عاما و عشرة اشهر و خمسة ایام

۱۔ نقیہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر من رضا خاں، اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۳۱/۱۳۲

۲۔ امام احمد رضا نمبر (ماہنامہ قاری، پٹی) ص ۳۳۱

۳۔ حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد، ادارہ تحقیقات ممبئی ص ۹۳/۹۴

۴۔ نقیہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر من رضا خاں، اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۳۱

ہوئی۔ اس تاریخ فرسخت علی الصلوٰۃ وفتوحہم الخ الاحکام۔
 وسط شعبان ۱۲۸۶ھ میں علوم روسیہ سے فراغت حاصل کی۔ اس وقت میں
 تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کا ایک نومبر کا تھا اور اسی تاریخ کو فجر پر نماز فرض ہوئی اور شرعی احکام میری
 طرف متوجہ ہوئے۔

علوم متداولہ سے فارغ ہونے کے توڑا بعد والد گرامی مفتی مفتی علی خاں نے افتار کی ذمہ داریاں
 سپرد کر دیں اس چھوٹی سی عمر میں آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔
 ایک بار ایک سائل نے آپ سے سوال کیا کہ بچے کی ناک میں دودھ چڑھ کر حلق میں اتر
 جائے تو رہنمائی ثابت ہوگی یا نہیں؟

آپ نے جواب دیا: منہ یا ناک سے عورت کا دودھ بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت
 مناعت لائے گا؟ اور فرمایا یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ میں اس فقیر نے
 لکھا اور اسی چودہ شعبان میں منصب افتار عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور
 ولادت ۱۲ شوال المکرم ۱۲۸۶ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۶۹ء سمیت
 بڑی تو منصب افتار ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس ۱۰ مہینے ۲۲ دن کی تھی جب سے اب تک ابر
 ہی خدمت دین جاری ہے۔

فاضل بریلوی کو بن علوم و فنون پر سہ گہر دسترس اور مہارت تامہ حاصل تھی اس کا انکشا
 دو فاضل بریلوی نے اپنے رسالہ "الاجازۃ الرضویہ لمجل مکہ البہیہ" میں کیا ہے۔ فاضل بریلوی
 نے اس کی تفصیل اس طرح پیش کی ہے۔

- ① علم قرآن
- ② علم حدیث
- ③ اصول حدیث
- ④ فقہ حنفی
- ⑤ کتب فقہ
- ⑥ اصول فقہ
- ⑦ جہل مہذب
- ⑧ علم تفسیر
- ⑨ علم العقائد و الکلام

تذکرہ شایخ قادریہ - مولانا عبدالمجتبیٰ - اکیڈمی شایخ قادریہ رضویہ بنارس ۱۳۹۵ھ

- ⑩ علم نحو ⑪ علم صرف ⑫ علم معانی ⑬ علم بیان ⑭ علم بدیع ⑮ علم منطوق ⑯ علم مناظرہ
 ⑰ علم فلسفہ ⑱ علم تکسیر ⑲ علم ہیئت ⑳ علم حساب ㉑ علم ہندسہ
 مندرجہ بالا اکیس علوم کے لئے مولانا بریلوی لکھتے ہیں کہ:

یہ اکیس علوم میں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا۔ ان علوم و فنون کے بعد مندرجہ ذیل علوم کا ذکر کرتے ہیں۔

- ① قرأت ② تجوید ③ تصوف ④ سلوک ⑤ اخلاق ⑥ اسرار الرجال
 ⑦ سیر ⑧ تاریخ ⑨ لغت ⑩ ادب معہ جملہ فنون

ان دس علوم کے بارے میں لکھا ہے کہ میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا۔ پر نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے

- ① ارثما طبیقی ② جبر و مقابلہ ③ حساب ستینی ④ لوغار ثمات ⑤ علم التوقیت
 ⑥ مناظرہ و مرایا ⑦ علم الاکر ⑧ زیجات ⑨ مثلث کروی ⑩ مثلث مسطح
 ⑪ ہیئات جدیدہ ⑫ مربعات ⑬ جفر ⑭ زرچہ
 اور آخر میں مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے۔

- ① نظم عربی ② نظم فارسی ③ نظم ہندی ④ شرعی ⑤ شرفاری ⑥ شریہ
 ⑦ خط نسخ ⑧ خط نستعلیق ⑨ تلاوت مع تجوید ⑩ علم قرآن

مندرجہ بالا ۵۵ علوم و فنون کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
 اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ کی خود ستائی کے طور پر بیان نہیں کیں
 بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔

مگر فاضل بریلوی کے مندرجہ بالا علوم و فنون کی تفسیر و تفصیل پیش کرتے ہوئے
 اقبال احمد قادری اپنے تحقیقی مقالہ "امام العلوم، امام احمد رضا خاں" میں لکھتے ہیں:

ملکیات امام الحسنات، پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد مرکزی مجلس رضالہ ہور ص ۳۷

آپ کو علوم درسیہ کے علاوہ علوم جدیدہ، قدیمہ ریاضی مکمل دسترس و عبور حاصل بہت
 حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی رہنمائی حاصل کئے
 بغیر اپنی خدا داد صلاحیت و ذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم و فنون پر امام احمد رضا
 محدث بریلوی کو مکمل عبور حاصل تھا۔ جدید تحقیق کے مطابق ان کی تعداد تقریباً اکہتر (۱۷)
 ہے ان میں کئی فنون تو ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے محققین اور ماہرین علوم و فنون
 ان کے ناموں سے ہی آگاہ نہ ہوں گے۔

- ① علم القرآن ② علم حدیث ③ اصول حدیث ④ فقہ حنفی ⑤ کتب جلد
- فقہ مذاہب ⑥ اصول فقہ ⑦ جہل مہذب ⑧ علم تفسیر ⑨ علم العقائد و الکلام
- ⑩ علم نحو ⑪ علم صرف ⑫ علم معانی ⑬ علم بیان ⑭ علم باریح ⑮ علم منطق
- ⑯ علم مناظرہ ⑰ علم فلسفہ ⑱ علم تفسیر ⑲ علم اسبیت ⑳ علم الحساب
- ㉑ علم ہندسہ ㉒ قرأت ㉓ تجوید ㉔ تقویٰ ㉕ سلوک ㉖ اخلاق
- ㉗ اسرار الرجال ㉘ سیر ㉙ تواریخ ㉚ لغت ㉛ ادب مع جلد فنون
- ㉜ ارشاد طبعی ㉝ جبر و مقابلہ ㉞ حساب ستینی ㉟ لوغارتھات ㊱ علم
- لوقیت ㊲ مناظرہ و مرایا ㊳ علم الاکسیر ㊴ زیجات ㊵ مثلث مسطح ㊶ علم
- مثلث کروی ㊷ آیت جدیدہ ㊸ مربعات ㊹ جبر ㊺ زائچہ ㊻ نظم عربی
- ㊼ نظم فارسی ㊽ نظم ہندی ㊾ نثر عربی ㊿ نثر فارسی ① نثر ہندی
- ② خط نسخ ③ خط نستعلیق ④ تلاوت مع تجوید ⑤ علم الفرائض ⑥ علم
- طبیعیات ⑦ علم مہوتیات ⑧ علم نوز ⑨ علم کیمیا ⑩ علم طب ⑪ علم اللوہیہ
- ⑫ علم معاشیات Economics ⑬ علم اقتصادیات Finance
- ⑭ علم تجارت Commerce ⑮ علم شماریات ⑯ علم ارضیات
- ⑰ Geology علم جغرافیہ Geogrophy ⑱ علم سیاسیات Political Science

علم بین الاقوامی International Relation (۶۹) معذنیات (۷۰) علم اخلاقیات
Ethics

فاضل مقالہ نگار کی توثیق و تصدیق پر وفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق اور ڈاکٹر مسعود احمد کے مندرجہ ذیل تبصرہ سے بھی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد پر وفیسر مجید اللہ قادری کی کتاب قرآن سائنس اور امام احمد رضا کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”پر وفیسر مجید اللہ قادری صاحب نے مطالعہ کر کے قدم آگے بڑھایا ہے اور نئی معلومات کا انفاق کیا ہے۔ مثلاً اب تک یہی معلوم تھا کہ امام احمد رضا ۵۵ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے اور بعض معاذین کو اس تعداد میں بھی کلام تھا۔ مگر علوم و فنون میں جدید انقلابات کو سامنے رکھتے ہوئے پر وفیسر صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا سترہ علوم و فنون سے بھی زیادہ علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے۔“

تقریباً پانچ سو برس پہلے عہد اکبری میں ہندوستان میں شاہ و جیر الدین گجراتی ایک علیل القدر عالم و عارف گذرے ہیں تاریخ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ۶۴ علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے۔ مگر پر وفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا ان پر بھی سبقت لے گئے! ملے

مگر سید ریاست علی قادری نے اپنے مقالہ ”امام احمد رضا کی جدید علوم و فنون پر دسترس“ میں فاضل بریلوی کے علوم و فنون پر دسترس و مہارت کے سلسلہ میں جدید تحقیق و مطالعہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ فاضل بریلوی کو ۵۰/۵۵/۷۰ کے بجائے ۱۰۵ علوم و فنون پر دسترس و مہارت تامہ و کاملہ حاصل تھی وہ لکھتے ہیں کہ:

امام احمد رضا نے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب و رسائل تصنیف کئے جن میں

۱ ماہنامہ سنی دنیا بریلی، اگست ۱۹۹۲ء ص ۳۲/۳۳

۲ قرآن سائنس اور امام احمد رضا پر وفیسر مجید اللہ قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۷

۱۰۵ سے زائد علوم و فنون کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فقہ کی سیکڑوں کتابوں پر حواشی لکھے جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کثرت نقائین اور متنوع علوم پر انہیں جو فوقیت حاصل تھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب امام احمد رضا کی ایک ہزار نقائین کو: Biographical

Encyclopoelia of Imam Ahmed Raza کے نام سے منظر عام پر لانے

کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ جس پر انہوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق وہ ۴۸ کتابوں کے نام، اس طباعت، موضوع اور ناشران وغرض کہ جلد کو الفبہ جمع کر چکے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ان کی اس علمی و تحقیقی کاوش کو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، شائع کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ راقم الحروف بھی "کنز العلم" کے نام سے ایک کتاب شائع کرنا چاہتا ہے جس میں ۱۰۵ علوم و فنون پر تبصرہ و تعارف پیش کیا جائے گا جس کی تفصیل یہ ہے۔

- ① علم القرآن ② قرأت ③ تجوید ④ تفسیر ⑤ علم حدیث ⑥ تخریج
- ⑦ فقہ ⑧ علم الکلام ⑨ علم العقائد ⑩ علم البیان ⑪ علم المعانی ⑫ علم المناظرہ ⑬ فتویٰ نویسی ⑭ سیرت نگاری ⑮ فلسفہ ⑯ منطق ⑰ تنقید
- ⑱ فننالم و مناقب ⑲ ادب و انشاء پروازمی ⑳ شاعری ㉑ شرننگاری
- ㉒ حاشیہ نگاری ㉓ اسرار الرجال ㉔ علم الاخلاق ㉕ روحانیات ㉖ تصوف
- ㉗ سلوک ㉘ تاریخ و سیر ㉙ مبدول ㉚ صرف و نحو ㉛ بدیع ㉜ علم الانساب ㉝ علم القرائن ㉞ ردات ㉟ پند و نصائح ㊱ مکتوبات ㊲ ملفوظات
- ㊳ خطبات ㊴ جغرافیہ ㊵ تجارت ㊶ شہادت ㊷ صوتیات ㊸ آیات
- ㊹ اقتصادیات ㊺ معاشرت ㊻ طبیعیات ㊼ معاشیات ㊽ ہیئت ㊾ کیمیا
- ㊿ معدنیات ① فلکیات ② نجوم ③ جفر ④ ارنیات ⑤ تعلیم و تعلم
- ⑥ علم الحساب ⑦ زریجات ⑧ زارچہ و زراچہ ⑨ نقوش و نقویداست

- ۶۰ طب ۶۱ ادویات ۶۲ لسانیات ۶۳ رسم الخط ۶۴ جرح و تعدیل ۶۵ درود و اذکار
 ۶۶ ایمانیات ۶۷ تکبیر ۶۸ توحیت ۶۹ اوفاق ۷۰ علم بیاضی ۷۱ بنگاری ۷۲
 زراعت ۷۳ تاریخ گوئی ۷۴ سیاسیات ۷۵ علم الادقات ۷۶ رد موسیقی ۷۷ قانون
 ۷۸ تشبیحات ۷۹ تحقیقات ۸۰ علم الادیان ۸۱ ماحولیات ۸۲ علم الایام ۸۳ تعبیر
 ۸۴ عرض و توانی ۸۵ علم البر والہجر ۸۶ علم الاوزان ۸۷ حکمت ۸۸ نقد و نظر ۸۹ تعلیقات
 ۹۰ موسیسات ۹۱ شہریات ۹۲ علم المناظر ۹۳ نفسیات ۹۴ صحافت ۹۵ علم الاموال
 ۹۶ عملیات ۹۷ مابعد الطبیعیات ۹۸ علم النور ۹۹ علم الاحکام ۱۰۰ عمرانیات
 ۱۰۱ عمل رمل ۱۰۲ لغت ۱۰۳ استعارات ۱۰۴ حیاتیات ۱۰۵ نباتات اور بے شمار

دوسرے علوم کا نام

ممکن ہے کہ بعض اہل نقد و نظر کو فاضل مقالہ نگار کی مذکورہ تحقیق مبالغہ آمیز یا معتقدانہ
 معلوم ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ فاضل مقالہ نگار کی تحقیق میں ذرا بھی مبالغہ یا اعتقادی عنصر کا دخل
 نہیں اس لئے کہ اگر فاضل بریلوی کے تجربہ علمی اور علوم پران کی مہارت دوسرے کے بارے میں تحقیق و
 تفحص سے کام لیا جائے تو مذکورہ تعداد میں اور امانتہ کیا جاسکتا ہے بلکہ فاضل بریلوی کے
 علوم پر دسترس و گرفت کا موضوع خود اتنا وسیع ہے جو مستقل طور سے تحقیق طلب ہے۔

۶۱۴۹۴/۵۱۲۰۹ پر یہاں پورہ مصنفات کوٹ اڈو مظفر گڑھ میں ایک جید عالم دین عبد العزیز
 پر یہاں پوری گذرے ہیں جنہوں نے فن عقائد کی مشہور کتاب "شرح عقائد" کی شرح نہ اس
 لکھی ہے وہ اپنے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ۔

"مجھے اللہ تعالیٰ نے دو سو ستر (۲۷۰) علوم میں مہارت کاملہ عطا فرمائی ہے جبکہ کسی
 طور پر اس کا عشر عشر بھی حاصل نہیں ہوا یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے؛ لہذا

علامہ معارفِ رضا ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات اہم احمد رضا کراچی ص ۲۳۳/۲۳۵

۲۔ تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان، عبد الحکیم شرف قادری، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۳۰

جس طرح علامہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ سب کچھ عطا ہے ربانی ہے جبکہ کسی طور سے اس کا عشر عشر بھی حاصل نہیں۔ بیویوں ہی فاضل بریلوی سے علم ریاضی کے ایک سوال کا تسلی بخش جواب پکار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر رضیہ رضا الدین نے حیرت میں ڈوب کر سوال کیا تھا کہ مولانا یہ تو فرمائیے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے ؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرا اس فن میں کوئی استاد نہیں میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، منہب اور تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے شرح خمینی مشروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو۔ مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کم ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَأَشَاءُ الْمُعْطَىٰ يَكْفِيكَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مَجْهُوَ عَطَا فَرَاتٍ هُوَ أَوْر
میں تقسیم کرتا ہوں۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاضل بریلوی کو ۱۰۵ علوم و فنون یا اس سے زائد علوم و فنون سے نوازیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اسی حدیث کی توجیہ کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں: یہ

رب ہے معطیٰ یہ ہیں قساہم
رزق اس کا بے کھلاتے یہ ہیں ۲

۱۰۵ معارفِ رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضاؒ ص ۲۱۸

۲۰ استاد۔ مولانا احمد رضا بریلوی، قادری بکھ پور بریلی ص ۲۲

۴
(ج)

مخصوص احباب

نعت گوئی کی ابتداء

اور

اس سے خصوصی شغف

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اجاب کی ایک طویل فہرست ہے جن میں ۲۱ اجاب کے ناموں کی فہرست پر و فیسٹر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی" میں تحریر کی ہے۔ فاضل بریلوی کے اجاب کا دائرہ اور ان کی تعداد صرف اتنی ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے مگر چونکہ ہمارے اس مقالے میں صرف مخصوص اجاب کا ذکر مقصود ہے اس لئے تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف مخصوص اجاب کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مولانا وصی احمد محدث سورنی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا وصی احمد ابن مولانا محمد طیب علیہما الرحمہ کے آباء واجداد مدینہ منورہ سے شہر سورت تشریف لائے۔

رسم بسم اللہ خوانی جب مکرم نے ادا فرمائی اور علوم عقلیہ کی تحصیل کے لئے والد ماجد کی خدمت میں زائونے ادب سے فرمایا مگر قدرت کی مشیت ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ کی جائداد وغیرہ لوٹ لی گئی اور گھر پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ تب عراق چلے گئے اور مکہ مکرمہ وغیرہ ہوئے ہوئے تین سال بعد پھر ہندوستان تشریف لائے اور وہاں مدرسہ حسین بخش، مولانا لطیف علی گڑھی مولانا احمد علی صاحب وغیرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سند و اجازت حاصل کی مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۸۶۷ء میں پبلی کھیت گئے اور وہاں تازہ ندگی درس حدیث دیتے رہے آپ کے درس حدیث کی دور دور تک شہرت پھیلی ہوئی تھی۔ اسی لئے جب تلامذہ کی فہرست پر نظر پڑتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ پورا ہندو پاک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور علم و معرفت کے نور سے اپنے قلوب

اور زندگی منور کرتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے آپ کا اچھا خاصہ ربط تھا۔ حجابی اولیٰ
۱۳۳۲ھ کو آپ کا انتقال ہوا اور سلی بھیت میں تدفون ہوئے۔
ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

مولانا وصی احمد المحدث السورتی من خالص اصداقائہ
مع ان المحدث السورتی اکبرمتہ بنوعشہ من سنتہ۔
مولانا وصی احمد محدث سورتی (فاضل بریلوی) کے نخلص دوستوں میں تھے یا وجود
وہ عمر میں فاضل بریلوی سے بیس سال بڑے تھے۔

مولانا عبد القادر بدایونی علیہ الرحمۃ

مولانا عبد القادر بدایونی ابن سیف اللہ السلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس
سرہ، ارجب المرجب ۱۲۵۳ھ میں بدایوں میں متولد ہوئے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔
الشاہ عبد القادر البدایونی مجل العالم الکبیر الشاہ
فضل رسول البدایونی المتوفی فی عام ۱۳۷۹/۱۸۶۲ء وتلمیذ العلامة فضل حق
النجیابادی المتوفی ۱۳۷۸/۱۸۶۱ء کان استاذہ العلامة فضل حق یفانحزبہ
ویفضلہ علی ائی الفضل والفیض فی الذکاء والفتنۃ وسرعة الفہم
کان الشیخ احمد رضا یحبہ ویوقرہ ویستاورہ فی المسائل
العلمیۃ ببدا یوں ایامًا بہذا الخصوص قرص قصیدتہ الملحمیۃ

ذکرہ رضا - محمد احمد مصباحی حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ ۳۸/۳۷

ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

چراغ انس

۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء فی فضالہ و مناقبہ و احسانات الی کتاب والد
مولانا فضل رسول الابدیونی المسمی بالمعتقد المنتقد ر ۱۳۷۰ھ/۱۸۵۳ء
تعلیقات ہامہ تسمی بالمعتقد المستند بنیاء انجات الابد ر ۱۳۲۰ھ
۱۹۰۲ء) و صدر الکتب مع التعلیقات مراراً و اخیراً من استنبول بترکیہ
قد نظم القاضی البریلوی و ضابطہ مدحیہ لبعنوان مداح فضل رسول
فی فضائلہ و مناقبہ

شاہ عبد القادر بدیونی ایک جید اور بزرگ عالم فضل رسول بدیونی دستوری
۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء کے فرزند ہیں اور علامہ فضل حق خیر آبادی (مستوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کے شاگردان
کے استاد علامہ فضل حق خیر آبادی کو مولانا عبد القادر بدیونی پر بڑا فخر تھا اور وہ ذہانت و
ذکاوت اور سرحسب فہم میں مولانا عبد القادر بدیونی کو ابو العفضل نعیمی پر فضیلت و برتری
دیتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ان سے غارت درجہ محبت کرتے تھے ان کی تعظیم بھی کرتے تھے
اور مسائل علمیہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ مولانا عبد القادر بدیونی ان تمام خصوصیات کے ساتھ
ایک زمانہ تک بدایوں میں قائم رہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے ان کے فضائل و مناقب میں، چراغ انس، ۱۳۱۸ھ
۱۹۰۰ء کے نام سے ایک مدحیہ تصنیف تحریر فرمایا۔ اور ان کے والد مولانا فضل رسول
بدیونی کی کتاب المعتقد المنتقد (۱۳۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر تعلیقات لکھی جس کا نام المعتقد
المستند بنیاء انجات الابد (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) ہے اور یہ کتاب مع تعلیقات مستدر بار شائع
ہو چکی ہے۔ مکتبہ استنبول ترکی سے بھی شائع ہو چکی ہے فاضل بریلوی کے فضائل و مناقب میں ایک

مدرسہ شیخ احمد رضا خاں البریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ کراچی ص ۵

درجہ تصنیف بھی مداح فضل رسول کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔

تصنیفات

- (۱) احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی)
- (۲) سیف الاسلام الملول (فارسی)
- (۳) حقیقۃ الشفاۃ علی اہل السنۃ والجماعۃ
- (۴) شفا السائل بحقیق المسائل
- (۵) دیوان عربی در لغت مصطفیٰ صہلی الشر علیہ وسلم
- (۶) ہدایت الاسلام
- (۷) تاریخ بدایوں
- (۸) دیوان عربی
- (۹) دیوان فارسی
- (۱۰) دیوان اردو عطا

حضرت مولانا عبد السلام صاحب جلیپور می علیہ السلام

آپ کا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے تین سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبد الکریم قادری قدس سرہ کے ساتھ حیدرآباد دکن سے جلیپور تشریف لائے۔ چودہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور تمام ظاہری و معنوی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔

فاضل بریلوی نے مولانا عبدالسلام جلیپوری کو ایک منظوم خط تحریر کیا تھا جس میں مولانا عبدالسلام جلیپوری کی بڑی پذیرائی کی ہے جس سے دو نول حضرات کے باہمی غلوں و محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

کے الحمد یامن عینی و کفنی	صلواتک دوٹا علی المصطفیٰ
و آل و اصحاب و اتبایہم	و عنوث الوری و اشیاہم
سپس بہر عبدالسلام میں سپاس	کہ از شکر خالق بود شکر تاس
وطن گرچہ آرام را در خور است	جلیپور مارا از و خوشتر است
نه از خود شد او فرحت افزا مقام	کہ از عید الاسلام عبدالسلام
تولائے اصحاب اُن محترم	بر انگینتہ از وطن خاطر م
سلامت بود شاہ عبدالسلام	بحق محمد علیہ السلام
الہی نگہ دار برہان حق	بود و انما از وے اعلان حق
برائے تو نسل تو دایم	بود از احد لطف احمد رضا
توئی حافظ حق و عبد شکور	از انت بود فضل حق را ظہور
ہمیشہ بود کار تال را نظام	محمد بود عنوث تال بال دوام
بودی و قسیم معنی و دود	بسے جلد تال حافظ از ہر عنود
توئی زاہد و زاہداں راعطاس	ز در گاہدب و زا احمد رضا است

خوش آناں کہ از نام عنوث بلند

مزا دار حمد و رمنائشہ اند

۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء کو مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے مولانا عبدالسلام جلیپوری کو اپنے ہاتھوں سے عربی زبان میں لکھ کر مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت و خلافت کی

بے اکرام امام احمد رضا۔ مفتی محمد برہان الحق۔ مجلس علماء منظم پورہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء

سند عطا فرمائی۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ / مطابق ۱۳ فروری ۱۹۵۳ء میں آپ کا دہمال ہوا اپنے والد ماجد کے پہلو میں عید گاہ جلیپور میں دفن ہوئے۔

مولانا سید احمد اشرف جیلانی قدس سرہ

سید احمد اشرف جیلانی کچھوچھوی، سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے فرزند ارجمند تھے آپ کے والد سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے بارے میں ڈاکٹر محمد سعید احمد لکھتے ہیں،

”الشاہ علی حسین کثوثوی کان عالماً جلیلاً و زاراً للدول لایلاً
و بایح علی یدیدہ منات من المشائخ و العلماء و اعتنق الاسلام الارف
من الکفر و المشرکین بدعوتہ کان المشیخ احمد رضا یحبہ
حبا جتاً،“

آپ کا تاریخی نام ابوالمحمود سید شاہ احمد اشرف ہے ۱۲ شوال ۱۲۸۶ھ میں جمعہ کے دن کچھوچھوچھو شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کچھوچھوچھو میں پائی مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے علوم مروجہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ نے کسی بھی ادارہ سے دستار بندی نہیں کرائی اس لئے کہ ایک بار خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھوں اور لوزاتی انگلیوں سے آپ کے سر پر دستار باندھی جس کے بعد آپ نے کسی مدرسے میں دستار بندی کرانے سے انکار کر دیا۔ مولانا احمد رضا بریلوی آپ سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے اور تعظیم و تکریم

ر الشیخ امام احمد رضا خاں البریلوی۔ الدکتور محمد سعید احمد جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۸

م الاستمداد - امام احمد رضا خاں بریلوی - قادری بکڈ پور بریلی ص ۹۳

میں والد ماجد کی حیات بری میں ۱۳۳۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ

نام محمد نعیم الدین لقب صدر الافاضل اور استاذ العلماء ہے۔ تدریجی نام غلام مصطفیٰ صاحب المنظر ۱۳۳۲ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز دو شنبہ شہر مراد آباد میں پیدا ہوئے والد ماجد اور مورث اعلیٰ مولانا معین الدین نزہت ابن مولانا امین الدین راسخ ابن مولانا کریم الدین آرزو اپنے زمانے کے مشاہیر علماء و شعراء میں شمار کئے جاتے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد گرامی مولانا معین الدین نزہت سے حاصل کی اٹھ سال کی عمر میں حافظ سید نبی حسین اور حافظ حفیظ اللہ خاں کے پاس قرآن پاک حفظ کیا۔

مولانا ابوالفضل فضل احمد سے عربی اور طب کی تعلیم حاصل کی منطق کی مشہور کتاب مسکن بھی انہیں سے پڑھی۔ اس کے بعد مولانا گل محمد صاحب کے پاس حاضر ہو کر بقیہ درس نظامی کی کتابیں اور حدیث، منطق، فلسفہ، اقلیدس وغیرہ کی تکمیل کی۔ بیس سال کی عمر میں ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء دارالعلوم امدادیہ سے سند فضیلت حاصل کی سلسلہ داریہ میں اپنے استاذ مولانا گل محمد سے بیعت ہوئے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی اپنے زمانے کے یکتائے روزگار مناظر بھی تھے مناظرہ میں آپ کو یدِ طوفی حاصل تھا۔ آریوں، ہندوؤں اور عیسائیوں سے کسی ایک مناظرے کئے جس میں آپ کو فتح و کامیابی حاصل ہوئی اور مخالفین کو شکست فاش، مخالفین حجاب خاسر ہو کر اسلام کی حقانیت کے معترف ہو گئے۔

معارفِ رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۵ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۹۹

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ :

.. مراد آباد بازار چوک میں آریہ مبلغ روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریریں کرتے تھے حضرت مسجد قلعہ سے جمعہ پڑھا کر واپس آ رہے تھے۔ ملاحظہ فرمایا کہ آریہ اعتراض کر رہا ہے اور شاہی مسجد کے مدرسے کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کو جواب دے رہے ہیں اور جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہو گئے اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے میرے اہل خانہ کا جواب نہ دے سکے حضرت نے فرمایا پنڈت جی! آپ کا کیا اعتراض ہے؟ بیان کیجئے میں جواب دیتا ہوں۔ اس نے بڑی تسلی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے آپ کیا جواب دیں گے۔

حضرت نے فرمایا، آپ اعتراض تو کیجئے پھر دیکھئے کہ تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں اس نے کہا، آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ زید حضرت کے بیٹے نہ تھے متبنی تھے جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں۔ حضور نے کرم سے انہیں اپنا بیٹا بنایا تھا۔ شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا ہوتا ہے نہ وہ ورثہ پاتا ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے۔ آریہ کہنے لگا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اسے ملتے ہیں۔

حضرت نے دلائل عقلیہ سے اسے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ حقیقت میں جس کے لطف سے وہ پیدا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا اسے ایسے عمدہ پیرائے سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا مگر وہ پنڈت ہند سے کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا۔ سارا مجمع اس سے کہتا ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھ مگر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔ حضرت نے کہا کہ اچھا میں ابھی تجھے منوانے دیتا ہوں۔ سونو مجمع والو! میں کہتا ہوں

کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو تو میں مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہو گے اور بقول ہمارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے۔ بیٹے کی بیوی تمام اور بیٹے کی مال حلال تو ہتھاری مال میرے لئے حلال ہو گئی۔

کہنے لگا آپ گالی دیتے ہیں۔ فرمایا میرا دعائیت جب تو خود اسے گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہو جاتا۔

یہ سن کر پنڈت مجمع سے چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے تھے اب میں جاتا ہوں۔

فاضل بریلوی کے تمامی اجاب میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی کو فوقیت حاصل ہے مولانا نعیم الدین مراد آبادی فاضل بریلوی سے از حد محبت کرتے تھے حتیٰ کہ فاضل بریلوی سے ملاقات کے لئے ہر ہفتہ مراد آبادی سے بریلی تشریف لاتے تھے اور فاضل بریلوی بھی مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور بڑے ہی خلوص و محبت سے پیش آتے تھے اور اکثر مناظروں میں آپ ہی کو بھیجتے تھے۔ ایک جگہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں:

میرے نعیم الدین کو نعمت
اس سبب میں سماتے یہ ہیں۔

آپ ایک ماہر سیاست داں بھی تھے آپ کی سیاست کا محور و مرکز اسلامی تعلیمات تھی۔ اپنے عہد کی ہردینی، ملی، سیاسی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۱۹۲۵ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ مراد آبادی سے ایک دینی مجلہ "سواد اعظم" کا اجرا کیا اور ۱۳۲۵ھ میں مراد آبادی میں ایک اسلامی ادارہ اہل سنت و جماعت قائم کیا بعد میں اس ادارہ کا نام بدل کر "جامعہ نعیمیہ" رکھ دیا گیا۔

۱۸ رزی الحجہ ۱۳۶۶ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور جامعہ نعیمیہ ہی کے ایک گوشے

۱۷ الاستمداد - امام احمد رضا قادری - قادری بک ڈپو بریلی ص ۹

۱۸ معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۰۲/۲۰۳

میں دفن ہوئے۔

تصانیف

- | | |
|-------------------------|-------------------------------|
| (۹) کشف المحاب | (۱۱) تفسیر خزان العرفان |
| (۱۰) اسواط العذاب | (۱۲) الطیب البیان |
| (۱۱) الفرائد النور | (۱۳) الکلمۃ العلیا بایۃ کلامہ |
| (۱۲) کلین غریب و لؤلؤ | (۱۴) التمیقات |
| (۱۳) ریاض نسیم | (۱۵) کتاب العقائد |
| (۱۴) احقان حق | (۱۶) سوانح کربلا |
| (۱۵) افادات صمد الافاضل | (۱۷) زاد المؤمن |
| (۱۶) مجموعہ فتاویٰ | (۱۸) آداب الاخیار |

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف ابن مولانا حکیم سید محمد عبدالقدوس سزہ النزیہ ۱۲۹۵ھ
مدینہ کو نقلہ میرداد پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد اور مولانا حسن
استحالی سے حاصل کی۔

- ۱۔ الاستمداد - ام احمد رضا قادری - قادیان بک ڈپو بریلی ص ۹۲
- ۲۔ معارف رضا شمارہ، مضمون ۱۹۸۵ء ادارہ تحقیقات ام احمد رضا کراچی ص ۲۸
- ۳۔ لقیہ اسلام - ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ ص ۲۸
- ۴۔ معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات ام احمد رضا کراچی ص ۲۸

بقیہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم مدرسہ حنفیہ جو نپور میں استاذ العلماء مولانا پدایت اللہ رام پوری
 ثم جو نپوری تلمیذ ارشد علامہ فضل حق خیر آبادی سے حاصل کی ان کے علاوہ مولانا یار محمد بدایونی
 سے بھی نسبت یعنی کیا اور عارف باللہ مولانا نور محمد امدق دہلوی سے بیعت ہوئے ۱۹۰۸ء
 میں اے ایم او کالج علی گڑھ میں اسلامیات کے استاذ مقرر ہوئے ۱۹۲۱ء میں مسلم یونیورسٹی
 علی گڑھ میں اسلامک اسٹڈیز Islamic Studies کے ریڈر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر اقبال اور
 ڈاکٹر سہیل الدین احمد آپ کے علم و فضل کے قدرواں تھے۔ آپ نے ایسی ایسی عظیم اور نابونہ
 روزگار اور مستبحر شخصیتوں کو جنم دیا جن کے علم و فضل کی بانگ جس آج بھی سنائی دیتی ہے۔
 بجا ہے آج علم کا جو ساز دوستو!
 یہ بھی اسی جس کی ہے آواز دوستو

ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی
 علی گڑھ، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ اغانی صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی، پروفیسر ایم ایم
 احمد سابق صدر شعبہ فلسفہ کراچی یونیورسٹی، سید امیر الدین قدوائی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی،
 قاری محمد انور صدیقی، علامہ شبیر احمد عسکری، ڈاکٹر سید معین الحق اور ڈاکٹر فضل الرحمن الفساری
 وغیرہ۔

پروفیسر سید سلیمان اشرف فاضل بریلوی کے بہت قریبی اور نخلص اجبار میں تھے
 فاضل بریلوی نے آپ کو بیعت و خلافت سے بھی نوازا اور آپ کے علمی تجربے کے معترف بھی تھے
 ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء کے آس پاس جب ڈاکٹر سہیل الدین احمد والس چانسلر مسلم یونیورسٹی
 علی گڑھ کو علم ریاضی کے ایک مسئلہ میں وقت محسوس ہوئی تو انہوں نے اس کے حل کے لئے
 جرمنی کے سفر کا ارادہ پر پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب سے ظاہر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ

ڈاکٹر معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۱۱

۱۸۳

آپ جرمی جانے سے پہلے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے ملاقات کر لیں وہ علم ریاضی میں ابھی دسترس رکھتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کی وقت یہیں دور ہو جائے اور انشاء اللہ دور ہو جائیگی اس پر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے فرمایا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں کہاں کہاں تعلیم حاصل کر کے آیا ہوں مگر نہیں حل کر سکا اور آپ ایسی شخصیت کا نام لیتے ہیں جس نے بیرونی ممالک تو کیا اپنے شہر کے کسی کالج میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بات آئی اور گزری۔ چند دنوں کے بعد جب پھر پروفیسر سید سلیمان اشرف کی ملاقات ڈاکٹر سر ضیاء الدین سے ہوئی تو پھر پریشانی کے آثار دیکھ کر دوبارہ عرض کیا کہ آخر بریلی جا کر مولانا احمد رضا خاں سے مل لینے میں کیا حرج ہے اگر مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو بہا ورنہ جرمی حاضر تشریف لے جائیں۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے دماغ میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کی بات بیٹھ گئی اور وہ بریلی مولانا احمد رضا خاں کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی منشا پا کر پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فرمایا کہ آپ سفر کی تیاری پوری کر لیں میں بھی آپ کے ہمراہ بریلی چلوں گا۔

الحاصل ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے اس سفر کے متعلق ایک تفصیلی خط لکھ کر پہلے پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فاضل بریلوی کو باخبر کر دیا اور ایک دن ڈاکٹر سر ضیاء الدین کو ہمراہ لے کر فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فاضل بریلوی نے دونوں حضرات کو خوش آمدید کہا اور تنظیم و تکریم کی اس لئے کہ دونوں حضرات سید تھے اور فاضل بریلوی سیدوں کی از حد تعظیم و تکریم فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے سر ضیاء الدین کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا غیر حل شدہ ریاضی کا وہ مسئلہ بیان کیا۔ فاضل بریلوی نے آٹا فانا ڈاکٹر صاحب کے اس مسئلہ کو حل کر دیا ڈاکٹر صاحب عبرت و استعجاب کے عمیق سمندر میں ڈوب گئے اس کے بعد دیر تک علم ریاضی ہی کے چند مسائل پر تبادلہ خیال کیا اور اس کے بعد باہر آ گئے۔ باہر آ کر پچانک میں کرسی پر

بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید سلیمان اشرف سے کہا۔ یار! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توحیت و غیرہ میں اتنی زبردست قابلیت اور بہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد حل نہ کر سکی حضرت نے چند منٹوں میں حل کر کے رکھ دیا۔ صحیح معنوں میں یہ ہستی لڑیل رابڑ کی مستحق ہے مگر گوشہ نشین ریاد اور نام و نمود سے پاک شخصیت شہرت کی طالب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو۔ مولانا! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے زحمت سے بچالیا۔

فاضل بریلوی اور پروفیسر سید سلیمان اشرف کے باہمی مجاہدہ رابطوں پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر موصوف کے شاگرد رشید ڈاکٹر عابد علی مہتمم دار القرآن پنجاب یونیورسٹی رتھن پور میں۔

مولانا مرحوم احمد رضا بریلوی کے بارے میں میرے بالواسطہ تاثرات کا ذوق اور قیمتی حصہ وہ ہے جو مجھے اپنے استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف کی وساطت سے حاصل ہوا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مجھے برسوں ان کی مربیانہ حمیت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ وہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت سے از حد متاثر تھے اسی دور کی دو اور شخصیتوں کو ساتھ ملا کر سید صاحب فرمایا کرتے تھے۔ ان تینوں ہستیوں کو دیکھ لینا چاہیے پھر ایسے لوگ نہیں ملیں گے استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف پر حضرت مولانا بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ دراصل استاذ محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا سلیمان اشرف سے شرف تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی حاصل رہا میں دیکھتا کہ حضرت مولانا بریلوی کا ذکر چھیڑ دیتے اور یوں محسوس ہوتا کہ اکثر انہیں

علامہ معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۲۲

کے تصور میں مگن رہتے ہیں حتیٰ کہ استاذ محترم کی طبیعت انہیں کے رنگ میں رنگ لگی تھی۔
 پروفیسر رشید احمد مدنی سابق صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنی کتاب "گنہائے
 گرانمایہ" میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کا ذکر خیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مرحوم میں اپنے استاد ہی کا ہیرو تھو، وطن طنز تھا ان کی شفقت میں بھی ہیرو تھو کار فرما
 تھا میں نے مرحوم کو جھجک کر یا بول بول باتیں کرتے کبھی نہ پایا۔

پروفیسر سید سلیمان اشرف اپنے وقت کے ایک لائق و فائق سیاست دان بھی تھے۔
 سیاست میں ان کا موقف فاضل بریلوی کے سیاسی موقف کا حامی اور آئینہ دار تھا۔ اس وقت کا
 سیاسی ماحول ہماری اور سراسیمکی کی نذر تھا۔ سلطنتِ مغلیہ کا بہت پہلے ہی خاتمہ ہو چکا تھا
 انگریزی حکومت بھی روبہ زوال تھی اس کے ایوانوں میں بھی زلزلہ رونما ہو چکا تھا۔ ہندوستانی
 سیاست انہی سیاست پر نمودار ہو رہی تھی مگر اس کی پرورش انگریزی حکومت اور ہندو لیڈروں
 کی فکری آغوش میں ہو رہی تھی جس کی وجہ سے اسلامی سیاست سخت مجروح ہو رہی تھی جس کا اثر
 اتنا غلط مرتب ہوا کہ اسلامی سیاست پر ایک دبیر چادر پڑ گئی اور اس کی حیثیت کو پردہِ انتہائی
 نے ڈھانپ لیا۔ جس کی بہتوں تک صرف انقواءت و اساتذہ المؤمنین کے مصداق چند اکابر
 کی ہی نظر دور رس پہنچ رہی تھی۔ مسلم حلقوں میں افراتفری مچی ہوئی تھی غرضیکہ اس بحرانِ سیاسی
 ماحول یا طوفان میں مسلم عوام و خواص کی اکثریت غوطہ زن تھی۔ مگر چند افراد اس سیاسی بحران سے محفوظ
 تھے اور قوم مسلم کو سچی سیاسی تصویر دکھا رہے تھے انہیں میں فاضل بریلوی اور ان کے مخلص دوست
 پروفیسر سید سلیمان اشرف بھی تھے۔ پروفیسر رشید احمد مدنی اس دور کی سیاسی منظر کشی کرتے
 ہوئے لکھتے ہیں:

اس وقت اس معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے یہی باتیں ٹھیک

علامہ احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد۔ رضا انٹرنیشنل اکیڈمی مبارق آباد ص ۵۷

فقہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشن سنو پرنٹرز لاہور ۲۶۲

میں اس کے علاوہ کوئی بات ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔ کالج (علی گڑھ) میں عجیب افراتفری تھی (مرحوم سید سلیمان اشرف) مطعون ہو رہے تھے لیکن پھرے پر کوئی اثر نہ تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق۔ سیلاب گذر گیا جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی ہے آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آپکے تھے مہرٹ مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے بلکہ (ص ۲۹) گجھانے گرانمایہ مکتبہ جامعہ نئی دہلی) پر و فیسریہ سلیمان اشرف ایک بہترین استاد، ماہر سیاست دان، جید عالم خطیب اور بے مثال مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے عظیم فنکارانہ صلاحیت رکھنے والے محقق و مولف بھی تھے بالفاظ دیگر آپ کی شخصیت مجمع الصفات تھی آپ کا انتقال ۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ / ۲۵ اپریل ۱۹۳۹ء کو علی گڑھ میں ہوا اور آپ کی تجہیز و تکفین بھی علی گڑھ کے قبرستان میں ہوئی۔

تصانیف

(۱) امتناع التنظیر	(۶) السبلاخ
(۲) الحج	(۷) الرشاد
(۳) المبین ۳	(۸) السبیل
(۴) الاہنار	(۹) الخطاب ۲
(۵) النور	

۱۔ معارف رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۵۵
 ۲۔ علامہ اقبال نے بڑی تعریف کی ہے۔ ایک موقع پر مولانا سے علامہ نے فرمایا، آپ نے عربی زبان سے ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کی طرف پہلے کبھی میرا ذہن نہیں منتقل ہوا تھا ص ۱۸۱
 ۳۔ معارف رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۸۱

نعت گوئی کی ابتدا اور اس سے خصوصی شغف

بنیادی طور پر لغت شاعری کا محرک عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جب سینہ و دل میں عشق رسول کی آگ سلگتی ہے تو موزوں طبع لوگوں کے زبان و قلم سے نعت رسول وجود میں آتی ہے۔ عشق رسول میں عشق یا پائے کا ہوگا نعتیں بھی اتنی ہی پراثر ہوں گی۔

نعت گوئی کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے حضرت شاعر مکتبوی نے اپنے مقالہ تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضاناریوی کا منصب "میں لکھتے ہیں:

نعت گوئی کی دو حیثیتیں ہیں (۱) وہ نعت گوئی جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہو جاتی ہے (۲) وہ نعت جو عشق سے چل کر ایمان پر ختم ہو جاتی ہے۔ رضاناریوی کی نعت دوسری حیثیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی لئے ان کی نعت گوئی اپنے معیار کے اعتبار سے ایک انفرادی و امتیازی شان کی مالک نظر آتی ہے۔ نعت کہتے وقت قرآن کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ قرآن سیرت مصطفیٰ کا آئینہ ہے اور اس آئینے کو رد و رکھنے کے بعد فکر کی رفتار میں کسی لغزش کا امکان ہی نہیں رہتا۔ ان کا یہ مصرعہ ان کی نعتوں کا معیار پر رکھنے کے لئے بہت کافی ہے ع

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی "ط

حضرت رضاناریوی کے سینے میں عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کے حرکات و سکنات اور ہر جز و دوکل سے عشق مصطفیٰ ہی پیکتا تھا جس کا اندازہ ان کی سیرت اور لغت کلام سے لگا یا جا سکتا ہے۔

ط تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضاناریوی کا منصب۔ شاعر مکتبوی۔ مرکزی مجلس رضانالابور ص ۲۳/۲۴

مولانا بدرالدین احمد حضرت رہنما بریلوی کی نعت گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد ڈر پائی تو اور ورد عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے اور یہی اشعار آپ کی سوزن عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے۔ چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد ڈر پائی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بیزار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں ہے۔

جیسی تو آپ فرماتے ہیں ۱

تنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قلیف تھی

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فرزول کرے خدا
جس کو ہو درد و کامزہ ناز و دوا اٹھائے کیوں

حضرت رہنما بریلوی کی نعت گوئی کو عصری یا زمانی قیود میں مقید نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اس عمر کو پہنچ کر نعت گوئی کی ابتدا کی۔ بلکہ وہ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ عشق رسول کا جام لبالب آپ نے روز الست ہی لاش فرمایا تھا۔ جب عشق رسول کا درد آپ کو بے چین کرتا تو آپ نعت کہنے لگتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

بجہ اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ اور
دوسرے پر محمد رسول اللہ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا ۲

ملا سوانح اعلیٰ حضرت، مولانا بدرالدین احمد قادری ص ۳۸۵

ملاحات اعلیٰ حضرت، علامہ بدرالدین بہاری ص ۲

شمع طیبے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلاوے شریر آتش پہناں ہم کو

خاک ہو جائیں در پاک پر حسرت مٹ جائے
یا الہی نہ پھر اے سرد سال ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم مری بیتابی سے
چین لینے دے تپ سینہ سوزاں ہم کو

میرے ہرزخم جگ سے یہ نکلتی ہے صدا
اے طبع عربی کر دے نمک داں ہم کو

رحم فرمائیے اے شاہ کہ اب تاب نہیں
تا بچے خون رلائے غم حبراں ہم کو

حضرت رضا بریلوی نے کسی سے شریعت تلمذ بھی نہیں حاصل کیا اور وہی کسی سے
اصلاح لی بلکہ وہ تلمیذ الرحمن تھے (الشعراء تلامیذ الرحمن) ڈاکٹر محمد سعید احمد لکھتے ہیں:
"وہ عاشق مہادق تھا وہ کسی کا شاگرد نہ تھا۔ شاگرد تو غالب بھی کسی کا نہ تھا مگر وہ
عاشق مہادق نہ تھا۔" ۱

آپ فرماتے ہیں ۲

جین طبع ہے ناسودہ داغ شاگردی

عبارت منبت اصلاح سے ہے وامن دور ۳

ہاں اتنا ضرور تھا کہ جب وہ اپنی فکر کو مہمیز لگاتے تھے تو قرآن مقدس کو پیش نظر
رکھتے تھے وہ قرآن مقدس جس کے نزول کا بنیادی سبب "ہمئی اللہاں" ہے فرماتے ہیں ۴

۱۔ عاشق رسول۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۱۱

۲۔ سعادت رضا ۱۹۸۲ء ادارہ کئیفات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵

ہوں اپنے کلامے نہایت محفوظ
یہاں سے المنتہ بشد محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی کی

یعنی رہے احکام نہ مثبت ملحوظ

جس کی نعت گوئی کا محور و مرکز قرآن مقدس ہو وہ قرآن مقدس جو سراپا رشد و ہدایت اور صحیح علوم و فنون کا مجموعہ ہے۔ اور رب کی زبان میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت تو ایسی نعت کا ثبات کا سب سے بڑا ثبوت ہے جہاں سے نعت گوئی کی توفیق سے اس کے بند سے ایسی نعتیں کہیں گے تو وہ تمام غیر شرعی امور سے منزہ ہوں گا اور جب وہ نعتیں پڑھی جائیں گی یا سنی جائیں گی تو قرآن کے پڑھنے اور سننے کا سادھن محسوس ہو گا۔ یہو جب ہے کہ جب حضرت رضا بریلوی کی نعتیں گوش و ہوش سے گذرتی ہیں تو روح و جد کرنے لگتے ہیں اور زندگی اپنی مسراج پالیتی ہے۔ مزید برآں اگر نعت گوئی میں استفادہ یا رہبری کی حضرت محسوس کرتے ہیں تو شاعر ہارگاہ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم کو لمان منزل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

توشہ میں غم و اشک کا سماں بس ہے
افغان دل زار حدی خواں بس ہے

رہبر کی رہ نعت میں کچھ حاجت ہو

نقش قدم حضرت حسان بس ہے

جب حضرت رضا بریلوی اپنے آقا و مولیٰ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے ہیں تو اس وقت محبت رسول آپ کو بے چین کرتی ہے۔ سوزش عشق کی کرب انگیزیوں مضطرب کرتی ہیں، درد عشق دو گنا نہیں گنا نہیں بلکہ بے کراں ہو جاتا ہے اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو بے ساختہ زبان پر نعتیہ اشعار

اے رخصت چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں اے خدا نہ کرے

یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب میں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

یوں ہی ایک نعتیہ غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں

تساقطے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الہی مری تہنائی کی

یہ ایک فطری امر ہے کہ جب کوئی شخص دیارِ محبوب کی طرف جاتا ہے تو اس وقت اس کو بلا تکلف اپنے محبوب کی یاد آجاتی ہے۔ ایسے میں اس شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اے کاش اس شخص سے پہلے میں اپنے محبوب کی زیارت سے اپنے قلب و جگر کو ٹھنڈا کرتا۔ یوں ہی جب روادِ مدینہ کا قافلہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے پارہنگا ہوا ہوگا اور وہ بھی حضرت رخصتِ بلوی جیسے عاشقِ مہلوق کے سامنے تو وہ سارا منظر دیکھ کر آپ پر کیا گدڑی ہوگی۔ دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہوگا اور ایسے میں جو آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد آئی ہوگی تو بالکل اسی طرح ہے

آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی

ہر نفس ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

یقیناً ایسے میں ایک سرد آہ کے ساتھ آپ کی زبان سے نعت کا یہ مطلع نکلا ہوگا۔

تساقطے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی

مشکل آسان الہی مری تہنائی کی

حضرت رخصتِ بلوی نے دوبار حج کیا تھا پہلی بار فریضہ حج ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

میں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں۔ دونوں بار آپ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے بلکہ پہلی بار فریضہ حج ادا کرنے کے بعد دوسری بار فریضہ حج ادا کرنے کے بعد دوسری بار فریضہ حج ادا فرمایا۔ فرماتے ہیں سے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے

اصل مراد حاضر ہی اس پاک در کی ہے

پہلی بار حج فرض ادا کرنے کے بعد حیب مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوتے ہیں تو تمام اوراق و وظائف کو منقطع کر کے نعت شریف کے مقدس وظیفے کو جاری رکھے ہوتے نظر محبوب میں ڈوب کر ارشاد فرماتے ہیں سے

بھینی سہانی صبح میں سٹنڈک جگر کی ہے
 کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کہہ کر کی ہے
 کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سر کی ہے
 چبھتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے
 ہم جائیں اور قدم سے پٹ کر حرم ہے
 سو پنا خدا کو تجھ کو یہ عظمت سفر کی ہے
 ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
 او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم دسر کی ہے
 واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جان نو
 یہ راہ جانقرا مرے مولیٰ کے در کی ہے
 اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
 حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

زندہ رہیں تو حاضر ہی بارگہ نصیب
 مرجائیں تو حیاتِ ابد عیشِ گھر کی ہے
 طیر میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
 یہی سڑک یہ شہر شفاعتِ نگر کی ہے
 سرکارِ ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں
 ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے
 مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
 سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
 افسدے حیاتیاں کر یہ منہ اور تر سے حضور
 ہاں تو کریم ہے تری خو در گذر کی ہے
 تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
 کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
 جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں
 کیا پرسش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے
 منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین سہی
 دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے
 سنگی وہ دیکھ باہر شفاعت کہ دے ہوا
 یہ آبر و رضا تر سے داماں تر کی ہے

اسی نعمت کے تسلسل میں ایک اور نعمت بھی ہے۔ جب حضرت رفعت بریلوی
 روئے رسول سے قریب ہوئے تو دل کی دھڑکنوں میں بے ساختہ اضافہ ہو گیا بے خودی
 اور وارفتگی میں ڈوب کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس روہے کے جلوہ زیبا

کی دید کے لئے حجاج کرام کو دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

حاجو آؤ شہنشا کا روم نہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
اب مدینے کو چلو مسیح دل آرا دیکھو

آپ زمزم تو پیا خوب بھجائیں پیاسیں
آؤ جو دیشہ کورٹ کا بھی دریا دیکھو

دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بے تابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کاڑ پنا دیکھو

کر چکی رفعت کعبہ پہ نظر پروازیں
لوٹی اب سحام کے خاک در و آلا دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

خوب سعی میں بہ امید صفا دوڑ چکے
رہ جاناں کی صفا کا بھی تماشا دیکھو

رقص بسمل کی پیساریں تو مسنی ہیں دکھیں
دل خوں ناپہ نشاں کا بھی سڑ پنا دیکھو

غور سے سن تو رہنا کعبہ سے آتی ہے ہدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کار و دیکھو

جب دوسری بار ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں عازم سفر ہوئے تو ادائیگی حج کے بعد
حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۃ الکریمہ کا رخ کرتے ہوئے مدینہ طیبہ کی

حرف کوچ کرتے ہیں تو اس وقت بھی حسب سابق نعت کا وظیفہ جاری رکھتے ہیں اور کیوں نہ
 وظیفہ نعت جاری رکھتے ہیں جبکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت مقصود ہے۔
 چنانچہ اس نعت عظمیٰ پر شکر الہی بجالاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
 جس پر نثار جان و صلاح و ظفر کی ہے

گرمی ہے، تپ ہے، درد ہے، کلفت سفر کی ہے
 ناشکر! یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

وہ دیکھ جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
 یہ ہرول نہیں کہ بیت و چہارم صفر کی ہے

ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
 یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

مَنْ ذَا رُؤْيَيْهِ وَجِبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي
 ان پر درد جن سے تو یہ ان بشر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
 اصل مراد حاضر ہی اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیب ہی کہا
 پوچھا تھا جب کسی نے کہ نہ ہنبت کدھر کی ہے؟

ان پر درد جن کو حج تک کریں سلام
 ان پر سلام جن کو سحیۃ سحر کی ہے

ان پر درد جن کو کس بیکیاں کہتیں
 ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام

یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام

خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام

تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام

کلمے سے تری زبان درخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام

لمجا یہ بارگاہ و عار و اثر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام

راحت انہیں کے قبول میں شوریدہ سر کی ہے

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام

مرہم بہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام

یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے

سب کرو فر سلام کو حاضر ہیں السلام

ٹوپی بہیں تو خاک پہ ہر کرو فر کی ہے

اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام

یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہل نظر کی ہے

دنداں کانت خواں ہوں نہ پایاب ہوگی آب
ندی گلے گلے مرے آپ گہر کی ہے
یارب رمضانہ احمد پارینہ ہو کے جائے
یہ بارگاہ تیرے حبیب ابر کی ہے

توفیق دے کہ آگے نہ پیدا ہو خوںے بد
تبدیل کر جو خصلت بد پیشتر کی ہے
آکھ سناوے عشق کے بولوں میں اے صننا
مشتاق طبع لذت سوز جگر کی ہے

حضرت رتنابریلوی کے لغتیہ دیوان "مدائق بخشش" کے مرتبین نے بڑی غیر ذمہ داری
کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کی ترتیب و تدوین میں اعتقاد کو فوقیت دیتے ہوئے محققین
تفحص اور ادبی نقطہ نگاہ سے اعراض کیا ہے۔ ایک عرصہ دراز کے بعد محقق عصر حضرت
علامہ شمس بریلوی نے حضرت رتنابریلوی کے لغتیہ دیوان "مدائق بخشش" کا تحقیقی اور
ادبی جائزہ لیا اور اس کو ادبی پیرائے میں مرتب کیا مگر آپ سے بھی تاسع ہوا اس لئے
کہ حضرت رتنابریلوی نے جس لغت کو پہلی بار مدینہ طیبہ کی حاضری کے وقت کہا تھا
جس کا مطلع ہے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں گھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
اس کو دوسری بار حاضری کی لغت قرار دیا ہے۔ اور اس طرح کا مضمون قائم
کیا ہے۔

حاضری درگاہ ابدی پناہ وصل دوم رنگ عشقی ۔

تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی۔ مدینہ منورہ۔ مکتبہ اجماعیہ۔ ۱۹۴۲ء

اور دوسری بار کی حاضرگی کے وقت بھی گئی نعت کو پہلی بار حاضرگی کی نعت قرار دیا ہے جس کا مضمون اس طرح ہے۔

„عاضرگی بارگاہ ہمیں جاہ وصل اول رنگ علمی حضور جان نور“

جس کا مطلع ہے

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے

جس پر نثار جان فلاح و عطر کی ہے

مقالہ نگار کی تحقیق میں مذکورہ مطلع دوسری بار حاضرگی کی نعت کا ہے۔ اس لئے

کہ مطلع ثانی خود گواہ ہے

گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے

ناشکریہ تو دیکھ عزیمت کہ صحر کی ہے

اس سے یہی بات منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت رتنا بریلوی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آمادہ ہوئے تھے اس وقت آپ علیل تھے جس کی تائید و توثیق الملفوظہ کی مندرجہ ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے۔

سفر کے پہلے عشرہ میں عزم حاضرگی سرکار اعظم مقیم ہو گیا اور ات کر ایہ کر لئے سب اشرقیاء پیشگی دیدیں۔ آج سب اکابر علماء سے رخصت ہونے کو ملا وہاں پان کی جگہ جائے تو انت ہے اور انکار سے براماتے ہیں ہر جگہ چائے پینی ہوتی جس کا شمار لوزنجائے تک پہنچا اور وہاں بے رودھ کی چائے پیتے ہیں جس کا میں عادی نہیں اور چائے گردے کو مضر ہے اور میرے گردے ضعیف رات کو معاذ اللہ ہوائی گردے کا درد ہوا اور ساری شب جاگتے کسی صبح ہی سفر کا قصد تھا مجبوراً ملتوی رہا۔ جمالوں سے کہہ دیا گیا کہ تا سفت نہیں جا سکتے وہ چلے گئے اور اشرقیاء بھی انہیں کے ساتھ گئیں

ترکی ڈاکٹر رمضان آقندی نے پلاسٹریک کے دو ہفتے سے زائد تک معالجے کئے بعد اللہ تعالیٰ شفا فرمائی مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی اسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایہ کئے سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں ہل بہت ہوگی۔ اور حال یہ ہے مگر میں نے نہ مانا اور توکل علی اللہ تعالیٰ ۲۴ صفر ۱۳۲۲ھ کو کعبہ تن سے کعبہ جان کی طرف روانہ ہوا ۱۔

چنانچہ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

پہلی آت کہ جنگل میں آئی مہیج کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ حضور جان نوری کیا جو حاضر ہی دربار معلیٰ میں لکھا گیا تھا ہے وہ دیکھو جنگ گاتی ہے شب اور قمر ابھی پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے، ۲۔

مزید برآں حضرت رمنا بریلوی کے اسی لغتیہ قصیدہ کے مندرجہ ذیل اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس لغتیہ قصیدہ کو دوسری بار زیارت کے موقع پر تحریر فرمایا تھا ہے

من زار تربتی و جیت ز شفا عبتی
ان پرورد جن سے توبہ ان بشر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدانے کرا دیئے
اصل مراد حاضر ہی اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم جس نے کہ نہ منت کدھر کی ہے

کعبہ بجا ہے انہیں کی تحبلی کا ایک فل
روشن انہیں کے فلس سے پتلی حجر کی ہے

علی المصنوع (ج ۲) محمد مصطفیٰ رضا خان قادری۔ نوری پریس نالہ روڈ کراچی ۱۳۵/۱۳۵

۱۳۵

(>)

مولانا احمد رضا بریلویرحمیعلمی ادبی اور سیاسی خدمات

مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت ایک متحر اور عمیقی عالم دین کی حیثیت سے مسلمہ جس کا اعتراف سبھی کو ہے۔ اور علماء کے بارے میں اللہ کے پیارے رسول حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ** علماء کرام انبیاء کرام کے وارث ہیں اور انبیاء کرام کی بعثت کا پیار ہی مقصد ان اللہ ان عند اللہ انہ من سلامہ کا اعلان و اعلام اور اس کی ترویج و اشاعت تھا۔

نبوت و رسالت کے اندامان کان محمداً اباً اُخذ من رجب اکبر
و لکن رسولاً اھبہ و خاشعاً المنیبین و کان اللہ بکل شیء
 علیہما کے بعد مکمل طور سے تبلیغ دین کی تمام تر ذمہ داریاں علمائے ربانی پر عائد ہو گئیں اور ایسی صورت میں اگر مذہب اسلام پر کوئی حرف آیا تو غلہ نہ ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور مذہب اسلام کی سچی تصویر پیش کی۔ ایک عالم دین کے سراپا کی تصویر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

” ایک عالم دین اور اہل دل کی شخصیت و کردار اور افکار و خیالات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھنا چاہیے کہ اس کا دل و دماغ تجلیات الہیہ اور انوار محمدیہ سے منور و مستنیر ہوتا ہے۔ اس کے اقوال و اعمال کی اساس خلوص و لہجہ پر ہوتی ہے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھتا جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے بر ملا کرتا ہے مصلحت و منہ نام کی شے اس کی حیات مقدسہ سے یکسر خالی ہوتی ہے۔“

یہ نعمت فصل گل و لالہ کا نہیں پابند

بہار ہو کہ خنزاں لالہ الا اللہ

وہ کسی کی رورعایت نہیں کرتا فیصلہ دشمن کے حق میں ہو یا دوست کے حق میں وہ اس کی بھی پروا نہیں کرتا اس کی نظر خدا و رسول علیہ السلام پر ہوتی ہے جو فیصلہ اس بارگاہ عالی سے ہمارا ہوتا ہے وہی نافذ کرتا ہے۔ بارہا تاریخ میں ایسے دور آئے ہیں جب فیصلہ دشمن کے حق میں ہوا ہے تو دوستوں نے خوشامد و مملوق کا الزام لگایا ہے

اور دوستوں کے حق میں ہوا ہے تو جانب داری اور طرفداری کی بہمت لگائی ہے مگر یہ نفس تکی ان تمام الزامات اور بہمت تراشیوں سے بے نیاز ہو کر محض اللہ کے لئے اپنے فیصلے صادر کرتا ہے۔" ط

مولانا احمد رضا بریلوی تمام چیزوں کو دینی نقطہ نگاہ سے دیکھتے اور پرکھتے تھے جو چیز دین و مذہب کی روشنی میں ہوتی تھی اس کو بہ طیب خاطر قبول کر لیا کرتے تھے اور جو چیز اس کے برخلاف ہوا کرتی تھی اس کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور یہ چیز فاضل بریلوی اور علامہ اقبال کے مابین قدر مشترک کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالرشید استماد شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی تھے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ آپ نے تحریک ترک موالات کے سلسلے میں ۱۹۲۰ء میں ایک جامع فتویٰ دے کر دو قومی نظریے کی بنیاد ڈال دی اور آپ کے فتویٰ ہی کی بنا پر علامہ اقبال نے ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء میں انجمن حمایت الاسلام کے جلسہ میں انجمن کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور فرمایا میں ہر معاملہ کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں اور مسلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت بالکل تباہ ہو جائے گی: ۲

یوں ہی ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ / ۲۲ جنوری ۱۹۲۱ء کو پروفیسر حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے ایک مراسلہ عربی و فارسی میں مولانا احمد رضا بریلوی کے پاس ارسال کیا اور اس میں بعض قرآنی آیات تفسیر جلالین، تفسیر حسینی اور بعض سائنس دانوں کی کتابوں کے حوالے قلم بند کرتے ہوئے حرکت زمین کے قول کی تائید و تصدیق کی اور مراسلہ کے آخر میں اتنا اس کیا

ط فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد۔ مرکزی مجلس رضالہ لاہور ص ۵۵
 ط معارف رضالہ ۱۹۷۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۷۷

غریب و از کرم فرما کر یہ ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ العزیز سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہو پائیں گے۔ ۱

اس پر مولانا احمد رضا بریلوی کی علامہ شان اور فیرت دینی کو جلال آیا، کلکب رضا متحرک ہو اور فوزا اس مراسلہ کا جواب ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ نزول آیات فرقان سکون زمین و آسمان، قلم بند فرمایا جس میں مذکورہ کتب کے علاوہ ۲۸ اور دیگر کتب تفاسیر سے حوالے پیش کئے اور پروفیسر عالم علی کے دلائل کو کمزور قرار دیتے ہوئے سائنس دانوں پر بھی تنقید کی وہ لکھتے ہیں "یورپ والوں کو طریقہ استدلال اصلاً نہیں ہے انہیں اثبات دعویٰ کی تمیز نہیں ہے" ۲

اور آخر میں پروفیسر عالم علی کے اس التماس کا جواب بایں طور تحریر کیا:
 • محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات و دراز کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے اختلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو پامال و مردود کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو سائنس کا ابطال و اسکات ہو یوں قابو میں آئے گی اور آپ جیسے فہیم سائنس دان کو باذنہ تعالیٰ دستوار نہیں آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں۔ ۳

الغرض فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا موضوع کافی بکھر ہوا ہے جس کو سمیٹنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے یہاں صرف فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا ایک

۱۔ فوزبین درود حرکت زمین۔ امام احمد رضا بریلوی۔ ادارہ سنی دنیا بریلی ص ۱۳

۲۔ فوزبین درود حرکت زمین۔ امام احمد رضا بریلوی۔ ادارہ سنی دنیا بریلی ص ۱۳

۳۔ فوزبین درود حرکت زمین۔ امام احمد رضا بریلوی۔ ادارہ سنی دنیا بریلی ص ۱۳

اجمالی خاکہ۔ مطبعت نمونہ از خردوارے، کے تحت پیش کیا گیا ہے جس سے اہل علم و خرد بخوبی فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

علم نفسیر!

مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت ایک ایسی ہم گیر و ہمہ جہت شخصیت ہے کہ جس پر عابدانہ انداز میں شمار فرمائی کر کے عہدہ برائے نہیں ہوا ہاں سکتا وہ کون سا میدان علم ہے جس کے وہ شہسوار نہیں صفحات گذشتہ میں فاضل بریلوی کے مختلف علوم و فنون پر دسترس کا ذکر ہوا وہ خود اس بات کا بہترین ثبوت ہے کہ فاضل بریلوی علوم و فنون کی دنیا میں اپنی مثال آپ تھے ان کا ہر پہلو بجز ذخار ہے جس پر صفحات نہیں دفتر کے دفتر لکھے جائیں تب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہاں اجمالی طور پر فاضل بریلوی کے علم تفسیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے مستقلاً علم تفسیر میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ہاں سورۃ الفلج کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا مگر مدیم الفرمستی کے باعث صرف سینکڑوں صفحات لکھ کر ہاتھ کھینچ لیا۔ جس کا ذکر ان کے مشہور و معروف ترجمہ قرآن پاک، کترا الایمان فی ترجمہ القرآن، میں کیا جائے گا۔ مگر اس کے باوجود وقتاً فوقتاً آپ نے جو قرآن پاک کی آیات کی تفسیر بیان کی ہیں یا تحریر کی ہیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو تفسیر کی ایک قیمتی خاصیت کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

۱۔ معارف رمنالکتاب۱۹۶۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۵۱۱

پاکستان کے ایک مشہور عالم دین اور اسکالر مولانا محمد فیض احمد ویسی نے مولانا احمد رضا بریلوی کی تفسیری خدمات پر کام کرنا شروع کیا ہے وہ اپنے ایک تحقیقی مقالہ امام اہلسنت اور علم تفسیر میں لکھتے ہیں۔

.. یہ علوہ بات ہے کہ آپ کو مستقل طور پر لکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن آپ کی تفاسیر سے قرآنی اباحت کی ایک ضخیم تفسیر تیار ہو سکتی ہے اور فقیر ویسی نے اس کے اکثر اجزا کو جمع کیا ہے بنام تفسیر امام احمد رضا، خدا کرے کوئی بندہ خدا اس کی اشاعت کے لئے کمر بستہ ہو جائے گا۔
چنانچہ وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ (الیٰ آجوز الاذیح) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

اقولُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن کریم نے کس قدر بہتر بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اولاً انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں زہنہار حکم الہی کے خلاف ان سے متحمل نہیں کافی تھا کہ رب تعالیٰ بطریق امر انہیں فرماتا کہ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا مگر اس پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد و پیمان لیا جیسے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ما سوا اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الہیہ کا اذعان ہے پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان (صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وشرّف وبعجل و عظم)

ثانیاً اس عہد کو لام تاکید سے موکد فرمایا لتؤمنن بّہ وللتصبرنہ جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین لی جاتی ہے۔ امام سبکی فرماتے ہیں۔ مسئلہ سوگند بیعت اسی آیت مبارکہ سے مانع ہوئی ہے۔

ثالثاً وزن تاکید
رابعاً وہ بھی تشبیہ لاکر نقل تاکید اور دو بالا فرما دیا۔

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

گذشتہ سطور میں یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے قرآن پاک کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا مگر کثرت مصروفیات کے باعث صرف چند صفحات تک کر دست کشی کر لی۔ یوں ہی جب آپ کے شاگرد و خلیفہ صدر الشریعہ مولانا محمد علی اعظمی مصنف بہادر تہمتا نے قرآن پاک کا ترجمہ کرنے کی گزارش کی تو آپ نے ان کا مطالبہ تو مان لیا مگر مشاغل کثیرہ کے باعث تاخیر رہتا تاخیر ہوتی چلی گئی۔ مگر جب مولانا محمد علی اعظمی نے مولانا احمد رضا بریلوی سے اپنی پاکیزہ خواہش کا بار بار اظہار کیا تو قاضی بریلوی نے فرمایا۔

چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ بات کو سونے کے وقت یاد دل کو قیلولہ کے وقت آجایا کریں!

چنانچہ ایک دن حضرت صدر الشریعہ کاغذ قلم اور دوات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ اہم دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے قلم بند فرماتے جاتے۔ یہ ترجمہ اس طرح نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر و لغت ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کانی البدیہ اور برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالنے قرآن شریف روائی سے پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علماء حلقہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ و فی البدیہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے عین مطلق ہے۔

الغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کر لیا اور آپ کی کوشش بیخ کی بدولت دینائے سنیت کو کثر الایمان کی دولت عظمیٰ نصیب ہوئی؛

مقالہ نگار کے خیال میں حضرت فاضل بریلوی کی قرآن مجید کی تفسیر سے دست کشی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چونکہ آپ کا ترجمہ قرآن پاک، کثر الایمان فی ترجمۃ القرآن، تفسیر کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے اس لئے مزید اس پر وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی ملاحظہ ہو قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ:

يَا مَعْشَرَ الْجِبْتِ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَفْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ
فَأَنْفُذُوا إِلَيْنَا مَا تَشْفُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۖ مولانا احمد رضا بریلوی اس آیت کا ترجمہ
اس طرح کرتے ہیں۔

”اے جن و انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے“

ایک اور فاضل مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔
”اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے
بہرے باہر نکل جاؤ تو درہم بھی دکھیں، نکلو مگر بدوں زور کے نہیں نکل سکتے اور زور بے نہیں
ہیں نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں۔“

نیز اسی مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر مجید اللہ قادری نے قرآن مقدس کی آیت
وَالْقَمُونَ ۱۱۱ الشَّقِ لَسَوَكِبْنِ طَبَقًا عَن طَبَقٍ پرتبرہ کرتے ہوئے مولانا احمد رضا
بریلوی کے ترجمہ کی انفرادیت اس طرح بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں:

یہاں آپ نے لَسَوَكِبْنِ طَبَقًا عَن طَبَقٍ کا ترجمہ منزل چڑھنا فرما کر یہ بتا دیا کہ

مولانا کثر الایمان، ملک شیر محمد خاں اعوان، مرکزی مجلسِ رحمانہ، پورہ، ۱۸/۱۹

انسان جب فضاؤں کو پھیرتا ہوا باہر نکلے گا تو ضرور اس کی کوئی دوسری منزل ہوگی اور سورہ کی اشارتوں
 آیت یہی اشارہ کرتی ہے کہ وہ منزل چاند ہوگی اور ممکن ہے کہ منزل بہ منزل انسان چڑھتا ہی چلا جائے
 اور بیسیوں آیت یہی اشارہ کر رہی ہے کہ یہ انسان جو چاند یا کسی اور سیارے پر قدم رکھے گا
 وہ مسلمان نہیں کافر ہوگا اور دنیا گواہ ہے کہ چاند پر پہلا قدم رکھنے والے دونوں امریکی خلا باز
 نیل آرسٹرائٹنگ اور ایڈن ایڈرن کافر تھے اب اگر قرآن یہ بات بتانے سے قاصر رہے کہ آیا
 انسان کسی دوسرے سیارے پر قدم رکھے گا یا نہیں اور انسان قدم رکھ لے تو اتنی بڑی رتی
 اگر قرآن نہ تلسکے تو پھر قرآن کا یہ وعدہ درست نہیں رہتا کہ ہر خشک و تر کا ذکر قرآن میں موجود
 ہے یا ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔ لہذا یہ ضروری ہوگا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے خاص کر آج کے
 دور میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم پر دسترس بھی ضروری ہے۔ امام احمد رضا نے
 ایسے ہی لفظوں کا انتخاب کر کے جہاں مذہبی اور دینی قانون کی پاسداری کی ہے وہیں
 دیگر علوم و فنون کی معلومات کی بھی بڑے نئے نئے تعلقوں میں ترجمانی کی ہے۔ اب اسی
 آیت کا ترجمہ جو دیگر مترجمین کرتے ہیں اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ آیت انسان کی اس
 رتی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان فی ترجمہ القرآن" کا انگریزی

زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جس کو

Dr. Hanif Akhtar Fatmi Qadri Naushhi

Barrister at law professor London University Formerly professor Karachi

University- Riyyadh University and Kuwait University. i

Islamic world mission Bradford U.K. obtion atele from.

نے کیا ہے جو

Raza academy. 16 Charmichal street Edgeley Stockport Manchester- U.K.

سے طبع ہو چکا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد لکھتے ہیں:

پروفیسر محمد صلیف اختر صاحب نے کسی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا جو لاہور میں چھپ رہا ہے۔

نیز کنز الایمان کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور آل رسول حسین صاحب (مدیر ہر شریف) انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں ۵ ۱۱

ملاحظہ ہو شاہ فرید الحق کا ترجمہ:

وإذا قتلتم نفسا

And When You shed the blood of a Person
then began accusing for it each-other and Allah
Was to disclose what you were widing. ۳

فأدرتكم نجاوا الله

فخرج ماكنتم تكلمون

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کا ترجمہ جنگل زبان میں بھی ہو چکا ہے جسکو جنگل دیش کے ایک دانشور فاضل مولانا محمد عبدالمنان صاحب نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ رضا اکیڈمی چٹگانگ بنگلہ دیش سے شائع بھی ہو چکا ہے ۵ ۱۱

۱۔ قرآن سائنس اور امام احمد رضا۔ پروفیسر محمد بشیر قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۸

۲۔ معارف رضا ۱۹۸۴ء۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۴۳

۳۔ امام احمد رضا دنیا کے صحافت میں۔ آرابی منٹری۔ مرکزی مجلس رضی اللہ عنہم ص ۲۴

۴۔ امام احمد رضا کانفرنس جلد ۱۹۹۲ء ص ۷۷

علم حدیث

ایک عالم دین کا اناٹا علم، متابع زندگی اور مآخذ و مراجع قرآن و حدیث ہی ہوتا ہے۔ دنیا کی رضا کی علم حدیث پر گہری نظر تھی وہ متن حدیث کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف تھے خصوصاً اسرارِ جہاں پر اچھی گرفت تھی۔ اسرارِ جہاں کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے جرمنی کے ایک فاضل مستشرق ڈاکٹر برنہ لکھتے ہیں، "نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذریا نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسرارِ جہاں کی عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔"

مولانا احمد رضا بریلوی کے مہتمم مفتی نعیمی علی خاں صاحب نے فضیلتِ علم میں ایک رسالہ لکھا تھا جسکی آپ نے شرح لکھی۔ "اللبوم التواقیب فی التخریج احادیث انکو ایک" جس میں آپ نے حدیث کے قواعد و ضوابط، کتب احادیث اور حدیث کے فرق مراتب پر روشنی ڈالی ہے۔ فاضل بریلوی نے عربی زبان میں ایک کتاب "الرواق البہیج فی اذاب التخریج" تحریر کی ہے جس میں انہوں نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ایک عالم دین کو استخراج حدیث میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حدیث دانی پر سیر حاصل بحث اس مقالے میں ممکن نہیں صرف اظہار خیال اور ایک اجمالی خاکہ ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک بحث پیش خدمت ہے۔

چنانچہ ایک بحث ہے کہ وضو کے بعد اعضاء وضو کو کپڑے سے پونچھنا چاہیے یا نہیں

دکتر و نظر - شمارہ جولائی ستمبر ۱۹۹۰ء ص ۱۹ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ صحیحین میں ایک روایت مذکور ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل فرمایا غسل کے بعد ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بدن پونچھنے کے لئے ایک کپڑا پیش کیا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو نہ لیا اور ہاتھ سے پانی پونچھ پونچھ کر جھاڑ دیا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ وضو یا غسل کے بعد کپڑے سے پونچھنا مکروہ ہے۔

علامہ نووی سلم شریف کے شارح ہیں اور جلیل القدر محدث و فقیہ بھی اس روایت کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک خاص واقعہ تھا اس کو عموم پر کیے محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ ممکن ہے وہ کپڑا گندہ رہا ہو اور آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا۔

مگر مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنی محدثانہ بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "وفیہ بعد ان تکون المؤمنین اختارت لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل هذا مع علمها بکمال نراہتہ و نفاقتہ و لطفہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ تاویل دور از کار ہے کام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجود آپ کی لطافت طبع جاننے کے آپ کی خدمت میں اس قسم کا کپڑا پیش کریں۔"

یہاں سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا محدثانہ نظریہ خوب واضح ہو کر سامنے آتا ہے وہ ہر قیمت پر تمام بزرگان دین کی عظمتوں کو فرق مراتب کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔ علامہ نووی نے اپنی تاویل سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لطافت طبع تو ظاہر کر دی مگر ام المومنین کی طرف توجہ نہ کی۔ پھر خود مولانا احمد رضا بریلوی بہترین توجیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے وہ کپڑا صرف عجلت کی وجہ سے نہ لیا اور آگے فرماتے ہیں بے شک آپ کو جلدی تھی جیسا کہ بخاری کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے فانطلق وهو یغضب یدیدہ آپ اپنے ہاتھ کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے ایسی صورت میں کپڑے کو اپنے ساتھ لیجانا مناسب خیال نہ فرمایا۔

معارفِ رضا ۱۹۷۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۳۷

مولانا احمد رضا بریلوی نے حدیث کی مشاہیر کتب پر حواشی بھی تحریر کئے ہیں۔ اگر احمد رضا خاں بریلوی کی علم حدیث پر مضبوط گرفت نہ ہوتی تو آپ قطعا کتب احادیث پر حواشی تحریر کرتے پیش نظر ہے ان حواشی کا ایک خاکہ

نمبر شمار	اسمائے حواشی	زبان	نمبر شمار	اسمائے حواشی	زبان
۱	حاشیہ صحیح بخاری	عربی	۱۷	حاشیہ ترغیب و ترہیب	عربی
۲	حاشیہ صحیح مسلم	"	۱۸	حاشیہ کتاب الاسرار والصفات	"
۳	حاشیہ ترمذی شریف	"	۱۹	حاشیہ القول البدیع	"
۴	حاشیہ نسائی شریف	"	۲۰	حاشیہ نیل الاوطار	"
۵	حاشیہ ابن ماجہ	"	۲۱	المقاصد الحسنة	"
۶	حاشیہ منہ امام اعظم	"	۲۲	حاشیہ اللآلی المصنوعہ	"
۷	حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر	"	۲۳	حاشیہ موضوعات کبیر	"
۸	حاشیہ تقریب	"	۲۴	حاشیہ الامہار فی سیرۃ النبی	"
۹	حاشیہ تہذیب	"	۲۵	حاشیہ تذکرۃ الحفاظ	"
۱۰	حاشیہ کتاب الحج	"	۲۶	حاشیہ عمدۃ القاری	"
۱۱	حاشیہ کتاب الآثار	"	۲۷	حاشیہ فتح الباری	"
۱۲	حاشیہ طحاوی شریف	"	۲۸	حاشیہ نصب الراية	"
۱۳	حاشیہ منہ امام احمد بن حنبل	"	۲۹	حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشامل	"
۱۴	حاشیہ سنن دارمی شریف	"	۳۰	حاشیہ فیض القدیہ شرح جامع الصغیر	"
۱۵	حاشیہ خصائص کبریٰ	"	۳۱	حاشیہ مرقاۃ المفاتیح	"
۱۶	حاشیہ کنز العمال	"	۳۲	حاشیہ اشعۃ اللمعات	"

۳۳	حاشیہ مجمع بحار الانوار	۴ بی	۳۷	حاشیہ تہذیب التہذیب	۶ بی
۳۴	حاشیہ فتح المغیث	.	۳۸	حاشیہ خلاصۃ تہذیب الکمال	"
۳۵	حاشیہ میزان الاعتدال	.	۳۹	معراج طبقات الحدیث	"
۳۶	حاشیہ العلل المتناہیہ	"	۴۰	الفضل المویہی علی	"

مولانا احمد رضا بریلوی کو متعدد طریق سے سند حدیث و قرآن بھی حاصل تھی جبکی تفصیل خود فاضل بریلوی کی کتاب "الاجاز الملتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ" میں موجود ہے۔ فاضل بریلوی کی اس کتاب کو پاکستان کے ایک اسکالر محمد صدیق اکبر نے پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کے لئے پیش کیا تھا اور "امام احمد رضا کی عربی سندت" کے نام سے مرتب کیا تھا۔

امام احمد رضا اور علم حدیث۔ مولانا محمد فیض احمد اویسی، مرکزی مجلس رضالہور ص ۱۳/۱۴

علم فقہ

مولانا احمد رضا بریلوی کی شہرت و مقبولیت کی علمبرداران کی نقاہت ہے جو ان کا خاندانی طرہ امتیاز تھا۔ علامہ اقبال آپ کی نقاہت کے بارے میں فرماتے ہیں، وہ بے حد ذہین اور باریک بینی عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور ہندوستان کے کیسے نالغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا۔

ناضل بریلوی کے فتاویٰ کا مجموعہ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جو بارہ جلدوں میں تقریباً ایک ایک ہزار صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ بھی آپ کے فتاویٰ کا ذکر کتابی صورت میں ملتا ہے جیسے فتاویٰ افریقہ وغیرہ۔

مولانا احمد رضا بریلوی سے سائل و مستفتی نے جس اسلوب و زبان میں استفتا کیا آپ نے اسی اسلوب و زبان میں جواب دیا۔ چنانچہ ایک بار نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلوی نے اردو نظم میں اس طرح سوال کیا۔

مسئلہ :-

عالمان شرع سے ہے اس طرح میرا سوال
دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال
گر کسی نے زجر سجدہ کی آیت کا پڑھا
تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا

اور ہوں سجدے ادا کرنے تلاوت کے جسے
پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے وہ پہلے مرے
پس سبکدوشی کی اس کی شکل کیا ہوگی جناب
چاہیے ہے آپ کو دینا جو آپ باصواب

الجواب :-

ترجمہ بھی اہل سائے وجہ سجدہ بالیقین
فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اس میں نہیں

آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا

ترجمہ میں اس زباں کا جانتا بھی چاہیے
نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے

تا کہ من وجہ یہ مہادق ہو سنا قرآن کو
ورنہ اک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو

ہے یہی مذہب یہ نفی علیہ الاعتمار
شامی از فیض و ہنر والشرع علم بالرشاد

سجدہ کا فدیہ نہیں اس شہاد میں تصریح کی
صیر فیہ میں اسی انکار کی تصریح کی

کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا تیر فوت

یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں
جز ادا یا توبہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں

یہ نہیں معنی کہ ناہائز ہے یا بیکار ہے
آخر نیکی ہے نیکی حاجی اوزار ہے

قلته اخذاً من التعلیل فی امر الصلوٰۃ

وهو بحث ظاہر والعلوم حقاً لا اله الا

مسئلہ :- از مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی مسؤل محمد افضل صاحب کالی طالب علم مدرسہ مذکورہ
۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

پس آنکہ رحمتش نہ باہم آمد
بسا سرار اخیب باہم آمد

سزایم برگناہم لازم آمد
بگو مفتی خطائے یا صوابم

الجواب:

کہ قول اعتزالی ظالم آمد
کہ عفویش بہر مومن لازم آمد
ز نقصان رحمتش خود سالم آمد
یعذب من یشاء ہم و قائم آمد
بعقبی خاص حفظ مسلم آمد
عذابش بہر کافر دائم آمد

مسئلہ را سزا لازم کہ کردست
وگر یا بد سزا کمال نیاید
وگر بالفرض از و چیز نہ بخشند
کہ بوجہ من یشاء لاحکام فراد
بدنیار رحمتش بر جملہ عامات
ثوابش بہر مومن منتهی است

برائے ہر صفت مظہر بیکارست
کما و ذوا انتقام وار جسم آمد

۱۔ فقید اسلام ڈاکٹر حسن رضا ناں مطبوعہ پٹنہ ۱۹۷۵

۲۔ فقید اسلام بحیثیت شاعر و ادیب پروفیسر مجید اللہ قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳

سئلہ :- نواب صاحب محلہ بہاری پورہ بریلی .

مالمان شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا
گر کسی نے ٹھیکہ دو کالون کا مالک سے لیا

لے کے ٹھیکہ پھر یہ اس نے انتظام اپنا کیا
سب دو کالون کا کر ایہ اس نے زائد کر دیا

پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اسکو زر

اس کے استعمال میں ہے فائدہ ہے کچھ ضرر
اور اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی
اور پوری کر دی اس نے پاس سے اپنی کمی

اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہو گیا

اس میں جو حکم شریعت ہو مجھے دیکھئے بتا

جواب :-

جتنی اجرت پر کہ متاجر نے لی مالک سے شے

اس سے زائد پراٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے

اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے

اس کو اس شے سے ملا کر دونوں کو اک ساتھ

یا زیادت شے میں کر دے مثل تعمیر مکان

کھونٹیاں کہنگل کو اُل چورہ مرمت ایندو اُل

یا بدل دے جس اجرت جیسے واں ٹھہرے روئے

اس کے یاں آنے میں گو بدلے میں لے انکے روئے

یا کوئی کام اپنے ذمہ کر لے اس ایک بار میں
تازیا رت اس عمل کے بدلے ہوا قرار میں

جیسے جا روپ دوکان اصلاح اسباب دوکان

اور جو خدمت کہ ہو شایان اجرت بے گماں

اور اگر یہ کم پر دیتا ہے تو دے مختار ہے

مالک اجرت پوری لے گا اس سے جو اقرار ہے

یوں ہی فانی ڈال رکھنا جب بھی تو لینا وہ دام

اب کئی سے کیا سے والٹر اعلم والسلام

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مجموعہ فتاویٰ میں انگریزی کے ایک فتوے کا بھی ذکر ہے جس کو محدث اور عینی صاحب نے رنگون سے استفسار کیا تھا۔ سوال و جواب مندرجہ ذیل ہے۔

Rangoon

The 19th May 1908

To,

Maulvi Haji Ahmad Reza Khan Eaque
Mohalla Saudagan
Barailly United Provinces.

Honoured Sir

We desire to place before you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion. The facts are briefly thus. There is a chulla Mosque in Mcving Loulay Street at there place there are five duly elected trusted or Motawillies who manage the affairs of the said mosque according to schemas framed by the Chief Court of lower Barma. The trustees are given the power of dispensing with the Imam, Muazzin and warders of the mosque. By virtue of the said power, the trustees at a meeting discharged the Imam, Syed Maqbool for misconduct and disobedience. After the discharge the trustees filed a suit in the chief court of lower Barma for a declaration that the discharge of the Imam may be confirmed that inspite of his misconduct they have no power to discharge

Having placed the facts briefly, we request you most humbly to give your fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam when they find if necessary to do so, This is a vital point which is at present engaging the attention of the leading member of the Chulla Sunni Mohameddn Community and we shall thank you very much if you can send your Fatwa before the 1st week of June.

Thanking you in anticipation, we beg to remain Honoured Sir,

Your most obedients & humble Followers

M. Quadir Ghani.

President, The Medras Muslim Association,
No 37, Tocakey Mig Louley Street,

Barailly

The 28th of May, 1908.

To

Mr. Quadir Ghani,
President, The Madras Mulim Association.

Sir,

with reference to your letter dated the 9th of May 1908
I send my Fatwa for your perusal :

The trustees can discharge an Imam by their authority
when such indifference is found in him which may be the
sufficient reason of share for him to be dismissed

wide Hsonal Hukkom Printed almiser (egipt) page 123.

فی فتاویٰ قاضی خان اذا عرض للامام او للمؤذن عذر منه
عن المباشرة لمدة ستة اشهر فليمتولى ان يعزله ويولي غيره وان كان
للمعذور نائب -

Translation :- There is a Fatwa Qazi Khan, when an
Imam or Muazzin may have some certain business which
may be cause of six months absence from the Mosque, not
with standing, he may have given som person for him to acc.
At such opportunity trustees can discharge him and may
astablish or appoint an other Imam in his place.

Tahtawi printed misr and shami printed constantipis
Volume 3 page 637

ونقدم ما يدل على جواز عزله اذا مضى شهر

Translation :- Birizoda has said that the Books aforesaid
style shows that a trustee can discharge an Imam on account
of a month's absence from the Mosque the trustee has no
nead of taking sanction of discharging the Imam from the
Court or from any higher officer or Governor because the
authority of trustee in these months is over the power
of a Mohammedan Governor, although the same Motawallis
or trustees may have been fixed by the some Mohammedan
Governor.

See Ashbahunnazar printed Lucknow page 179
copied from the Fawa of Imam Rashiduddin.

لا يملك القاضي التصرف في الوقف مع وجود ناظر أو ولو من قبله

Translation :- A Qazi can not interfere a waqf in the presence of a trustee although Trustee may have been fixed by the some Qazi. Hamwi Sharhe Ashbah printed Lucknow Page 179 copied from Fatwa Zahiruddin.

قاضي البلد اذا نصب رجلاً متولياً للوقف بعد ما قلده الحاكم للمكومة فليس للمحاكم على الوقف سبيل حتى لا يملك الاجازة ولا غيرها

Translation . - A king appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a Trustee on a waqf.

Now the king has no connaction with the waqf nor has he any power of its contract etc

Another style from Ilsonal Hukum copied from Fatwa Imam wabri.

لا تدخل ولاية السلطان على ولاية المتولى في الوقت

Translation :- A king can not interfere a waqf against a trustee's authorities.

In this case the higher officers or governors are not Mohammedan once and therefore they do not know the schemes of "Shara" as a Mohammedan trustee knowers.

The trustees can discharge an Imam when the Imam leaves the Sunni doctrine or an open sin against "Shara" or there may be found in him some thing wich may be the cause of abhorrance wich decreases number of people at prayers or he may be disobadient against the maneing rules of affairs of the mosque or assambly of persone at prayers or there may be something such in him: otherwise he will not be discharged without fault.

See Raddul Muhtar constant la ople Volume 3 page 597:-

قال في البحر واستفيد من عدم وصحة عزل الناظر بلا جنة عدمها

لصاحب وظيفة في جنحة وقت لا غير جنحة وعدم اهلية

Translation :- It is said in "Dahrul Raeque" Motawalli can not be dismissed without faults From this it is manifested that any receivers of a salary of a waqf cannot be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

امير بوق عبدة المذنب احمد رضا البريلوي

عفی عنہ بحمدن المصطفى النبی الاری می صلی اللہ

تعالی علیہ وسلم

رائفہ اسلام : ڈاکٹر من رضا خان ، اسلاک پبلشرز ستر پینز ۱۴۲ تا ۱۴۹

مولانا احمد رضا بریلوی فتویٰ نویسی میں اپنے ہم عصروں میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ انکی فتویٰ نویسی کا یہ عالم تھا کہ کتاب عالم سے استفعے آتے تھے اور بیک وقت چار چار پانچ پانچ سو استفعے جمع ہو جاتے تھے۔

ڈاکٹر محمد سعود احمد آپ کی فتویٰ نویسی کے بارے میں رقم طراز ہیں: مولانا احمد رضا بریلوی فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے نہ صرف پاکستان و ہندوستان بلکہ چین امریکہ، افریقہ اور ممالک عربیہ کے مرجع تھے۔ ان کے دارالافتاء میں ایک وقت میں چار چار اور پانچ پانچ سو فتوے جمع ہو جایا کرتے تھے ان کے زمانے میں شاید ہی کوئی ایسا دارالافتاء موجود رہا ہو جہاں اس کثرت سے فتوے آتے ہیں۔

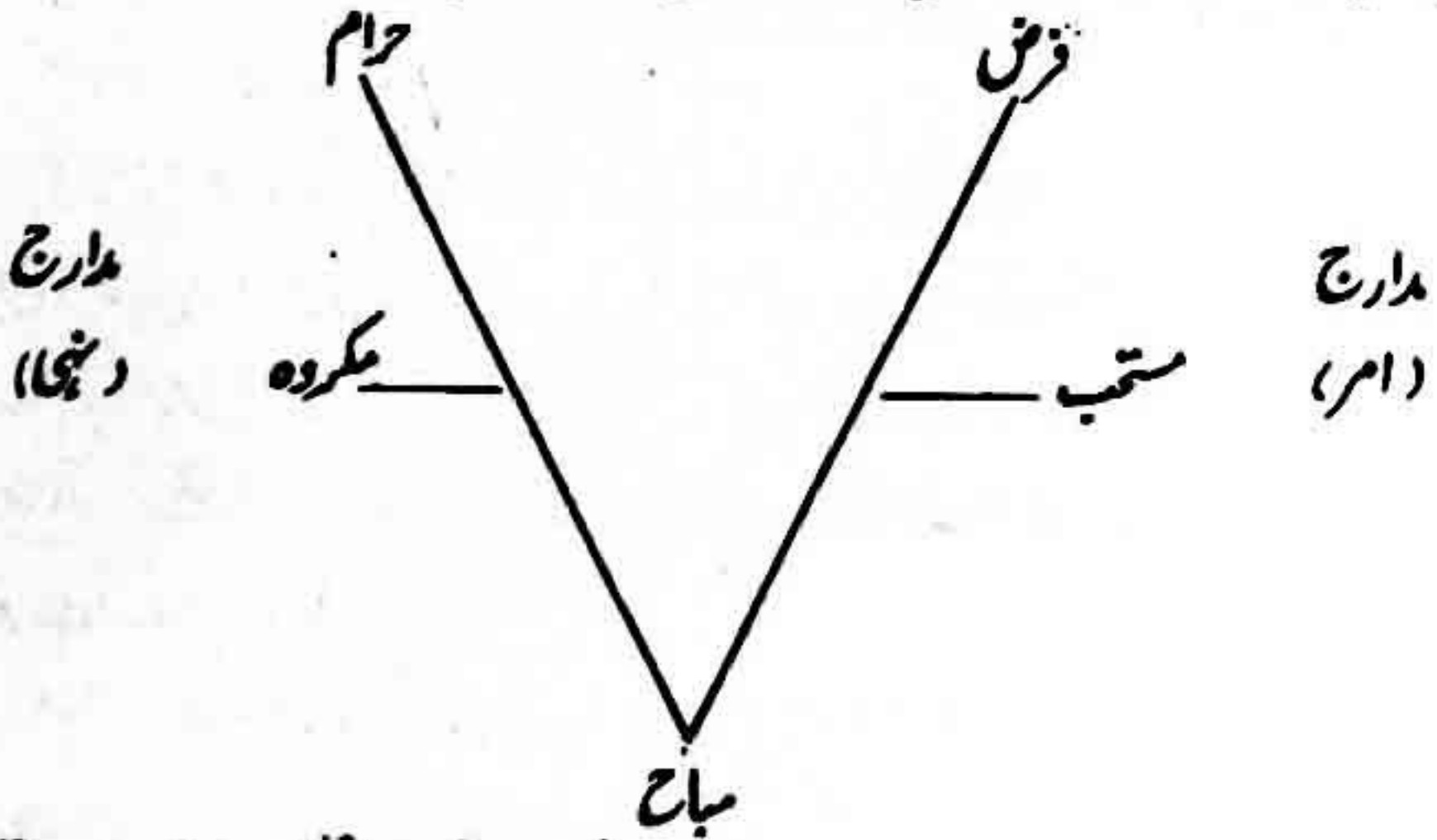
مولانا احمد رضا بریلوی فقہی جزئیات میں غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے بلکہ وہ فقہ کی جزئیات و کلیات کے عظیم محقق تھے انہوں نے فقہ میں تحقیق کے ایسے جواہر پارے بکھیرے کہ جس کو کبھی کبھی دانش و خرد انگشت بندال رہ گئے۔ مثلاً وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ایک سو ساٹھ قسمیں بیان کیں۔ اور وہ پانی جس سے وضو ناجائز ہے اس کی ایک سو پچھالیس قسمیں بیان کیں۔ اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر صورتیں بیان کیں اور اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ تصنیف کیا جس کا عنوان ہے: "صحیح النادء فیما یورث العجز عن الماء"۔

مار مطلق اور مقید کی تعریف میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا عنوان ہے "النور النورق الاسفار ماء مطلق"۔

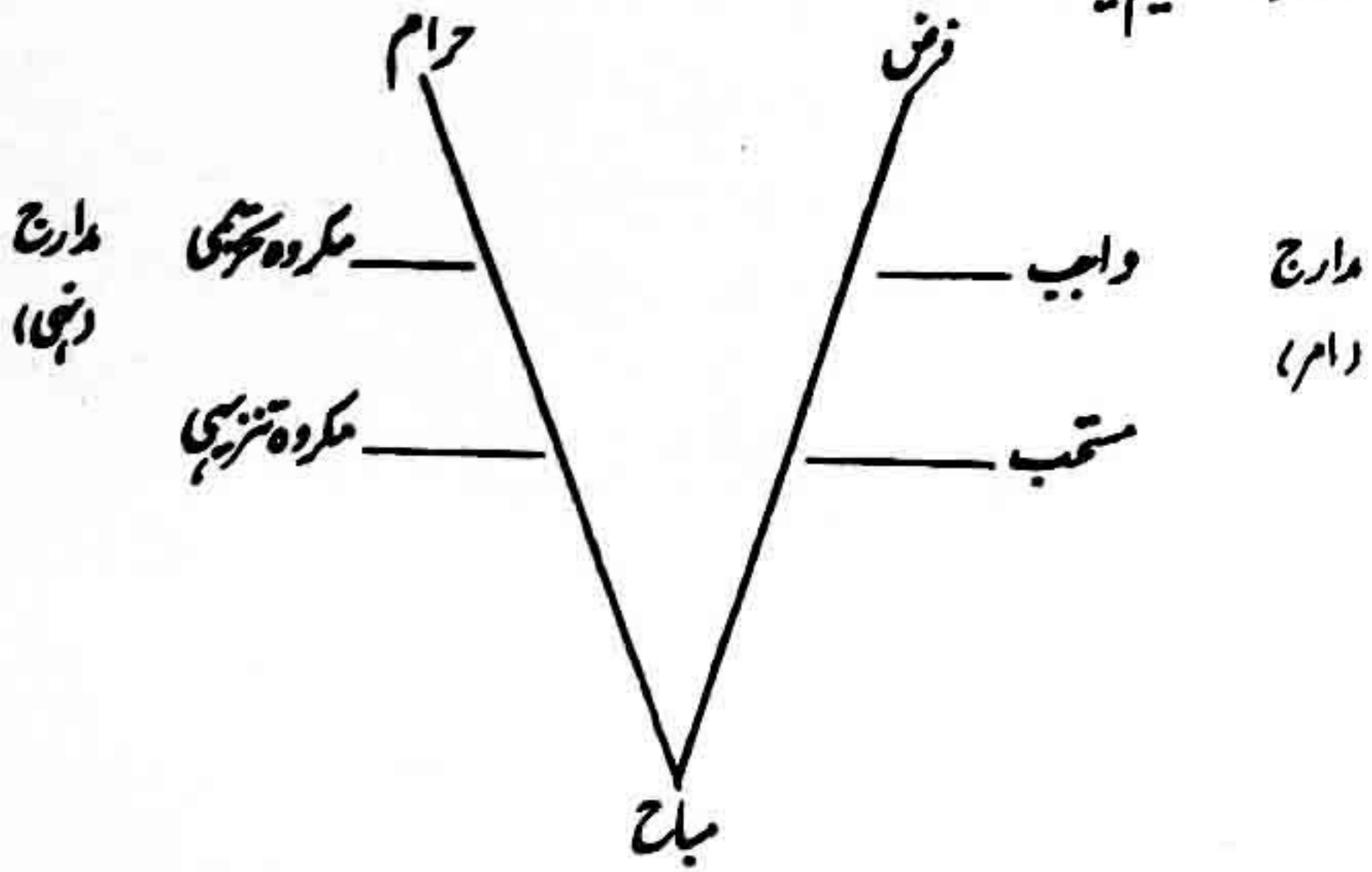
وہ اشیا جن سے تیمم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی قسمیں بیان کیں۔ ۷۴ منصوصات اور ایک سو سات مزیدات (مصنف مولانا احمد رضا بریلوی)۔ اور وہ اشیا جن سے تیمم جائز نہیں کی ایک سو تیس قسمیں بیان کیں ۵۸ منصوصات اور ۷۲ مزیدات (مولانا احمد رضا بریلوی) نیز مولانا احمد رضا بریلوی نے ان فقہی جزئیات میں مزید اپنی تحقیق کے ذریعہ اضافہ کیا ہے جو شرعی

حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ڈاکٹر محمد سعود احمد ص ۱۱۲

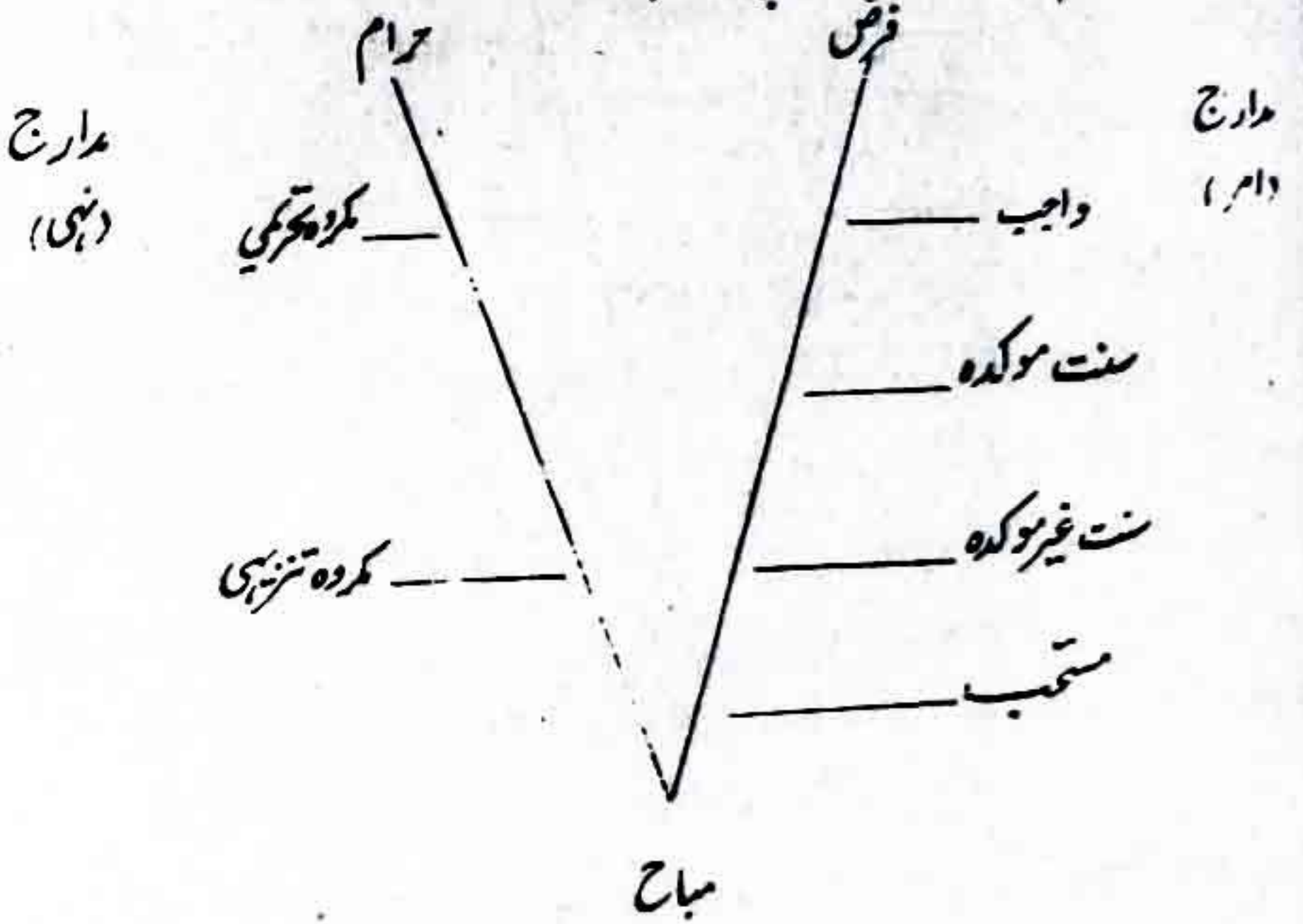
احکامات اور امر و نواہی پر مشتمل ہیں۔ اولاً علماء اصولیین نے ان کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے پر فقیر
 مجید الشعر قادری نے مولانا احمد رضا بریلوی کی تحقیق کا ہاں طور جائزہ لیا ہے۔



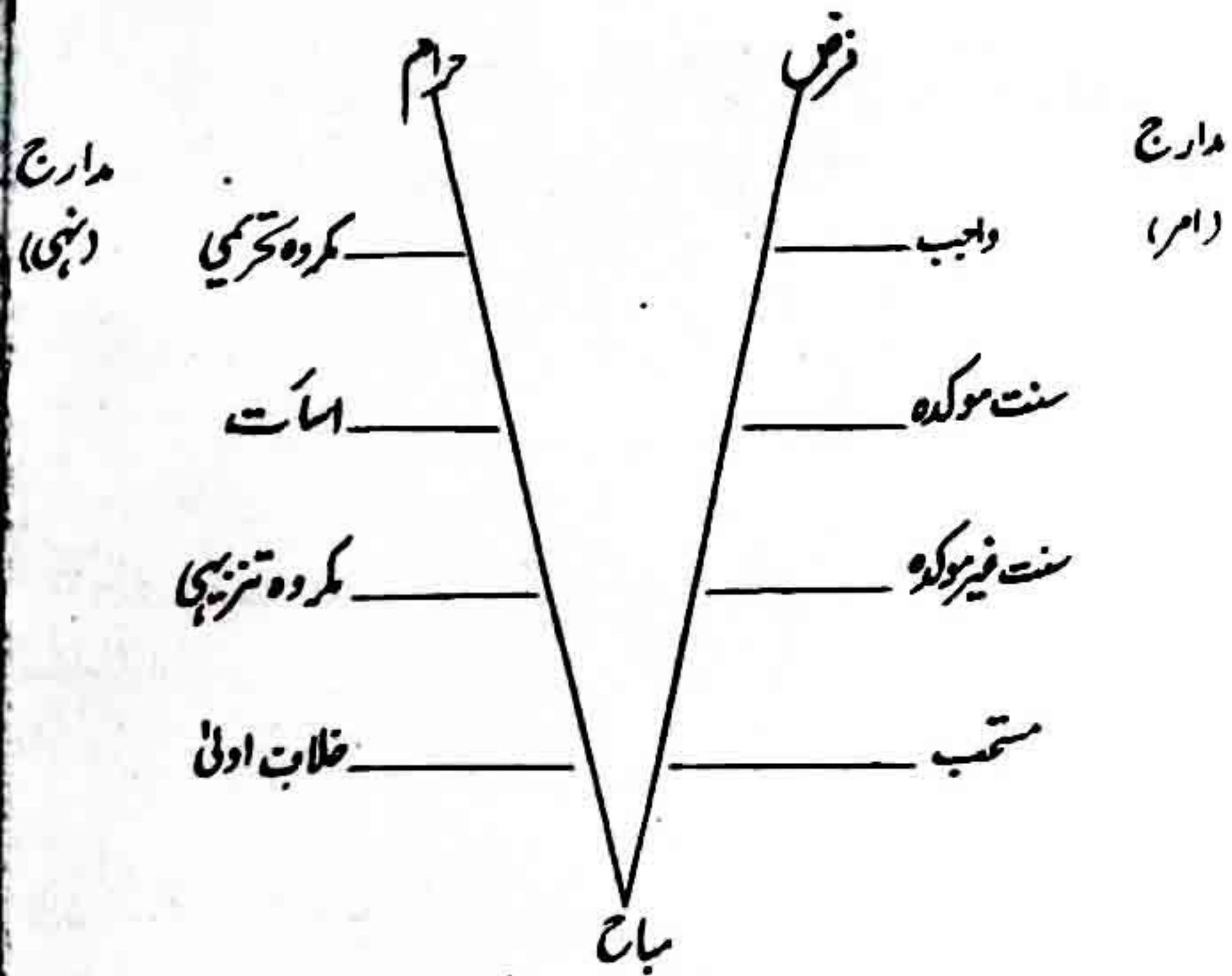
بعد ازاں علماء اصولیین نے اس میں مزید توسیع کی اور ان کو پانچ کے بجائے سات اقسام
 میں اس طرح تقسیم کیا۔



بعد میں اصولیین نے مزید کام کیا اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مزید توسیع کی اور ان کو پھیلا کر
تو مدارج میں تقسیم کیا اور ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہوئی:



مولانا احمد رضا بریلوی نے ان علمائے اصولیین کی تحقیق پر مزید تحقیق فرمائی اور ان کے دیئے
گئے تو مدارج میں اضافہ بھی فرمایا اور اوامر و نواہی کا توازن قائم کیا۔ چنانچہ آپ نے جن گیارہ
مدارج کی اصولی ترتیب فرمائی وہ مندرجہ ذیل خاکہ میں دکھائی گئی ہے۔ ان احکامات کی
شرعی حیثیت میزان مقابلہ میں کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنی نظیر کا مقابل ہے



میزان سے مولانا احمد رضا بریلوی

اور ان سب کے وسط میں مباح خالص ہے۔ احکام کی یہ تمام قسمیں مشترک طور پر کلام فقہاء میں مستعمل ہیں لیکن یکجا طور پر ان گیارہ اقسام کا بیان سوائے امام احمد رضا کے پورے عالم اسلام میں نہیں ملتا اس امت پر ان کا کتنا بڑا احسان ہے۔

راقادری رضویہ کا مضموعاتی جائزہ پر رئیس مجید اللہ قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۹/۸

علم سائنس

امام احمد رضا بریلوی علوم مشرقیہ کے علاوہ علوم قدیمہ و جدیدہ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ علوم جدیدہ ہی میں علم سائنس بھی ہے جس کا نام عصر حاضر میں بڑے ہی فخر و مباہات کے ساتھ لیا جاتا ہے اور اس کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ علم سائنس پر امام احمد رضا کی بڑی گہری نظر تھی وہ علم سائنس کو اسلام کی روشنی میں دیکھتے اور پرکھتے تھے اگر اس کے نظریات اسلام کے مطابق ہوتے تو اس کو قبول کر لیتے اور اگر اسلامی نظریات سے متعارض ہوتے تو اس کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور پھر اس کا رد و ابطال کرتے ہوئے اس موضوع پر اسلامی موقف اور نظریہ کو واضح کرتے۔

چنانچہ جب جدید سائنس والوں نے زمین کی گردش اور سورج کے سکون کا قول کیا اور اپنی تحقیقات سے ثابت کیا کہ سورج اپنے مستقر میں ٹھہرا ہوا ہے اور زمین اس کے ارد گرد چکر کاٹ رہی ہے۔ تو توڑا مولانا احمد رضا بریلوی کا قلم حرکت میں آ گیا اور جدید سائنس والوں کے مذکورہ قول یا تحقیق کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے قرآن و حدیث نیز قدیم سائنس والوں کی تحقیقات سے ثابت کیا کہ جدید سائنس والوں کی مذکورہ تحقیق بے سرو پا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنے مستقر میں ٹھہری ہوئی ہے اور سورج چل رہا ہے جیسا کہ قرآن پاک کا واضح لفظوں میں اعلان ہے وَالشَّمْسُ مَجْرِيَةٌ مُسْتَقْبِرَةٌ لَهَا ذَالِكُمْ تَقْدِيرًا الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ سادھا ہوا ہے زبردست علم والے کے لئے (قرآن عظیم پ)

چنانچہ جب مشہور سائنس دان پروفیسر حاکم علی پرنسپل اسلامیک کالج لاہور نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو جدید سائنسی نظریات کو قبول کر لینے کی دعوت دی اور اس کے مفاد کو بھی سمجھایا تو فاضل بریلوی نے اس کے جواب میں لکھا:

.. محب فقہر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات و دراز کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے احتمالات ہے سب میں سداً اسلامی روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے سداً اسلامی کاثبات ہو سائنس کا ابطال ہو یوں قابو میں آئے گی۔ اور یہ آپ جیسے فہم سائنس دان کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے چشم پسند دیکھتے ہیں و عین الرضا

عن کل عیب کليلة ۱۰
چنانچہ مفتی تقدس علی خاں صاحب مولانا احمد رضا بریلوی اور پروفیسر حاکم علی کی ملاقات اور سائنس کے موضوع پر مذاکرات کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

.. میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں دیکھا ہے کہ جب کبھی مولوی حاکم علی بریلی شریف تشریف لاتے تو مولوی صاحب اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں مختلف سائنسی آلات کو کونٹوں میں معلق کر کے حرکت زمین پارہ حرکت زمین کے متعلق تجربات کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ مفصل و مدلل بحث ہوا کرتی تھی اگرچہ اس وقت مجھ میں اس بحث و دلائل کی سمجھ نہیں تھی مگر کبھی کبھار اس دلچسپ کھیل کو دیکھا کرتا تھا ۱۱

مولانا احمد رضا بریلوی اپنی کتاب، فوز مبین در رد حرکت زمین، میں حرکت زمین کا رد و ابطال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۲- عارف رمانا ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۶۷

۳۰۶

” اقول ہر ماثل جانتا ہے کہ جہات ستہ میں چپ و راست، پس و پیش پہلو بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ مشرق کو منہ کر دو تو مشرق اُگے مغرب کی جگہ جنوب دلہنے اور شمال بائیں ہے اور مغرب کی طرف متوجہ ہو تو سب بدل جائیں گے کہ ان میں تمہارے اعضا منہ اور پیش اور بازوؤں کا اعتبار ہے یہ جس طرف ہوں گے وہ سمت پیش و پس راست و چپ ہوگی مگر زیر و بالا میں تمہارے سرو پا کا اعتبار نہیں کہ جدید سے وہ اوپر ہے اور جدید پاؤں ہے وہ نیچے بلکہ وجہتیں خود متعین ہیں۔ جدید سے کھڑے ہونے میں جو جانب فوق اور دوسری سمت ہے۔ اٹنے ہو جاوے جب بھی فوق و تحت وہی رہیں گے۔ اب یہ نہ ہوگا کہ سر کی طرف اوپر ہے اور پاؤں کی طرف نیچے بلکہ یہ ہوگا کہ اب تمہارا سر نیچے اور پاؤں اوپر ہے۔ اگر مرکز شمس جیسا کہ سیات جدیدہ کا گمان ہے وہ مرکز ساکن و سمت حقیقی ہو، زیر و بالا کی بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان چاروں جہات کی تھی۔ جب آفتاب طلوع سے ایک خفیف دوپہر کے بعد یا غروب سے ایک خفیف دوپہر سے پہلے افق حسی کی محاذات میں آئے تو اگر اس کی طرف پاؤں کر کے لیٹو تو سر اوپر ہے اور پاؤں نیچے کہ مرکز شمس سے قریب تر ہیں اور اسی وقت سر جانب شمس کر کے لیٹ جاؤ تمہارا سر نیچا ہو گیا اور ٹانگیں اوپر کہ اب سر مرکز شمس سے قریب ہے۔ اسی طرح جو سیارہ یا ثابتہ یا قمریہ حالت ہوگی سوائے زمین کے کہ اس مرکز کو سمت حقیقی ماننے سے سب شکلیں ٹھیک رہتی ہیں۔ لاجرم وہ مرکز ساکن ہے اور حرکت زمین باطل ہے۔“

مولانا احمد رضا بریلوی کے مذکورہ بالا نظریات پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد مسعود احمد

لکھتے ہیں:

” مولانا احمد رضا بریلوی نے نیوٹن اور آئن اسٹائن کے نظریات کا تقاب کیا ہے اور اپنے منطقی دلائل دیتے ہیں اس مخالفت میں وہ تنہا نہیں بلکہ اور سائنس دان بھی ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں راجپور (صوبہ کرناٹک) میں ہندوستانی سائنس دانوں کی دوروزہ کانفرنس ہوئی جس میں بعض سائنسدانوں نے اپنے ۲۳ سالہ تجربے اور شاہدے کی بنا پر نیوٹن کے نظریہ کشش ثقل کو رد کیا اور دوسرے

مذکورہ زمین۔ امام احمد رضا قادری، مکتبہ سنی دنیا بریلی ص ۱۴۱

سائنس دانوں کو دعوتِ فکر دی اسی طرح مسٹریٹ (Barnet) نے اپنی کتاب
 The Universe and Dr. Einstien میں نظریہٴ اصناف کے حوالے سے لکھا ہے کہ
 آن اسٹائن کی نظر میں "دنیا میں کوئی ایسا متعین ضابطہ اور میکانیزم نہیں کہ جس سے
 انسان جتنی طور پر زمین کی حرکت کا اندازہ کر سکے یا دوسرا کوئی متحرک نظام معلوم کر سکے کہ کوئی
 ایسا طبعیاتی تجربہ ہوا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ واقعی زمین حرکت کر رہی ہے۔"
 چنانچہ علامہ شبیر احمد مولانا احمد رضا بریلوی کی سائنسی بصیرت کی پذیرائی کرتے ہوئے
 لکھتے ہیں:

His contribution to science are no less important he related the theories
 and conclusions of (Aristotle) Newton and Kepler. He proved with
 conclusive evidence that the earth was stationary and did not revolve
 round the sun.

ان کی خدمات سائنس میں کچھ کم اہمیت نہیں رکھتیں انہوں نے کپلر، نیوٹن اور ارسطو
 کے فیصلوں اور نظریوں کو رد فرمادیا۔ انہوں نے تحقیق و تنقیح سے ثابت کر دیا کہ زمین ساکن ہے
 آفتاب کے گرد چکر نہیں کاٹتی۔

جہاں قاضل بریلوی کے مندرجہ ذیل رسائل خاص کر علم سائنس میں ہیں جیسے "فوزِ مبین
 در رد حرکت زمین" اور "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" — وہیں ضمنی طور پر رسائل
 بریلوی کے چند ایسے رسالوں کا ذکر ملتا ہے جو علم سائنس سے متعلق ہیں مثلاً "البیانات
 مشافہة الفنون و جغرافیا" ۱۳۲۶ھ۔ اس رسالے میں گراموفون میں قید کی گئی آوازوں
 کے سننے اور ان پر عمل کرنے کے احکام واضح کئے گئے ہیں۔ نوٹوگرافی پر بحث کرتے ہوئے دو مقدمے

۱۔ معارفِ رضا ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۸
 ۲۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، مظہر گدھ، شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء ص ۲۷

تائم کئے گئے ہیں مقدمہ اولیٰ میں مندرجہ ذیل مباحث شامل ہیں۔

- (۱) آواز کیا چیز ہے ؟
- (۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے ۔ ؟
- (۳) کیونکر سننے میں آتی ہے ؟
- (۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد ہاتی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے۔
- (۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔
- (۶) آواز کنندہ کی طرف اس کی اصناف کیسی ہے وہ اسکی صفت ہے یا کسی چیز کی ۔ ؟
- (۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں ۔ ؟

مندرجہ بالا نکات پر فاضلانہ اور محققانہ بحث کے بعد مقدمہ ثانیہ شروع ہوتا ہے جس میں ان امور پر بحث ہے۔

- (۱) وجود فی الاعیان
- (۲) وجود فی الازھان
- (۳) وجود فی العبارة
- (۴) وجود فی الکتبات

یوں ہی فاضل بریلوی کا رسالہ " رجب السباحت فی مباحث لالیٹوی و جہا و جوہا فی المسامحة " مارچ اور ماہ جاری کی تعریف - یہ فتویٰ علم طبیعیات کا تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے ۔ الدقة و البیان علم الرقعة والسيلان " ترکیب اجسام آبی کے رنگ اور شعاعوں کے کے انعکاس و العطفات وغیرہ کے بارے میں بحثیں بھی علم طبیعیات سے متعلق ہیں جنس ارض کی تحدید و تحدید اور جنس ارض کے آثار سے متعلق یہ فتویٰ ارضیات سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے " المطر السعید علی بنت جنس الصعید ،

حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد ص ۱۱۴/۱۱۵

مندرجہ ذیل بحثیں بھی ارضیات و طبیعیات وغیرہ سے متعلق ہیں۔

- (۱) پتھر کس طرح بنتا ہے ؟
 - (۲) ضعیف الت ترکیب جسم منطبع بازار نہیں ہو سکتا۔
 - (۳) پارہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔ ؟
 - (۴) آگ جسم میں کیا اثرات پیدا کرتی ہے ؟
 - (۵) سونے چاندی کے پگھلنے کا سبب۔
 - (۶) جملہ معدنیات کا تکون گندھک اور پارہ کے ازدواج کے باعث ہے۔
 - (۷) کبریت زہے اور پارہ مادہ۔ انہیں کے اختلاف مقادیر و اوصاف و اوصاف و احوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔
- الغرض اگر مولانا احمد رضا بریلوی اور علوم سائنس کے موضوع پر تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جائے تو ایک ضخیم تحقیقی مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے جس سے اس بات کا بخوبی انکشاف ہو سکے گا کہ فاضل بریلوی کا علوم سائنس میں کیا مقام ہے وہ ایک مسلمان سائنس دان کہہ حیثیت سے عروج و ارتقائی کس منزل پر فائز ہیں۔

تراجم مولانا احمد رضا خاں بریلوی پر ذیہر ڈاکٹر محمد سعید احمد ص ۱۳۱/۱۳۲

علم ریاضی

مولانا احمد رضا بریلوی کو جہاں تمامی علوم و فنون پر دسترس و مہارت حاصل تھی وہیں علم ریاضی کے بھی وہ ایک استاد سمجھے جاتے تھے۔ جبکہ یہ علم انہوں نے کسی استاد سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ ملہم غیبی نے ان کو اپنی جانب سے عطا کیا تھا۔ اور جس کے لئے عطاء ربانی کے دروازے کھل جائیں پھر وہ محتاج نہیں رہ جاتا بلکہ غنی ہو جاتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

چنانچہ سید ایوب علی کا بیان ہے کہ کشور اعشاریہ متوالی ہیں نصاریٰ تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی مگر حضور (مولانا احمد رضا خاں صاحب) نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے حل کر دوں گا اس کے بعد مجھے اور برادر م قناعت علی کو وہ قاعدہ تعظیم فرما کر دو چار مثالیں بھی حل کرا دیں۔ اس کے بعد ہی ایک خط جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پر و فیہ دینیات علی گڑھ کالج کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ:- ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ولایت کی تمام ڈگریاں اور تمغزجات حاصل کئے ہوئے ہیں۔ عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشاق میں چونکہ ایک جینٹل مین اور انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں اس لئے آتے ہوئے جھکتے ہیں مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمدگی ظاہر کی ہے۔ قیام انوار ضمیر احمد کے بنگلہ پر ہوگا۔ لہذا اگر وہ پہنچیں تو انہیں باریابی کا موقع دیا جائے۔

حضور نے مولانا صاحب کو جواب بھیج دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں فقیر منتظر

رہے گا۔

والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے یعنی سر نیچے اور پاؤں اوپر اس کے علاوہ اور شاہدہ کیجئے۔
حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا حاجی صاحب! ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر
ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔
انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ کھڑے ہو کر دیکھئے برتن
میں روپیہ نظر آتا ہے کہ نہیں؟
انہوں نے کچھ فاصلے سے دیکھ کر عرض کیا۔ ہاں نظر آرہا ہے۔
فرمایا ذرا پیچھے ہٹ آئیے۔

فرمایا اب دکھائی نہیں دیتا۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے تھوڑا
سایا برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا اب نظر آنے لگا۔
فرمایا اور دو قدم پیچھے کو آجائیے۔

پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا پھر روپیہ نمایاں تھا۔
بعدہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی
سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا اور فرمایا
میرے یہاں کالج کی لائبریری (کتاب خانہ) میں ایک کتاب عربی میں ہے جس کا وجود دنیا میں معدود
چند نسخوں پر ہے۔

آگے چل کر مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

”جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ القوی کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے
ان سوالوں کے جواب میں کہ کیا وجہ ہے کہ آفتاب قبل طلوع کے..... معلوم ہونے لگتا
ہے۔ اسی طرح غروب ہونے کے..... معلوم ہوتا ہے۔“

۱۱ ماہنامہ بہرہ ماہ، لاہور، ماہ ستمبر ۱۹۹۹ء، صفحہ ۹/۸

غالباً اعلیٰ حضرت نے یہ جواب دیا ہوگا جو یہ صاحب کی سمجھ میں نہ آیا اور اسے نہ لکھ سکے وہ
اس کی یہ ہے کہ علم المناظرہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ نگاہ جب دو ملا مختلف میں ہو کر گذرے جو کثافت
میں اور لطافت میں اختلاف رکھتے ہوں۔ تو خطوط شعاعیہ جب ان دونوں ملا کے ملتتی رہیں گے
ٹوٹ جائے گی اور جس سمت پر جا رہی تھی اس کے نیچے ہو کر گذرے گی یہی وجہ ہے کہ اگر دریا یا تالاب
میں کوئی لکڑی سیدھی اس طرح قائم کی جائے کہ اس کا ایک حصہ پانی میں ہو اور ایک حصہ باہر تو پانی
کی سطح پر جو اس کا حصہ ہے نگاہ سے دیکھنے میں ٹوٹا ہوا معلوم ہوگا کہ پہلے نگاہ ملا ہوا میں گزری پھر
ملا آب میں کہ بہ نسبت ملا ہوا کے کثیف تر ہے یوں ہی طلوع و غروب کے وقت آسمان کی طرف
دیکھنے میں نگاہ کو دو ملا قطع کرنا پڑتا ہے۔ ایک عالم نسیم کا کہ کثیف ہے دوسرا اس کے بعد ہوا کا کہ نسبت
اس کے لطیف ہے۔ لاجرم خطوط شعاعیہ ملتتی رہیں پھر ٹوٹ جائے گی اور نیچے ہو کر گذرے گی تو افق حقیقی
کہ بظاہر نگاہ کو وہیں تک پہنچنا چاہیے تھا۔ اس انکسار کے سبب نگاہ اس سے نیچے پہنچے گی اور
آفتاب جانب شرق قبل اس کے کہ افق پر آئے ہمیں مری ہوگا اور جانب غرب بعد اس کے کہ افق سے
گذر جائے مری رہے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

جلد ماہنامہ مہر و ماہ لاہور ماہ ستمبر ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۰

علم نجوم و ہیات و توقیت

مولانا احمد رضا بریلوی علم نجوم و علم ہیات و توقیت میں ماہرانہ کمال رکھتے تھے جبکہ عصر حاضر میں ان علوم کے جاننے والے کرۂ ارض سے ناپید و محدود ہوتے جا رہے ہیں اور خاص کر علماء کرام میں اس کی شرح تین پانچ صد سے زائد نہ ہوگی جبکہ اکابر علماء کرام ان علوم کے غواص ہو کر تھے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا بھی شمار انہیں علماء کی فہرست میں ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے زمانہ میں سان فرانسکو امریکہ کا ایک مشہور منجم و ہیات دان پر وئیالبرٹ ایف پورٹانے پیشین گوئی کی کہ:

”۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیپون یہ چھ سیارے جنکی طاقت سب سے زائد ہے قرآن میں ہوں گے آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ کے فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلہ میں اتنا جائے گا۔ ایک بڑا کوب یورینس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیات میں کبھی نہ جانا گیا۔ یورینس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو بیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا۔ ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صہات کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس، ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر آلات کے دیکھا جائے ان جہتک ظاہر نہ ہو اور یہ وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب ہوگا۔ یہ داغ شمس کرۂ ارض میں زلزلے والیگا طوفان بجلیاں اور سخت مینہ اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔“

امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی مذکورہ پیش گوئی بانسکی پورٹینہ کے انگریزی اخبار ایکسپریس میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو شائع ہوئی۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے شاگرد و خلیفہ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اخبار کے دوسرے ورق کا پہلا کالم تراش کر فاضل بریلوی کی خدمت میں ارسال کیا اور امر واقعہ کی صحیح صورت حال جاننا چاہا۔

فاضل بریلوی نے مولانا ظفر الدین بہاری کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے باہمابط ایک رسالہ "معین مبین بہر دور شمس سکون زمین" تحریر کر ڈالا۔

فاضل بریلوی پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کو لغو و باطل قرار دیتے ہوئے رسالہ کے آخر میں رقمطراز ہیں۔

"بالقرض یہ سب کچھ صحیح پھر آفتاب کے داعیوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بھیلیوں اور بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام منجموں کے لئے بے سرو یا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گروہ یا جوگ یا پتھر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو۔ اور واقعی خرافات ہیں پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا ویرجیا کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص مالک متحدہ کا صفایا کر دے گی۔ کل زمین سے اس کا تعلق کیوں نہ ہو ایسا منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر، اِدِ سب کے لئے، اپریل استفا کریں :۔"

چونکہ پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے اپنی پیش گوئی خاص کر، اِدِ سب ۱۹۱۹ء کے لئے کی تھی۔ اس لئے فاضل بریلوی نے صرف، اِدِ دلائل قاہرہ پر اکتفا کیا۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ میں دلیل مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں،

"عطارد تو سب سے چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلے میں ہیں ۲۶ کا آدھا ہے تو یونہی عظیم ہوتی مع لورینس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون

معین مبین بہر دور شمس، سکون زمین، امام احمد رضا قادری، مرکزی مجلس رونا ہورہ سٹلا

میں کہتا ہے:

دو سیارے طے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں تین ان میں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چارنی الحقیقہ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ، جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو سیارے عطار دوسرے چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر تو کھٹے چھ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم تھا۔ کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافزیت بھی رکھی ہے اور وہ انہیں تیز دیر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جو اذیب میں گم ہو جانا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوت کے ساتھ کھینچی جائے اگر دوری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھینچائیگی ورنہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی یہ سب اگر نہ ہو گا تو کیوں بھالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہو گا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ کر قتا ہوں گے نہ آفتاب کہ اس طرف چھریں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔ باجملہ پیش گوئی ٹھن باطل و پادر ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے جیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔ اگر اتفا تا بمشیت الہی ما شاء اللہ ان میں سے بعض یا فرض کھجے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیش گوئی قطعاً یقیناً چھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کو اکب پر مبنی ہیں و اوضاع فرضی ہیں اور اگر بغرض غلط واقعی بھی ہوئے تو نتائج جن اصول پر مبنی ہیں وہ اصول ٹھن بے اہل اور من گڑھنت ہیں جن کا اہل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے اور اگر یہ اجتماع قائم ہو تو جاذبیت کا اثر غلط ہے بہر حال پیش گوئی باطل و اللہ یقول الحق و هو یهدی السبیل:۔ علم ہیئت و نجوم کی طرح فاضل بریلوی کو علم تو بیت میں بھی کمال درجہ مہارت حاصل تھی۔ گویا شب و روز کے چوبیسوں گھنٹے ان کی پھیلی پر لکھے ہوئے ہوں۔ وہ لمحہ لمحہ گھنٹہ منٹ اور سکندک کی پوری فہر رکھتے تھے۔

علامہ معین مسلمان بہر دور شمس و سکون زمین۔ امام احمد رضا قادری مرکزی مجلس رضالہ ہورہٹ

چنانچہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا بریلوی) بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری برکاتی تعینی قدس سرہ کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرمائیں خود حضرت تاج الفحول امامت فرماتے تھے جب فجر کی گیم شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے عالم اہلسنت فاضل بریلوی کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت فرمائی اور قرأت اتنی طویل کر دی کہ مولانا عبدالقادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہو گیا۔ مسجد سے نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔

یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی ۳ منٹ ۸ سکنڈ باقی ہیں یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے! ۱۷

۱۷ سیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۰/۱۹۱

اوبى خىستما

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی ادبی خدمات کا دائرہ بہت ہی اہم اور وسیع ہے وہ مختلف اصناف ادب کے صاحب طرز اور صاحب اسلوب شاعر، ادیب، نثر اور نقاد تھے۔ جب ہم ان کی تصنیفات و تالیفات اور تراجم پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو ادب سے متعلق متعدد کتابیں مختلف زبانوں میں مثلاً عربی، فارسی، اردو، ہندی وغیرہ میں ایک منفرد اسلوب نگارش کے ساتھ نظر آتی ہیں جو دوسرے ادیبوں کے ادبی سرمایہ پر فوقیت رکھتی ہیں اگر حضرت فاضل بریلوی کی ادبی خدمات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو باقاعدہ ایک ضخیم اور مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے اور ادب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے ایک مشہور اسکالر سید ریاست علی قادری حضرت رضا بریلوی کی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

”امام احمد رضا پچپن علوم و فنون پر نہ صرف عبور رکھتے تھے بلکہ انہوں نے علم و فن کی ہر صنف پر بے شمار کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان کی کتب کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہر موضوع پر ادیبانہ اسلوب نگارش اختیار کرنے پر کتنی قدرت رکھتے تھے۔ ادب و شاعری میں ان کا مقام صفت اول کے شہسواروں میں ہوتا ہے۔ ان کی ادبی خدمات سے کسی طرح صورت نظر نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ایک کہنہ مشق ادیب اور بے باک قلم کار تھے ان کی تحریروں میں بلا کی سلاست اور روانی پائی جاتی ہے ان میں جگہ جگہ ادبی شہ پارے نظر آتے ہیں کہ طبیعت مجوم مجوم اٹھتی ہے ان کا عین انداز بیان زبان کی چستی و چھٹراؤ، بر محل شیریں الفاظ کا درو بست، استعارات کی جودت، طرز ادب میں نفاست، جذبات میں خلوص، ادائیگی بیان میں مہارت، فکر میں گہرائی انہماک میں بے ساختگی اور رفعت، خیالوں میں شادابی و طہارت ان عناصر کے امتزاج سے وہ اپنی تحریروں کے چہرے کا غارہ تیار کرتے تھے۔ سرعت نگارش کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی نشست

میں پورا رسالہ قلب بند فرمائیے۔ نفس موضوع اور بندش الفاظ پر ایسی قدرت کہ ایک دفعہ کے نکلے ہوئے جملے کو قلمزد کرنے کی نوبت نہ آتی۔

جیسا کہ ابھی ابھی ذکر ہوا کہ حضرت فاضل بریلوی صاحب طرز اور صاحب اسلوب ادیب تھے اس دعوے کی دلیل میں حضرت فاضل بریلوی کی اس نعت کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ جس میں ذوق تلمذ کا سامان اور عربی، فارسی، اردو اور ہندی کی حسین آمیزش ہے ملاحظہ ہو۔

لعلیات تطیوک فی نظوشل توہ شہید اجانا
جگ راج کوتاج تورے سر سو ہے بھگ گوشہ دوسرا جانا

البحر علا والموج طغی من بکس وطوفاں ہو شربا

منجد حار میں ہوں بگڑی ہے ہو اموری نیا پار لگا جانا

یا شمس نظرت الی یلی چوں بطیبہ رسی عرض بکنی۔

توری جوت کی جمل جمل جگ میں رچی مری شبے زون ہونا

لک بد رخی الوجہ الا جمل خط ہانہ سر زلف ابراجل

تورے چندن چندر پر و کندل رحمت کی بھرن برسا جانا

انا فی عطش وسخاک اتم اے گیسو پاک اے ابر کرم

برسن ہارے رم جمم رم جمم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک

مورا بیزا ربے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

واہا السویعات ذہبت آل عہد حضور بار گہمت

جب یاد آرتا سو ہے کر نہ پرت در داوہ مدینہ کا جانا

ملاحظہ فرمائیں شمارہ ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۶۱/۲۶۲

القلب شیخ والہم شجوں دل زار چیاں جاں زیر چوں
پت اپنی پت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دیگر رزن عشقا
مورا تن من دهن سب پھونک دیا یہ جان بڑی پیارے بلا جانا

بس خامہ خاتم لوائے رھنائیہ طرز مریکانیہ رنگ مرا

ارشاد اجانا ملق ستا ناچار اس راہ پڑا جانا

مقالہ نگار نے جب حضرت فاضل بریلوی کی ادبی خدمات پر خامہ فرسائی کے لئے ان کی تصنیفات و تالیفات اور تراجم کا تحقیق و تجسس کے ساتھ مطالعہ کیا تو ادب سے متعلق مندرجہ ذیل کتابیں نظر آئیں جن کی تفصیل اس قدر ہے۔ مگر ان کتابوں میں کئی دہیٹی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت فاضل بریلوی سے متعلق یہ موضوع بذات خود تحقیق طلب ہے جس پر الگ سے مستقلاً تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے جو اس مقالہ کا دائرہ کار نہیں۔ ملاحظہ ہو ادبی کتابوں کی تفصیلی فہرست۔

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	کیفیت	موضوع
۱	حدائق بخشش	اردو و عربی فارسی	مطبوعہ	منتخب دیوان لغت
۲	اکبر اعظم	فارسی	مبیعد	قصائد عنوت پاک
۳	دیوان القصائد	عربی	مبیعد	قصائد لغت و منقبت کا مجموعہ
۴	سلسلہ الذہب نایب الادب	فارسی	مطبوعہ	شجرہ عالیہ قادریہ منظومہ
۵	ذریعہ تادریہ	اردو	مطبوعہ	نظم و لغت و منقبت عنوت پاک
۶	فضائل فاروق	اردو	نا تمام	سیدنا فاروق اعظم کے مناقب و نظم
۷	نظم معطر	فارسی	مطبوعہ	رباعیات و در شان عنوت اعظم

۸	مشرقستان قدس	اردو	مطبوعہ	قصیدہ مدحیہ حضرت نوری میاں
۹	چراغ انس	اردو	مطبوعہ	قصیدہ مدحیہ درشان تاج الفحول بدایونی
۱۰	وظیفہ قادریہ	فارسی	مطبوعہ	قصیدہ عنوشیہ کا نظم ترجمہ مع مدعا
۱۱	صنوبرجان نذر	اردو	مطبوعہ	عاصری اقدس کے موقع پر نعت کہی
۱۲	نعت واستعارات	اردو	نا تمام	نعت شریف کار سالہ پر مغز استعاروں پر مشتمل
۱۳	سراپا نذر	اردو	نا تمام	قصیدہ نذر ۶۰ مطلع پر مشتمل
۱۴	مناقب صدیقہ	اردو	نا تمام	ام المومنین کی منقبت
۱۵	مماذ فضل رسول	عربی	مطبوعہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۱۶	مدائح فضل رسول	عربی	مبیضہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۱۷	نذر گدا در تہنیت شادی امری	اردو	مطبوعہ	معراج اقدس کا بیان
۱۸	الزئزئۃ القمریہ فی الذب عن الجریہ	اردو	مبیضہ	قصیدہ عنوشیہ پر اعتراضات کے جواب میں
۱۹	مشرقستان اقدس	اردو	مطبوعہ	قصیدہ مشرقستان پر اعتراض کا جواب
۲۰	شرح مقالہ نزاقیہ	.	.	ایک مدھی ادب کے جہالات عربی ادب کا جواب
۲۱	صنائع بدیعہ	عربی فارسی ہندی	مبیضہ	دیوان صنائع و بدائع
۲۲	الاستمداد	اردو	مطبوعہ	

حضرت فاضل بریلوی کی مذکورہ ادبی کتابوں میں دو تین کتابیں بہت ہی وقیع معلوم ہوتی ہیں اول نعت واستعارات، جو صنف نعت کا پر مغز اور معلوماتی رسالہ معلوم ہوتا ہے اگر آج یہ رسالہ فراہم ہوتا تو نعتیہ ادب پر کام کرنے والوں کے لئے بے حد مفید و کارگر ثابت ہوتا۔ یقیناً اس میں فن نعتیہ کے اسرار و سوز کو بیان کیا گیا ہوگا، واضح رہتا ہے۔

دوسری کتابت صنائع بدیعہ جس میں صنائع و بدائع کی خوبیوں پر روشنی ڈالی گئی ہوگی جو

شاعری کے محاسن اور لوازمات سے ہے۔ حضرت فاضل بریلوی کا یہ رسالہ بھی فن شاعری کے اہم رسالوں میں معلوم ہوتا ہے۔ اس کی افادیت کا اندازہ خود اس کے نام سے ہو سکتا ہے اور یہ دونوں رسالے وقعت و اہمیت کے اعتبار سے مولانا حالی کی کتاب "مقدمہ شعر و شاعری" کے ہم نوا معلوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ دونوں رسالے زیور طبع سے آراستہ ہو کر ارباب علم و فن کے ہاتھوں تک پہنچے ہوتے تو آج اردو ادب کی تاریخ میں حضرت فاضل بریلوی کو ضرور وہ مقام حاصل ملتا ہوتا جس کے وہ یقیناً مستحق تھے۔

تیسری کتاب کا بھی تعلق ادب ہی سے ہے جس میں انہوں نے ادبی انداز میں عربی ادب کے ایک مدعی کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔

ادب کے بارے میں منقول ہے کہ

"ادب کا بہت بڑا وصف یہ ہے کہ سنت سے سخت مسائل باتوں باتوں میں ملے کر دیئے جائیں۔ حضرت فاضل بریلوی ادب کے اس معقولے پر بھی مکمل طور سے پورے اترتے ہیں۔ اگر ان کے ادبی کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ انہوں نے زندگی کے اہم سے اہم مسائل کو اس طرح نیپے تلے، دو ٹوک جملوں میں حل کر دیا ہے کہ عقل مجھوتا شائے لب بام ہو کر رہ جاتی ہے چنانچہ اپنے زمانے کی سیاست پر تنقید و تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمانوں! تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی کس کس طرح شریعت کو بدلنے، مسلتے، پاؤں کے نیچے کھلنے اور خیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو پھیلنے ہیں۔ موالات مشرکین۔ ایک۔ معاہدہ مشرکین۔ دو۔ استعانت بہ مشرکین۔ تین۔ مسجد میں اعلیٰ مشرکین۔ چار۔ ان سب میں بلا بالو یقیناً نظر لیڈروں نے خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے۔ دین الہی کو دیدہ و دانستہ پانچاں کیا ہے اور پھر لیڈر ہیں، ریفارمر ہیں مسلمانوں کے بڑے راہبر ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائے مسلمان ہی نہیں یعنی جب تک اسلام کو کند چھری سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں"۔

ملہ تنقیدی اشارے۔ پروفیسر آل احمد مدنی ص ۷۷ ملہ سارنہ رضا شہرہ ص ۱۹۹ کراچی ص ۷۷

حضرت فاضل بریلوی کی تمام تر تصنیفات اور ادبی کتابوں میں العطاء یا السنوب
 فی الفتاویٰ الرضویہ "کوسب پر فوقیت اور برتری حاصل ہے جس کو اسلام کا انسائیکلو پیڈیا
 Encyclo pae dia قرار دیا جاسکتا ہے جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جس کی بعض
 جلدیں ایک ہزار صفحات سے زیادہ ضخامت کی حامل ہیں۔ جو ان کا سب سے عظیم ادبی کارنامہ ہے۔

سیاسی خدمت

یاس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

كانت بنی اسرائیل تسوسهم الانبیاء کما صلت نبی
خلفهم نبی بعدی و سیکون خلفنا فی کثرون فتالوا فماتنا مرنا
قال فوالبیعة الاول مال اول اعطوهم حقهم فان الله سألهم
عما استبرعاهم متفق علیہ .

انبیاء کرام ہی کے ہاتھ میں بنی اسرائیل کی سیاست تھی جب ایک نبی پردہ فرما جاتے
تو دوسرے نبی ان کے جانشین ہوتے (اسی طرح تمہاری سیاست میرے ہاتھ میں ہے)
میرے بعد چونکہ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں اس لئے میری روپوشی کے بعد میرا جانشین کوئی نبی
نہیں ہوگا۔

غائبانہ علامہ اقبال اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں

جلالِ یادِ شاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چکنی ۲

چونکہ حضرت رفقا بریلوی ایک جید عالم دین، عظیم شاعر و ادیب، بالغ نظر نقاد اور
زبردست عاشق رسول تھے۔ اور عشق رسول تو ان کے وجود میں اس طرح سمایا ہوا تھا کہ ہر چیز
بانتبان کو عشق رسول کی ہی جلوہ سامانیاں نظر آتی تھیں یہاں تک کہ عشق مصطفیٰ کو وہ جان
قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں

جان ہے عشق مصطفیٰ روزِ فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

۲۔ کلیات اقبال۔ پریز بلڈ پورہ ملی سن ۳

۳۔ الازاد رضا شرکت حنفیہ لمیٹڈ لاہور سن ۱۳۲۵

کافر ہی نہیں بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے۔ خواہ وہ مرتد ہو، مشرک ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، یا آتش پرست۔

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر حضرت رخصتہ ریلوی دشمن کی نقیسات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔

(۱) اول اس کی موت نہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

(۲) دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

(۳) سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ درجے ان پر طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہ ہی سمجھے جاتے ہیں:

اولاً جہاد کے اشارے ہوئے۔ اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔

ثانیاً: جب یہ نہ نئی ہجرت کا بھرا کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جاہلادیوں کو ریلوں کے مولد نہیں پالوں ہی چھوڑ جائیں بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد مزارات اولیا ہمارے یا ممالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً: جب یہ بھی نہ سبھی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے معاملات پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل میں داخل نہ ہو، مال گزاری ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کر دو اگر غیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہر نام کا دنیاوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ اور محکمے میں صرف ہندو رہ جائیں۔

چنانچہ جب ہندو مسلم اتحاد کی تحریک نے زور پکڑا اور اس کے سیلاب کی طغیانوں نے عوام و عوام خواص کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا یہاں تک کہ علماء بھی اس کے دام فریب میں گننا

ملک حیات مولانا احمد رضا خاں ریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد ص ۱۹۳

۲۱ انوار رضا - لاہور ص ۲۸۰/۲۷۹

ہو گئے تو فاضل بریلوی سے رہا نہیں گیا اور مستنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

کیا ہم سے وہ دین پر نہ لڑے، کیا قربانی کا دُرِ ان کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے، کیا کٹار پورا رہ کہاں کہاں کے ناپاک و ہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے۔ ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے اور جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لینے سے کلیجہ منہ کو آئے۔
اگے چل کر فرماتے ہیں:

”کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادت یہ قرآن عظیم کی اہانتیں انہیں ناپاک رکشاؤں انہیں مجموعی سفاک سجاوٹوں کے نتائج نہیں نہ ہی۔ ہاتھ کٹنگن کو آری کیا ہے، آپ جس شہر جس قصبے جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو اپنی مذہبی قربانی کے لئے لگائے پھاڑو اس وقت یہی تمہاری باتیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ یہی تمہارے آقا یہی تمہارے پیشوا تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے۔ وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و باطن ہے یعنی گاندھی صاحبان نہیں کہہ چکا ہے کہ مسلمان اگر قربانی گاؤں چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے پھڑا دیں گے۔“

حضرت رضی اللہ عنہما کے دل میں قوم مسلم کی فلاح و بہبود کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ قوم کو زبوں حالی سے بچانے کے لئے ہمیشہ سعی و کوشش کرتے رہے اور کفار و مشرکین کی پیرہ دستیوں کو آئینہ کی طرح اپنی قوم کو دکھاتے رہے۔ چنانچہ وہ ملت اسلامیہ کو طریقہ زندگی و رہنمائی عطا کرتے ہوئے چار نکاتی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

۱۔ انوارِ رضا۔ لاہور ص ۷۷

” (۱) مسلمان اپنے دین کی اشاعت کی عزت تو جہ دیں۔

(۲) فضول خرچی نہ کریں اور مقدمات پر روپیہ پیسہ پانی کی طرح نہ بہائیں۔

(۳) مسلمان صرف مسلمان تاجروں سے خرید و فروخت کریں۔

(۴) اہل ثروت مسلمان، مسلمانوں کے لئے اسلامی طرز پر بینک کاری کا نظام قائم کریں؛ ۱۔

اے کاش فاضل بریلوی کے مذکورہ چار نکاتی پروگرام پر عمل درآمد ہو گیا ہوتا تو آج ہماری قوم ترقی کی کس منزل پر فائز ہوتی اس کا نقطہ تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔ آج ہم ذلت و رسوائی کی زندگی سے نجات پا گئے ہوتے اور عزت و وقار ہمارا مقدر ہوتا۔

اس طرح ہم فاضل بریلوی کو قوم کا بہترین نمکساز بھی خواہ اور ریاست داں کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ فاضل بریلوی کے انہیں چار نکاتی منصوبوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالرشید استاد شعبہ علوم اسلامی کراچی یونیورسٹی رقمطراز ہیں:

۱۔ اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا بریلوی) نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کے لئے الگ بینک کاری کی تجویز پیش کی تھی وہ اس لئے کہ اس وقت صرف انگریز اور ہندو بینک کاری کرتے تھے مسلمان زمیندار بینکوں سے قرض لیتے اور پھر سود و سود کے چکر میں اپنی زمینوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور اس طرح اپنے علاقے میں اپنا سیاسی اثر بھی زائل کر دیتے۔ معاشی استحکام وہ واحد حربہ ہے جو کسی بھی قوم کو سیاسی قوت بخشتا ہے۔ امریکہ کے حالات ہمارے سامنے ہیں کہ یہودی معیشت پر غالب ہونے کی وجہ سے امریکہ جیسی طاقت ور حکومت سے اپنی مرضی کے فیصلے کروا لیتے ہیں۔ اور عرب ممالک معاشی قوت کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اسرائیل کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں۔ ۲۔

چنانچہ میاں عبدالرشید صاحب فاضل بریلوی اور ان کے متبعین کی سیاسی خدمات کہہ

ملا سارن رفا شمارہ ۱۹۹۸ء امدہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵۲

۱۵۲

پذیرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

When Pakistan resolution was passed in 1940 the efforts of Hazrat Barelvi bone frute and all his adherents and spritual leaders rose as one man to support Pakistan movement thus the contribution of Hazrat Barelvi towords Pakistan is not less then that Allama Iqbal and

Qaid-E-Azam.

بزرگ شہ ابلاغ عامہ (ہامو کراچی) کے پیرمین ڈاکٹر محمد شمس الدین حضرت فاضل بریلوی کی
سیاسی خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے ایک تاثراتی پیغام میں رقم طراز ہیں:
"امام احمد رضا کا دور وہ دور ہے جس میں آپ نے مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کے
رویتے کو بخوبی اجاگر کیا ہے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ہندو اپنی ترقی دنیاوی کے سبب مسلمان کے دل
و دماغ پر چھایا گیا ہے اور مسلمان اپنی عظمت اور خودی کا سودا کر چکا ہے۔ ہندو یہ بھی جانتا ہے کہ
جب بھی انگریز برصغیر سے رخت سفر باندھے تو وہ اس کا ہاشین بنے اور اپنی اکثریت
کی آڑ میں مسلم کشتی کا دیرینہ خواب سترندہ تعبیر کر کے مسلمانوں کو خوابِ خرگوش سے بیدار کرنے
کے لئے آپ نے مسلمانوں کی جانب توجہ کی تاکہ انگریز اور ہندو کے فکری قبضے سے نجات مل سکے
اور مذہب سے تعلق قائم ہو۔"

یوں تو اب تک فاضل بریلوی کے سیاسی حوالے سے بہت ساری کتابیں اور مقالات
منظر عام پر آچکی ہیں مگر اس ضمن میں خود ان کی تصنیف کردہ کتابیں کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں ان
کے سیاسی فہم و تدبیر اور زیر کی کے مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں کافی مدد و معاون ثابت
ہو سکتی ہیں۔

۱۔ حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی ڈاکٹر محمد سعید احمد ص ۲۴
۲۔ امام احمد رضا کا نفرنس مجلہ ۱۹۹۳ء کراچی پاکستان ص ۲۱

- ۱، النفس الفکر فی قرآن البقر ۱۲۹۸ھ ۱۸۸۰ء
 ۲، اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ۱۳۳۶ھ ۱۸۸۸ء
 ۳، تدریس فلاح و نجات و اصلاح ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۲ء
 ۴، دوام العیش فی الائمۃ من القریش ۱۳۳۱ھ ۱۹۲۰ء
 ۵، الحجۃ المومنین فی آیۃ الممتحنہ ۱۳۳۱ھ ۱۹۲۰ء
 ۶، الطاری الداری لہجوات عبد الباری ۱۳۳۱ھ ۱۹۲۰ء ۲

ما حیات مولانا احمد رضا بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب

طاق رکھ کر اپنی فکری پرواز کو روار کھا اس سے لغزش ہو کر رہی جس کا ذکر انشاء اللہ ہم آگے چل کر اسی باب میں کریں گے۔

جن لغت گو شعرا نے اس پر خطر وادی کے خطرات کو محسوس کیا انہوں نے اپنے قلبی واردات اور محسوسات کو بایں طور بیان کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

”حقیقتاً لغت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور خمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض ایک جانب اصلاح نہیں اور لغت شریف میں دونوں جانب سخت پابندی ہے۔“

عبد الکریم شہر

”لغت نہایت مشکل صنف سخن ہے۔ لغت کی نازک حدود کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی اناقیت قائم رکھنا آسان کام نہیں..... سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ذرا سی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش خیال و الفاظ اور ایمان و عمل کو غارت کر دیتی ہے۔“

محمد امجد

”حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالت مآب کی تعریف میں ذرا سی لغزش لغت گو کو

دکھالٹا، مولانا احمد رضا بریلوی، مطبوعہ کانپور ۱۳۵۱ھ
یا نقوش رسول نمبر جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۱ھ

حدود کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ ذرا سا شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آ سکتا ہے۔ ذرا سا عجز بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے۔

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی

”نعت کے موضوع سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں موضوع کا احترام کلام کی کیفیت دے رونق کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ نقاد کو نعت گو سے باز پرس کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف نعت گو کو اپنی فنی کمزوری چھپانے کے لئے نعت کا پردہ بھی بہت آسانی سے بل جاتا ہے۔ شاعر ہر مرحلہ پر اپنے معتقدات کی اسٹریٹجیا ہے اور نقاد جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے لیکن نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے“ ۲

ڈاکٹر اے۔ ڈی نسیم

”نعت گوئی کا راستہ پل صراط سے زیادہ کھٹن ہے اس پر بڑی احتیاط اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے اس لئے اکثر شاعروں نے نعت کہنے میں بے بسی کا اظہار کیا ہے جن سستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے“ ۳

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم و وسیع موضوع ہے اس کی

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۴

۲۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

۳۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

عظمت و وسعت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے۔ شاعر کے پائے فکر میں ذرا سی لغزش ہوئی اور وہ نعت کے بجائے گیا حمد و منقبت کی سرحدوں میں اس لئے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ عربی نے اپنے ایک نعتیہ قصیدہ میں جس کا مطلع ہے ۵

اقبال کرم می گزدار باب مسمم را
ہمت نہ خور و نیشتر لا و فسمم را

بہت صحیح کہا ہے ۵

عربی مشتاب این رہ نعت است نہ صحر
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را بہ صحر

محمد عبد اللہ قریشی

نعت ہماری شاعری کی محبوب اور پاکیزہ صنف ہے اس کے ڈانڈے ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتے ہیں مگر اس کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ نعت گوجب تک عشق رسول میں ڈوب کر توحید و رسالت اور عبودیت کے نازک رشتوں میں کامل ہم آہنگی پیدا نہ کرے، جذبات عالیہ، درد، سوز و گداز، نعت بیان اور حسن ذوق سے آشنا نہ ہو اس وقت تک وہ نعت گوئی کے منصب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ ۵

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد دوم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

۲۔ معارفِ رضا ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۴۶

(الف) احتیاط

نعت کا فن نعت نگار سے حدود شرع اور عظمت مصطفیٰ کی پاسداری کا سختی سے مطالبہ کرتا ہے جیسا کہ ابھی ابھی ذکر ہوا کہ نعت کا فن اصناف ادب میں سب سے زیادہ مشکل ہے اور اس پر خطر وادی میں بہت ہی زیادہ حزم و احتیاط کی ضرورت ہے اگر یک لخت بھی احتیاط کی زمام ہاتھ سے چھوٹی اور عظمت مصطفیٰ مجروح ہوئی تو نعت نگار کے سارے اعمال خیر میں مل گئے اور اجر و ثواب کے بجائے عذاب و عقاب کا مستحق قرار پایا گیا۔ اور اس پر خطر وادی میں اچھے اچھوں کی توبت فکر میں لغزش پیدا ہو کر رہی۔ جیسے محسن کا کوروی، امیر مینائی اور شاعر مشرق علامہ اقبال وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ نعت گو شعرا ہیں جنہوں نے نعت ہی سے سخن گوئی کا سفر شروع کیا مگر اس نازک و مشکل وادی میں قدم رکھنے کے بعد وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ ان کے پائے نگر کو کھٹو کر لگ کر رہی۔ دیکھئے محسن کا کوروی کے یہ اشعار:

عینیت غیر رب کورب سے غیریت عین کو عرب سے
ذات احمد تھی یا خدا تھا سایہ کیا میم تک جدا تھا

کہاں اب جبہ سانی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا
احمد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ ملے

۱۔ نقوش رسول نبی جلد دوم ص ۵۴

امیر مینائی کے مندرجہ ذیل اشعار دیکھئے

ظاہر ہے کہ لفظ احمد واحد و احمد بے میم
بے میم ہوئے عین خدا احمد مختار
قرآن ہے خورشید تو نجم اور صحیفے
اللہ گہرا اور صدف احمد مختار

طور کا جلوہ کھتا جلوہ آب کا
لن ترا جی تھی صدائے مصطفیٰ

طور رو منہ ہے تو میں صورت ہوئی لیکن
آر جی منہ سے نکالوں جو مزارائے نظر میں

متذکرہ بالا اشعار سے صاف صاف ظاہر ہے کہ محسن کا کو روی اور حضرت امیر
مینائی سے لغزش ہوئی ہے اس لئے کہ ان اشعار میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی ذات کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے کہ جس سے مترشح ہونے والا مفہوم یہی بتاتا ہے
کہ معاذ اللہ تم معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا ہیں۔ جبکہ آقائے محترم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے اس بات کی سخت ممانعت فرمائی تھی کہ ہرگز ہرگز تم مجھ کو خدا نہ بنانا چنانچہ آقائے
محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت
سیح علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ
اور اس کا رسول ہی کہو #

۱۔ معارفِ رضوان ۱۹۵۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۹/۱۷۰

۲۔ نقوشِ رسول تبر علیہ دم مطبوعہ لاہور ص ۲۷

چنانچہ اسی حدیث پاک کی ترجمانی کرتے ہوئے عاشق رسولؐ عظیم نعت گو شاعر حضرت
 علامہ ابوہریرہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ۱
 ما ادعتہ النصرانی فی نبیہم ۲ و احکم بما شئت ملہا فیدہ و احکم
 یعنی حضور علیہ السلام کی تعریف کرتے وقت وہ بات چھوڑ دو جو لُصاریٰ اپنے نبی
 مسیح علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں (یعنی آنحضرتؐ کو شان الوہیت نہ دو) ۱
 یوں ہی شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کا یہ شعر دیکھئے جو ایک نعت کا مطلع ہے ۱
 نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ سیم کو اٹھا کر
 وہ بزم شرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر ۲
 اسی قبیل کے چند دوسرے اشعار بھی پیش ہیں جو دوسرے نعت نگار شعرا کے
 قلم سے صادر ہوئے ہیں ملاحظہ ہوں ۱

محمد نے خدائی کی خدانے مصطفائی کی
 کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
 جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے ۲

ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پر گھمنڈ
 مصطفیٰ کو اس قدر ہے مصطفائی پر گھمنڈ ۳

۱۔ نقوش رسولؐ نمبر جلد دہم ص ۲۷
 ۲۔ اریخان نعت ص ۱۲۲

۳۔ اردو نعت کا شرعی محاسبہ دشمس بدایونی ص ۲۳/۲۴
 ۱۔ نقوش رسولؐ نمبر جلد دہم ص ۵۳

عشق کی ابتدا بھی تم حسن کی انتہا بھی تم
رہنے دو راز کھل گیا بندے بھی تم خدا کی تم (بیدم وارث)

انسانیت کو بخشی وہ معراج اپنے
ہر آدمی سمجھنے لگا ہے خدا ہوں میں (اعظم چشتی)

عقل کہتی ہے مثلنا کیے
عشق بے تاب ہے خدا کیے (اعظم چشتی)

نہاں تا بود در پردہ خدا بود
چوں ظاہر شد محمد مصطفیٰ بود (اعظم چشتی) یہ
اسی لئے تو کہا گیا ہے

ادب گاہے ست زیر آسمان از عرش نازکے
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایر جا

اور بقول جگرے

ع اللہ اگر تو نین نہ دے انسان کے بس کی تہا نہیں

چنانچہ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں

”فن نعت، نعت نگار سے اس امر کا تقاضا ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے حدود

شرع کی پاسداری کرے، خدا اور بندے اور الوہیت و نبوت کے فرق کو پیش نظر رکھے و رائل
حفظ مراتب کے ادراک کا ہی نازک مقام نعت نگار سے اس پر صراط کو احتیاط کے ساتھ

ملہ سارن رضوانہ ص ۱۹۷ ص ۱۶۲/۱۶۳

عبور کرنے کا متقاضی ہے۔" ۱

اور اس طرح کی لغزش سے عظیم نعت گو شاعر محسن کا کوروی بھی محفوظ و مامون نہ رہ سکے
بلکہ ان سے بھی چوک ہو کر رہی چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں ۲

مفت مائیل ہے مگر اس کی یہ تدبیر نہیں

کھوٹے داموں بکے یوسف کی یہ تصویر نہیں

نیز اسی طرح کی لغزش مشہور مشنوی نگار میر حسن سے بھی ہوئی وہ لکھتے ہیں ۳

سج اس کے خزاہ کا پارہ دوزر

خلیل اس کے گلزار کا باغبان

خضر اس کی سرکار کا آب دار

اسی طرح مرزا محمد رفیع سودا کا بھی یہ شعر دیکھئے ۴

کمرے جو ہسری کے تاب

کہ نمیوں سے بڑھ کر ہیں اس کے صحاب ۵

نعت مضامین و مواد کے اعتبار سے اصنافِ ادب میں سب سے مشکل صنف

گردانی جاتی ہے مگر ہیئت و ساخت کے اعتبار سے اس کی وسعت آفاقی ہے وہ اصنافِ

ادب کی ہر صنف میں کہی جاتی رہی ہے اور کہی جاتی رہے گی۔ اور میں تو نعت کی اس آفاقیت

کو حضور رحمت عالم نوز مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت و رافت اور ان کی نبوت و رسالت

کی آفاقیت کا پرتو سمجھتا ہوں کہ جس طرح آپ کی رحمت و رافت اور نبوت و رسالت کا رستا

کے ذرے ذرے کے لئے ہے اسی طرح نعت نگاری کا دائرہ کبھی جہلہ اصنافِ ادب کیلئے

ہے وہ کسی بھی صنف میں کہی جاسکتی ہے ہیئت و ساخت کی کوئی پابندی نہیں۔

۱۔ لغزش رسول تبر جلد دہم ص ۳۱

اس مقام پر ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ نعت کے ڈانڈے اور اس کی حدیں ایک طرف تو عہد سے اور دوسری طرف مجبور سے ملتی ہیں اور زکرت نگار غلو سے کام لیتے ہوئے ان حدود مصود میں داخل ہوتا ہے (جیسا کہ اوپر ذکر ہوا) تو بھی عذاب و عتاب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور اگر فکر اسفل کا استعمال کرتا ہے تو بھی تنقیص کا ترکیب قرار پاتا ہے اور دونوں اعتبار سے بارگاہ مصطفیٰ کا مجرم و گستاخ ٹھہرتا ہے جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس کے اعمال تباہ ویراں ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک تیسری بات جو قابل ذکر ہے یہ کہ نعت نگار کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمارے نبی کی طرح کسی دوسرے نبی کی تعریف تو نہیں بھی نہ کرے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب نعت نگار ہمارے نبی کے معجزات اور ان کے کمالات کا دیگر انبیاء کرام کے معجزات و کمالات سے موازنہ کرتا ہے تو دوسرے انبیاء کی تنقیص کا ترکیب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے بارگاہِ اجماعِ خاں بریلوی میں حاضر ہو کر نعتیہ اشعار سننے کی تمنا ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مراد آبادی کا کلام سنتا ہوں (اس لئے کہ ان کا کلام میزانِ شریعت میں تلا ہوا ہوتا ہے) اگرچہ حضرت کافی کے یہاں لفظ رعن کا استعمال موجود ہے۔ اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے پھر خیال خاطر احباب کے پیش نظر ان صاحب کو کلام سنانے کی اجازت مرحمت فرمادی ان کا ایک مصرعہ یہ تھا۔

”شانِ یوسف جو گھسی ہے تو اسی در سے گھسی“

آپ نے فوزِ اشاعرِ موصوف کو روک دیا اور فرمایا ”حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نبی کی شان گھٹانے کے لئے نہیں بلکہ انبیاء کرام کی عظمت و بزرگی میں چار چاند

مد نفوس رسول نمبر جلد دہم ص ۲۶

ب میرت

نعت کی ہیئت و ساخت کے بارے میں ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں:
 ”نعت کی کوئی مستقل ساخت نہیں ہے بلکہ وہ اردو میں مروجہ جملہ اصنافِ سخن
 کی ساخت میں کہی جاتی ہے۔ نعت ابتدا میں قصیدہ کی شکل میں کہی جاتی تھی وہ یہ کہ عربی
 کی شاعری میں جہاں نعت کی پیدائش ہوئی ہے مانی الفصیحہ کے اظہار کے لئے قصیدے کی شکل
 مروج تھی۔“

جیسا کہ ماقبل میں اس بات کا ذکر ہوا کہ نعت ایک آفاقی صنفِ سخن ہے اور اس کی یہ
 آفاقیت حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور رحمت و رافت
 کے تناسب سے ہے جس طرح حضور رحمتِ عالم کے بارے میں قرآن پاک کا یہ اعلان
 عام ہے قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا بِالَّذِي لَهُ مُلْكُ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ہ بایں سبب نعت کسی
 ہیئت و ساخت کی پابندی نہیں ہاں داخل پہلو اور موضوع و مواد کی پابندی ضرور لازمی ہے۔ ورنہ یہ
 ہر صنفِ سخن میں کہی جاتی رہی ہے اور کہی جاتی رہے گی اور جس جس طرح اصنافِ سخن میں اصناف
 ہوتا جائے گا اس کی آفاقیت میں بھی ترقی ہوتی جائے گی۔ نعت عصری اور زمانی تقاضے کے
 ہم مزاج مہنہ سخن ہے جس عہد اور جس زمانے میں جس صنفِ سخن کی روش و رواج عام تھی اسی

بلکہ نعت شاعری کا ارتقاء۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد پنجپوری۔ مطبوعہ الرآباد ص۔

صنعت سخن میں یہ بھی پرورش پاتی رہی۔

چنانچہ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں: "خطاب یہ نعت، نثری نعت اور نثری و شعری نعت کے بعد ہم اپنے اصل موضوع یعنی نثر و شاعری (اصنافِ نظم) کے حوالے سے نعت کا جائزہ لیتے ہیں۔ نعت کا موضوع شاعری کی کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں حضور اکرم کی توصیف اور ان کی سیرت کا تذکرہ شعر کی کہی بھی صنف اور سببیت میں ہو سکتا ہے۔ نعت کے مضامین کو شاعروں نے کم و بیش تمام اصنافِ سخن میں قلم بند کیا ہے جو صنفِ شعر جس عہد میں زیادہ مقبول و مروج رہی ہے اس صنف کو نعت کے لئے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا۔ غزل چونکہ ہماری شاعری کی مقبول ترین صنف ہے اور ہر دور میں اپنی داخلی خصوصیات اور سببیت کے سبب پسندیدہ رہی ہے لہذا نعت کے مضامین کے لئے بھی سب سے زیادہ غزل کی صنف ہی مستعمل رہی۔ ساجد لکھنوی کے بقول "ابتداءً اردو شاعری سے اگر آپ بظاہر غائر مطالعہ کریں تو آپ کو پچانوے فیصد نعتیں غزل کے فارم میں ملیں گی"۔

اور بالکل ہی حال صنفِ نظم کا بھی ہے۔ نظم کی آفاقیت اور اس کی ہمہ گیری پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سید عبدالشکر رقم طراز ہیں:

"اردو میں نظم از ابتدا چلی آتی ہے مگر نظم کا جو ترکیبی تصور اس دور میں پیدا ہوا وہ پہلے موجود نہ تھا اصلاً نظم مسلسل خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ وسیع معنوں میں ہر وہ شے جو غزل نہیں وہ نظم ہے اس میں قطبہ، قصیدہ، رباعی، مثنوی، چھوٹی نظمیں اور حکایتیں وغیرہ سب آجاتی ہیں"۔

چنانچہ آگے چل کر نعت کے اجزائے ترکیبی کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے احتشام حسین کا قول نقل کرتے ہیں کہ احتشام حسین نے نظم کے لئے چار چیزیں ضروری قرار دی ہیں۔

۱۔ نقوش رسول نبر جلد دہم ص ۳۹

۲۔ اردو ادب کی ایک صدی۔ ڈاکٹر سید عبدالشکر چمن بک ڈپو دہلی ص ۱۹

(۱) نظم میں ایک مرکزی خیال ہوتا ہے۔

(۲) ارتقائے خیال کی وجہ سے تسلسل کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک خیال سے دوسرا خیال خود بخود نکلتا رہتا ہے۔

(۳) نظم کی کوئی ہیئت معین نہیں

(۴) اس کے لئے موضوع کی بھی کوئی قید نہیں۔

حضرت فاضل بریلوی نے بھی ہر ایک صنف میں نعت کہی ہے۔ پیش ہے ہر ایک صنف سخن سے نعتیہ نمونہ کلام۔

صنف غزل میں نعت

یاد میں جس کی نہیں ہوشش تن و جاں ہم کو
دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
کاش آویزہ قندیل مدینہ ہو وہ دل
عرش جس خوبی رفتار کا پامال ہوا
شمع طیبہ سے میں پر وازہ رہوں کتب دور
خاک ہو جائیں دریاک پہ حسرت مٹ جائے
خارِ صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
تنگ آئے ہیں دو عالم تری بے تابی سے
پاؤں غزال ہوئے راہ مدینہ نہ ملی
میرے ہرزخم جگر سے یہ نکلتی ہے صدا

پھر دکھا دے وہ رخ اے بہر فرزاں ہم کو
کیا ہی خود رفتہ کیا حبلوہ جانناں ہم کو
پھر دکھا دے وہ ادا کے گل خنداں ہم کو
جس کی سوزش نے کیا شک جگہ اغان ہم کو
دو قدم چل کے دکھا سر و خراماں ہم کو
ہاں جلا دے شررا تشش بہاں ہم کو
یا الہی نہ پھر ابلے سر و ساماں ہم کو
وحشتِ دل نہ پھر ابلے سر و ساماں ہم کو
چین لینے دے تپ سینہ سوزاں ہم کو
اے جنوں اب تو ملے رخصتِ زنداں ہم کو
اے طبعِ عربی کر دے نمک داں ہم کو

ملا اردو ادب کی ایک صدی۔ فاکر سید عبدعہد مشر ۱۹۸۰

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے دین کی بہار
 گر لپ پاک سے اقرار شفاعت ہو جائے
 نیز حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے
 رحم فرمائیے اے شاہ کہ اب تاب نہیں
 نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو
 یوں نہ بے چین رکھے جو شیش عیاں ہم کو
 تیز ہے دھوپ ملے سایہ دامال ہم کو
 تابکے خون رلائے غم بحیراں ہم کو
 اے رضا و صف رخ پاک نمانے کے لئے
 نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

صنف قصیدہ میں نعت

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
 صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
 باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
 مست بوہیں ملیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
 بارہویں کے چاند کا مہرا ہے سجدہ نور کا
 بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا
 تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
 بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
 میں گدا تو بادشہ بھر دے پیالہ نور کا
 نوردن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا
 نیل سے کس درجہ شہر ہے یہ پتلا نور کا
 ہر گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

۱۴۱۱ م احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۳ء

صنعتِ مثنوی میں نعت

چاک کن اے گل گریباں ازالم
 اے قمر از فرط غم شور وے زرد
 طوطیا جز نالہ ترک ہر سخن
 خوں شوائے غنیمت ماں خندہ میت
 داغ شوائے لالہ خونی کفن
 اے زمیں برفرق خود خاکے بریز
 شب رید اے شمع روشن خوش بوز
 آسمانا جامہ ماتم بہ پوش
 جوش زن اے چشمہ چشم زکا
 بر زمیں آعیسیٰ گردوں قباب
 آہ آہ از نفس خود کام آہ آہ
 صد ہزاراں رختہا انداختند
 ترک دیں گفت و نمودش اقتدا

گریہ کن بلبلا از رنج و غم
 سنبلا از سینہ برکش آہ ہنرد
 ہاں صنوبر خمیز و فریادے کن
 چہرہ سرخ از اشک خونی ہر گیت
 پارہ شوائے سینہ مہ ہچوں من
 خرمن عیشت بسوزاے برق تیز
 آفتابا آتش غم برف روز
 ہچو ابرائے بحر و گریہ بجوش
 خشک شوائے قلم از فرط بکا
 کن ظہور اے مہدی عالی جناب
 آہ آہ از ضعف اسلام آہ آہ
 مردماں شہوات را دیں ساختند
 ہر کہ نفس رفت از را ہے ہوا

بہر کارے ہر کہ گفتہ تعال
 سر قدم کردہ نمودش امثال

۱۔ حدائق بخشش، امام احمد رضا قادری، مطبوعہ کراچی، ۲۸۸/۲۸۷

صنف رُبَاعِی میں نعت

اللہ کی سرتاب قدم شان میں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان میں یہ

قرآن تو ایمان بتا ہے انہیں
اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان پیٹا

ہے دوشِ نبی کا ان صفا صلِّ علی
خاتمہ لطفات پہ گوا صلِّ علی

کھتا بارِ نبوت جو اٹھایا شہ نے
پہ نیلِ نزاکت سے پڑا صلِّ علی

صنفِ مستزاد میں نعت

وہ بارب ہے جس نے تجھ کو بہترن کر م بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستان بتایا
تجھے حمد ہر خدا یا

تمہیں حاکم برایا تمہیں تاسم عطا یا
تمہیں دافع بلا یا تمہیں شافعِ خطایا
کوئی تم سا کون آیا

عبد صادق بخشش۔ امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی ۲۳۳

۲۳۲

وہ کنواری پاک مریم وہ فخرتِ فیہ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آسنہ کا پایا

وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ دلے حین جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا پایا

تجھے یک نے یک بنایا

کبھی خندہ زیر لب ہے کبھی گریہ ساری شب
کبھی غم کبھی طرب ہے نہ سب سمجھ میں آیا

نہ اسکا نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے سر پر خ زریا ہے
کبھی پیش در کھڑا ہے سر بندگی جھکایا

تو قدم میں عرش پایا

کبھی وہ تک کہ آتش کبھی وہ ٹیک بارش
کبھی وہ ہجومِ نالش کوئی جانے ابر چھایا

بڑی جوششوں سے آیا

کبھی زندگی کے ارماں کبھی مرگِ نون کا خواہاں
وہ جیسا کہ مرگِ قرباں وہ موائے زلیت لایا

کچھ روح ہاں عبلا یا

کبھی گم کبھی عیاں ہے کبھی سرد گہ تیاں ہے
کبھی زیر لب فناں ہے کبھی چپ کہ دم نہ تھا یا

رخ کا مہاں دکھایا

ہمیں لے رخصت کرے دل کا پتہ چلا بمشکل
در روئے کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا

یہ نہ پوچھو کیسا پایا

صنف قطعہ میں نعت

عالم ہمہ صورت اگر جاں ہے تو تو ہے

سب ذرے ہیں گر ہر درخشاں ہے تو تو ہے

پر روانہ کوئی شمع کا، بسیل کوئی گل کا

اللہ ہے شاہد، مرا جاناں ہے تو تو ہے

طالب میں ترا، فیرے ہرگز نہیں کچھ کام

گردین ہے تو تو ہے ایسا لہے تو تو ہے

۱۔ حدائق بخشش، امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی ۱۸۹- تا ۱۹۱

۲۲۱

(ج)

ضماائر کا استعمال

نعت کے فن میں ضماائر کا استعمال اور ان کے مراجع کا تعین ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ضماائر کا استعمال غایت درجہ سلیقہ اور قرینہ کا متقاضی ہے۔ اس لئے کہ ضماائر کے استعمال میں اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کون سی ضمیر کس ذات کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ آیا اس کا تعلق عبد سے ہے یا عبود سے۔ نیز اسی کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہوتی ہے کہ کس ضمیر کا مرجع کیا ہے۔ اور ضماائر سے زیادہ توجہ اور حزم و احتیاط تو مرجع کے تعین میں دامن گیر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جن اشعار میں ضماائر کا استعمال ہوتا ہے ان میں مرجع کے تعین کے بعد ہی شعری معنویت کا تعین ممکن ہوتا ہے۔ اور اگر نعت کے فن میں ضمیر و مرجع کے تعین میں کسی طرح کی کوتاہ اندیشی ہوئی تو فوراً معانی و مفہم تخریب کاری کے شکار ہوں گے اور جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عبد کا اطلاق عبود پر اور عبود کا اطلاق عبد پر ہو کر رہ جائے گا۔ جو دارین کی رو سے یا ہی اور آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ حضرت امیر مینائی رحمہ اللہ علیہ کا یہ شعر دیکھئے

پاک تھی رنگ دورنگی سے وہ خلوت گہ خفاں
وہی شیشہ وہی مینوار تھا معراج کی رات

حضرت امیر مینائی کے اس شعر میں دو طرح کی خرابیاں جھلکتی ہیں اول یہ کہ اس میں شیشہ و مینوار جیسے سوقیانہ اور غیر مہذب الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جو نعت کی نازک

طبیعت کے مناسب نہیں۔ نیز ان الفاظ کا استعمال نہ تو ذات باری تعالیٰ کے لئے روا ہے اور نہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے لئے۔

دوسری خرابی یہ کہ لفظ "وہ" کا مرجع و مشار الیہ کون سی ذات ہے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ سرکارِ دو عالم کی ذات گرامی ہے یا اللہ جل شانہ کی۔ غرض مرجع اور مشار الیہ کے بچھول ہونے کی وجہ سے شعر چیتاں ہو کر رہ گیا ہے۔

چنانچہ ہمارے استعمال پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری لکھتے ہیں،

”آدابِ نعت میں یہ بھی داخل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس صفت یا جن صفتوں سے مخاطب کیا جائے وہ احترام و اکرام اور ادب کو اپنے معنی میں سمونے ہوئے ہوں عربی اور اسی طرح فارسی میں ہمارے کے امتیازات نہیں ہیں لیکن اردو میں کچھ ضمیریں معظّم و مکرم شخصیتوں کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جو اپنے مراجع کی علوشانی اور رفعت مکانی کو ظاہر کرتی ہیں نعت میں اکی قبیل کے ہمارے اور الفاظ استعمال کئے جانے چاہئیں۔“

سب سے پہلے جنگ بہادر خاں تاجش نے اپنے نعتیہ مجموعہ "کلام نسیم طیبہ" میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ہمارے استعمال توجہ طلب ہے۔ اردو زبان میں بہت سے کلمات تعظیم کے لئے مستعمل ہیں اسی لئے ہمارے "تو، اور، تم" واحد حاضر کے صیغہ کے لئے لائق احترام ہیں اس لئے تاجش صاحب کا کہنا ہے کہ "تو، اور، تم" ہمارے استعمال ذوق صحیح پر جو شریعت کا بھی رہن منت ہے کسی قدر گراں گزرتا ہے اگر چاہیں تو اس کی جگہ ضمیر غائب کے الفاظ یعنی "وہ، اور، ان" مستعمل ہو سکتے ہیں واحد حاضر کے لئے کم از کم "آپ" کا لفظ آسکتا ہے۔ حضرت رحمنابریوی نے اپنی لغتوں میں کثرت کے ساتھ ہمارے استعمال کیلئے مگرے ہی حسن و خوبی اور سلیقہ سے کہہیں بھی اس کے مرجع کے تعین میں کسی طرح کی کوئی دقت محسوس نہیں

یا نعتیہ شاعری کا ارتقا۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری ص ۳۷

ہوتی۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مفہوم کو اپنے پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدا تیرا خدا ہے تو خدا کا پاک بند ہے
خدا تو تو نہیں تو خدا ظل خدا تو ہے

ترزی تعریف میں جتنا بڑھیں سب تھکوتا یاں ہے
فقط اک نار وایہ ہے کہ یوں کہیے خدا تو ہے
مذکورہ شعر کو دیکھئے کس حسن و خوبی کے ساتھ صنائر کا استعمال کیا ہے مگر مرجع معنی کے تعین و تقسیم میں کسی طرح کی کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ چند اشعار اسی قبیل کے اور ملاحظہ ہوں:

انہیں کی بومایہ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے ہے انہیں کلاب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمین نہیں کہ زماں نہیں
وہی لامکاں کے مکین ہوئے ہرگز نشی تحت نشی ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے میں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چنان تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

۱۔ کلام رضا۔ اصغر حسین نظیر لدھیانوی۔ الجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ ص ۱۲

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری ہلک
زمین و فلک سماک و سماک میں سکے نشاں تمہارے لئے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

تمہیں حاکم برایا تمہیں قائم عطایا
تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خُلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن واد اکی قسم
تو ہی بندوں پر کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پیر و تجھی سے دعا
مجھے جلوہ پاکِ رسول دکھا ہے اپنی ہی عز و علا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیانہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و لقا کی قسم
یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما وہ رسول میں تیرے میں بندہ آیا
مجھے ان کے دیار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جسکی صفائی قسم
مرے گرچہ گناہ میں حد سے سوا مگر ان سے امید ہے تجھ سے بجا
تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ وہ کریم میں تیری عطایا کی قسم
مذکورہ اشعار میں منہار کے استعمال کی کثرت اور گہما گہمی کو دیکھنے کے بعد ایسا محسوس

ہوتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے صغار کی زبان میں لغت نگاری کی ہے۔ جو ان کے
انفرادیت کا ثبوت ہے۔

(۱۵) خیال آوری

نعت گوئی میں خیال آوری، مضمون آفرینی، معنی آفرینی، جدت و ندرت، علو فکر اور تنوع شکوہ الفاظ، الفاظ کے در و بست، بندش و چستی، طرز ادا کی بے ساختگی و نیرنگی یہ ساری چیزیں احتیاط کی پابند ہیں اگر ایک ان کے لئے بھی حزم و احتیاط کی زمام ہاتھ سے چھوٹی تو داریں کی روسیاسی مقدر بن کر رہ گئی اس لئے کہ نعت گوئی وہ راہ ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے جس کی ناز کی اور باریکی سے متعلق مقدر نعت گوؤں کی رائے اور آہستگی گذر چکی ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں رمنابریلوی نے اپنی نعت گوئی میں اس کا التزام قدم قدم پر فرمایا ہے کہیں بھی ان کے پائے فکر میں ارتعاش کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ وہ اس پر بیخ اور کھن راہ سے بڑے ہی حزم و احتیاط کے ساتھ تیز گامی و سبک خرامی سے گذر گئے ہیں جسے دیکھ کر ہر نقاد انگشت بندال رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے اور کس طرح صاف رخ کر سکل گئے۔ مگر یہ رب اللہ کے فضل پر مبنی ہے ذِ الْاَلٰہِ فَضْلُ اللّٰہِ یہ وہ فضل و کمال ہے جس نے ان کو اس پر خطر وادی میں کھٹو کر تگنے سے محفوظ و مامون رکھا چنانچہ جناب نظیر لدھیالوی حضرت رمنابریلوی کی خیال آوری، مضمون آفرینی و ندرت بیانی کے بارے میں رقمطراز ہیں :

غزل گو شاعر ہو یا نعت گو اس کا تخیل عموماً مضمنا میں کے محدود دائرے میں گھومتا ہے وہ بہ تبدیلی الفاظ ایک ہی مضمون کو بار بار بیان کرتا ہے نعت گو شعرا میں

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے اشعار میں ندرت ہے چونکہ انہوں نے نعت گوئی بقول خود قرآن مجید سے سیکھی ہے اس لئے انہوں نے حضور کی صفات کو قرآن کریم کی روشنی میں نئے نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ عام طور سے مضمون آخری شعر کے شر کو شکل بنا دیتی ہے کبھی وہ مضمون کی تلاش میں اتنا اونچا اڑتے ہیں کہ نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں یعنی کلام مہمل ہو کر رہ جاتا ہے مگر مولانا کے کلام میں یہ نقص نہیں پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے نہایت نازک مضامین عام فہم انداز میں بیان کئے ہیں ۱۔

پسین نظروہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیکار
روکے سر کو روکے ہاں یہی امتحان ہے ۲۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عیدت کہاں
حیران ہوں یہی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں ۳۔

مذکورہ بالا اشعار کو دیکھئے حضرت رضا ربیوی کا طائر فکر ان کی خیال آوری، جدت و ندرت عروج و ارتقار کی آخری منزل پر گامزن ہے مگر کس درجہ حزم و احتیاط کے ساتھ کہ شعر کوڑھنے کے بعد عقل حیرت کے گرداب میں چکر کاٹنے لگتی ہے کہ وہ اس مقام پر کیسے ثابت قدم رہ گئے۔ چنانچہ وہ اس مقام پر حزم و احتیاط کی زمام کو چابک دستی اور مضبوطی سے پکڑے ارشاد فرماتے ہیں

اے شوقِ دل یہ سجدہ گراں کو رو، انہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو ۴۔

۱۔ کلامِ رضا، نظیر لدھیانوی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۷۱ء

۲۔ عدائق بخشش مطبوعہ کراچی ص ۱۳۸

۳۔ " " " " ص ۸۴

۴۔ " " " " ص ۹۹

حق یہ کہ میں عبید الا اور عالم امکاں کے شاہ

برزخ میں وہ سب خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔

چنانچہ علامہ شمس بریلوی اس پر خطر وادی کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”نعت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں طرزِ ادا کی رنگینی کے اظہار کے لئے میدانِ بہت

تنگ ہے وہاں نہ مبالغہ کی گنجائش ہے اور نہ اغراق و غلو کی۔ نہ وہاں شوخی کا گذر ہے اور نہ میاکی

کا دخل، نہ محشوق کا حور و ستم ہے کہ اس کے لئے نت نئے مضامین پیدا کیجئے اور نہ بوس و کنار کا گذر

ہے۔ پھر وفاق کی کیفیات ضرور ہیں لیکن پھر وفاق کی وہ واردات نہیں جو تغزل کے لئے مخصوص ہے

بلکہ بہت محدود جہاں قدم قدم پر ادب کے پیر پیدار ہیں اور اسلامی احکام کے نقیب کھڑے ہیں۔

ذرا سی لغزش اعمالِ حسنہ کی تباہی کا نتیجہ بن جاتی ہے اور ادنیٰ سی بے راہ روی داریں کی روپی

کا موجب اور معمولی سے معمولی بے باکی آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ۔ پس ان حدود و قیود کے اندر رہتے

ہوئے اگر کسی نعت نگار کا خامہ زبان کی سادگی کا لطف اور طرزِ ادا کی رنگینی کو پیش کر دے تو

یہ اس کی نعت گوئی کا ایسا رخ ہے جس کو اس کا مستہائے کمال کہنا چاہیے اور یہ ہر کسی کا کام نہیں۔

حضرت رہنما بریلوی نے صنفِ قصیدہ میں ہی نہیں بلکہ علمِ سنیّت و نجوم کی اصطلاحات

میں اس طرح جدت و ندرت اور نازک خیالی کی بو قلمونیوں کا مظاہرہ کیا ہے جسے دیکھ کر پڑھ کر

یا سن کر اہل سخن دم بخود رہ جاتے اور سر دھنتے ہیں۔

اس طرح کی شعری تخلیقات عصرِ حاضر میں تو ناپید اور منقا ہو چکی ہیں ہاں البتہ دورِ قدیم یا

دورِ متوسط کے شعرا مثلاً غالب، سودا، ذوق، مومن اور اقبال وغیرہ کے یہاں ضرور اس کے نمونے

دیکھنے کو مل جاتے ہیں مگر صرف تمثیلی طور پر بحیثیت فن نہیں اور وہ بھی صنفِ نعت میں تو ناممکن ہے

کہہیں نظر آجائیں۔ مگر حضرت رہنما بریلوی کے یہاں بحیثیت صنفِ سخن ان اصطلاحوں کا استعمال ہوا ہے

۱۔ مدائق بخشش مطبوعہ کراچی ۱۹۳۰ء

۲۔ تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ۱۹۳۰/۱۹۳۱ء

اور پھر اس صنفِ سخن میں جو نازک مزاجی کے اعتبار سے جلا امتزاج سخن میں سب سے زیادہ دقیق اور مشکل صنفِ سخن گردانی جاتی ہے یعنی صنفِ نعت اس میں وہ بہت ہی کامیابی کے ساتھ گذر گئے ہیں۔
حضرت بریلوی نے ایک قصیدہ غالب علمِ ہدایت و نجوم کی اصطلاح میں لکھا ہے جس کی مشکل پسندی کا اعتراض اہل سخن کو بھی ہے مگر اسی کے ساتھ اس کے تناسبِ لفظی، سلاست و روانی اور بحر کی تزئین ریزی کا بھی اعتراض ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق اپنے تحقیقی مقالہ اردو میں نعتیہ شاعری میں اس کی مشکل پسندی کا اعتراض کرتے ہوئے قصیدہ لوزیہ پر تبصرہ کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

”یہ ۵۹ شعروں کا قصیدہ اسی شان کے ساتھ ہے۔ یہ قصیدہ اگرچہ آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجائے تو یہ دوسرا قصیدہ بغیر شرح کے یقیناً مشکل ہے۔“

ملاحظہ ہوں اس قصیدے کے چند منتخب اشعار مع شرح

خالقِ افلاک نے طرزِ کھلائے چین اک گلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گلِ یا سمن
شرح | خالقِ افلاک نے اپنی صناعتی سے نہ افلاک کے یہ حسین و نادر باغ ایسے کھلائے
کان کا جواب نہیں اور نہ کوئی ایسا طرفہ اور حسین باغ کھلا سکتا ہے کہ ایک گلِ لوشن
یعنی نلک ٹوابت میں اس نے صناعتی سے لاکھوں ستارے پیدا کر دیئے ہیں جو اپنے حسن میں گلِ یا سمن
کی طرح و نکش اور نظر لوازہ ہیں اور صرف نظر نواز ہی نہیں بلکہ تاریکی اور اندھیرے میں تمہارے رہنما ہیں
وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ. تمہارا رب وہی ہے
اور وہی تمہارا خالق ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے جن سے تم خشکی کے اندھیرے میں
اور سمندر میں راستہ پالیتے ہو (اور کھٹکتے نہیں)

موتیے پیلے کے پھول زیبِ گریبانِ شام جوہی جنبیلی کے گلِ زینتِ جیبِ مسننے
شرح | اس شمالی کو دیکھتے موتیے اور پیلے کے ہزاروں پھول (ستارے) اس کے گریبان کی

ملا اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق مطبوعہ کراچی ص ۳۸۴

زینت بنے ہوئے ہیں اور کچھ یہی حال جدید چین یعنی راس جنوبی کا ہے کہ وہاں بھی جوہی چینی کے پھول یعنی ستارے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے ہیں اور اس کی جیب ان پھولوں سے بھری ہوئی ہے۔ راس شمالی اور جنوبی دائرہ معدل النہار کی سمتیں ہیں افلاک کی سمتوں کے لئے راس کا لفظ اصطلاحاً مستعمل ہے۔ ۲۔

آئینہ سیم میں ہے ترے آنچل کی جوت ؛ لاتی رو پہلی نبت تیری سنہری کرنے
حل لغات | آئینہ سیم تن۔ قمر یا ماہ۔ آنچل دوپٹہ کا کنارہ۔ جوت، چمک دک۔ رو پہلی نبت
 (سفید رنگ کی نبت) (گوٹا کنڈر کلا میں ایک قسم کے پچکے کو نبت کہتے ہیں۔
 کرن ریشہ دار گوٹا۔ خواتین کرن لچکا وغیرہ اپنے کپڑوں خصوصاً دوپٹوں میں استعمال کرتی ہیں۔
شرح | چاند کی اس سفید روشنی تیرے ہی آنچل کی جوت اور چمک دک ہے۔ تیری
 سنہری کرنوں ہی نے چاند کی روشنی کو نبت سفید بنا دیا ہے۔ چاند کی یہ روشنی تیری
 ہی روشنی کا صدقہ ہے۔

سردی کلیوں میں ہو کیا ہی پٹانے کی گوٹ ؛ ابر تنگ پر جو تو جھک کے ہو پر تو فلگن
حل لغات | سب سے پہلے آپ ایک امر کو ذہن نشین کر لیجئے۔ موسم برشنگال میں دوپہر کے
 بعد جب سورج مغرب کی طرف قدرے جھک جاتا ہے اور آسمان پر
 ہلکے بادل سورج کے مطلع پر چھائے ہوئے ہوں تو دوسری طرف ساکس ہلکے ابر (ابر تنگ لیلہ)
 سے جب سورج کی کرنیں ٹھنکتی ہیں تو سطح فلک پر دوسری سمت ہم کو قوس و قزح (دھنک) نظر آتی ہے۔ ساکس کے طلبہ کو عمل خانہ (لیبارٹری) میں اس کا تجربہ کرایا جاتا ہے اسکو طیف
 کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ ہے کہ روشنی سات رنگوں کا مجموعہ ہے اسے جب طیف سے گزارتے ہیں
 تو اس کے تمام رنگ نمایاں ہو جاتے ہیں اس طرح سورج کی روشنی جب ہلکے اور غیر دبیز

مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے معارفِ رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۲ء

مذکورہ معارفِ رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۲ء ص ۱۵۸/۱۵۹

بادل سے گذرتی ہے تو سطح افلاک پر دوسری سمت قوس قزح (دھنک) کمان کی شکل میں نظر آتی ہے۔ "ابر تنک پر جو توجھک کے ہو تو فنگن، کا یہی مفہوم ہے۔
خواتین عموماً اپنے غاروں میں پٹاخے کی گوٹ لگاتی ہیں۔ پٹاخے کی گوٹ چند رنگین چمکیلے کپڑے کے ٹکڑوں کو ترچھا کاٹ کر بنائی جاتی ہے۔

پٹاخے کی گوٹ

سرخ/نیلا	ہرا	اودا/پہلا	سرخ/نیلا	ہرا	اودا/پہلا	سرخ/نیلا	ہرا	اودا/پہلا	سرخ/نیلا	ہرا	اودا/پہلا
----------	-----	-----------	----------	-----	-----------	----------	-----	-----------	----------	-----	-----------

سردی کلیاں۔ سردے کی تاشیں مراد ہیں۔ بروج فلک۔ ابر شک۔ ہلکا بادل پر تو فنگن، سیاہ فنگن، تھلی فنگن، نور افشاں۔

شرح | اگر ابر تنک مایہ پر قدرے جھک کر اپنا سایہ ڈالے تو عجب بہار آجائے یعنی قوس و قزح نظر آنے لگے۔ اور ایسا محسوس ہو کہ سردی کلیوں (غبار) میں کلیاں ہوتی ہیں پر کسی نے پٹاخے کی گوٹ لگائی ہے۔

مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فرور و گُل کی حضوری میں ہو بلبل جاں نغمہ زن

شرح | اب تک میں صیغہ غائب میں سرور کو نین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت کر رہا تھا۔ اس مدحت طرازی نے جو مدحت غائبانہ تھی میرے شوق کو اور بھر کا دیا پس اب اے بلبل جاں اس مدحت غائب کو ترک کر کے مدحت حاضر میں مصروف ہو (قصیدہ نگاری کا یہ اسلوب خاص ہے کہ پہلے مدحت غائب کرتے ہیں پھر گریز کا شعر پیش کر کے مدحت حاضر یعنی صیغہ حاضر میں مدحت طرازی کی جاتی ہے جس قدر قصائد مدحیہ تمہیدیہ و خطابہ عربی، فارسی اور اردو زبان میں کہے گئے ہیں ان کا اسلوب یہی ہے۔ حضرت رفقا بریلوی نے بھی قصیدہ نگاری کے اس اسلوب کو ترک نہیں فرمایا ہے چنانچہ یہ شعر اور اس کے بعد شعر نمبر ۱۸۹

تک جتنے اشعار میں بطور گریز قصیدہ ہیں)

جان دو عالم نثار وہ ہے مرا تاجدار ؛ جس کو کہیں جان دیں جان من ایمان من
شرح | فرماتے ہیں میرا تاجدار سرور کونین شہنشاہ دوسرا ایسا تاجدار ہے جس پر دونوں
 عالم اپنی جاتیں نثار کرنے کے تیار اور آمادہ ہیں یا اس پر نثار نہیں۔ وہ گرامی ذات
 جس کو جان و دین کہتے ہیں وہ میری جان اور میرا ایمان ہے کہ یہ دونوں ان کا ہی صدقہ و فضل ہیں
 مدح سیناں نہ کہہ وصف امیرالذکر ؛ خلق انہیں کی حسین خلق انہیں کا حسن

شرح | آپ کے حسن کے سامنے حسینان جہاں کی مدح بیکار و عبث ہے اور آپ
 جیسے سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے مقابل امرائے جہاں
 کا وصف اس قابل نہیں کہ بیان کیا جائے کہ آپ کی تخلیق آپ کی خلقت تمام جہاں کی خلقت
 سے زیادہ حسین ہے آپ جیسا حسین کوئی دوسرا خلق ہی نہیں ہوا اور نہ آپ کے خلق کے
 سامنے کسی کا خلق قابل ذکر ہے کہ آپ کا خلق کائنات میں ہر فرد سے بڑھ کر اعلیٰ و افضل
 ہے۔ آپ کی ذات گرامی تمام اخلاق فاضلہ کی متمم ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود
 ارشاد فرمایا اِنِّیْ بَعِثْتُ لَکُمْ مِّنْکُمْ اَخْلَاقِ (میرسی بعثت مکارم اخلاق کی تکمیل اور اتما
 کے لئے ہوئی ہے) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِیْمٍ (بیشک آپ کا اخلاق
 بہت عظیم ہے)

بر در خاقان مناز در بر قآن مناز ؛ یک در او گیر دبا ز جملہ دیوار زن
شرح | آپ کے دربار دربار کے ہوتے ہوئے کسی خاقان کے دروازے کی طرف دوڑنے
 کی کیا حاجت، آپ کی ذات گرامی کی موجودگی میں کسی قآن (بادشاہ منگول) تک
 اپنی رسائی پر ناز نہ کر کہ اصل رسائی جو سرمایہ افتخار ہو سکتی ہے وہ آپ کی ذات گرامی ہے۔ بس آپ
 کا ایک در پڑے کہ سرمایہ سعادت دارین ہے اور خاقان (شاہ چین) قآن (شاہ منگول) تک رسائی
 کا خیال دل سے نکال دے جملہ دیوار زن "سب کو ترک کر دے ان کا خیال چھوڑ دے۔"

نعل شرف تاج سر تاج شہاں خاک نعل و یہ تن الطیف ہے جاں جان جہاں فل تن
حل لغات نعل شرف - بزرگی کی حامل کلاش۔ الطیف لطیف سے اکم مبالغہ۔ آپ کی
 نعلین ہمارے بزرگی کا کیا بیان کروں کہ وہ سروں کا تاج ہے۔ بلکہ نعلین کے
 خاک بادشاہوں کے سر کا تاج ہے۔ آپ کا یہ بہت ہی لطیف جسم عاشقوں اور آپ کے ناک ایوا
 غلاموں کی جان ہے اور آپ کا سراپا اپنی تقدیس و رفعت کے اعتبار سے تمام جہاں کی جان
 ہے۔ آپ کے جسم مبارک کا سایہ چونکہ جان جہاں ہے اسی لئے کسی کو نظر نہیں آتا کہ جان مری
 شے نہیں ہے جیسا کہ اس ناپہیز نے عرض کیا ہے۔

تلوے ترے سیپ کو دیں اگر اک بوندیت و بڑھ کے لالی کی آب خلد کا سیچے چمن
شرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کف پاکی تابانی کا یہ عالم ہے کہ کف پا دھونے
 کے بعد اس سے جو نورانی لہریں ٹپک رہی ہیں اگر صدف میں اس کی ایک بوند چرائی جائے
 تو موتیوں کی آب کی فراوانی کا یہ عالم ہو کہ ان موتیوں کی آب خلد کا سارا چمن سیچ ڈالے اور پھر بھی وہ
 آب ختم نہ ہو یہ امر ذہن نشین رہے کہ عدن جو ملک یمن کا ساحلی علاقہ ہے اس کے تمام بحیرہ میں ایسی
 صدف کثرت سے پائی جاتی ہے جس کے بطن میں موتی ہوتا ہے۔

پانی ہو سارا گلاب بیلے بیلے بنیں و گامیں ملاروں میں نعت نور کی برسے بھرن
شرح عنالہ کف پاکی ایک بوند کی عطر بنی سے عدن کا سارا پانی گلاب بن جائے
 اور اس کے تمام بیلے یعنی حباب بیلوں کی طرح نذر سرائی کرنے لگیں اور ملار کے سروں
 میں یہ بیلے نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم گانے لگیں اور نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض سے نور کی
 بھوار گرنے لگے۔

چرخ پہ جائے اگر ذکر سگ کوئے یار و پہلے چرن لینے آئے جبہ کا پہلا چرن

ماہوارت رفا شمارہ ۱۹۸۸ء ص ۹۹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

حل لغات | چرن لینا۔ قدم چومنا۔ قدم لینا (ازراہ تعظیم و تکریم) حیثہ بالفتح۔ پیشانی اور برج
اسد کی پیشانی (قریب اوپر کی جانب) چار ستارے میں اور یہ منازل قمر
سے منزل دہم سے پہلا چرن پہلا قدم۔

شرح | اس محبوب (سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مگلی کے کتے میں ہے کہ اگر اس
کا ذکر چھیڑ دیا جائے تو قمر کی منزل دہم کے چار ستارے جو برج اسد کی پیشانی پر
واقع ہیں اس جبہ کا پہلا قدم یہ ہو کہ وہ سگت کوئے یار کے قدم لینے کو آگے بڑھے اور قدم چھو کر
شرف و بزرگی حاصل کرے۔ منزل قمر ہونے میں یہ شرف نہیں جتنا شرف سگت کوئے
دوست کے قدم چھونے میں ہے۔

یہ شب و شبنم نجوم ڈالے میں ہستی کی دھوم اے مدنی آفتاب پر وہ زرخ بر فگن
حل لغات | ہستی کی دھوم۔ اپنی ہستی کا دعویٰ زور و شور سے کر رہے ہیں۔ آفتاب کے
سامنے شب کا نجوم اور شبنم کا دعویٰ وجود میں جس طرح باطل ہو جاتا ہے کہ
خورشید کے طلوع ہوتے ہی نہ شب باقی رہتی ہے نہ نجوم کا وجود باقی رہتا ہے اور نہ شبنم
کہ سورج کی کرنوں کی تمازت سے شبنم بھاپ بن کر اڑ جاتی ہے۔

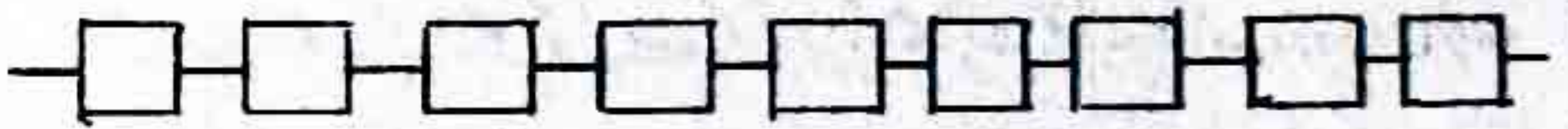
شرح | یہ شب، نجوم اور شبنم بڑے زور و شور سے اپنے وجود کا دعویٰ کر رہے ہیں اے
مدینے کے آفتاب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذرا اپنے زرخ سے دم بھر کے لئے
پردہ اٹھا دیجئے تاکہ ان کے دعوے کا بھرم کھل جائے۔ کہنا یہ ہے کہ آپ کے روئے انور کی
تجلی کے سامنے نہ شب کی سیاہی باقی رہتی ہے نہ نجوم کی تابانی اور نہ شبنم کی درخشانی۔ ان سب کا
وجود آپ کے پر تو جمال کے سامنے ان کی آن میں فنا ہو جائے اگر آپ زرخ انور سے پردہ اٹھائیں

ط ساربن رمناشمارہ ۱۹۸۸ء ۱۰۲/۱۰۱ مطبوعہ کراچی

• • • • • ۱۰۵/۱۰۴

رنگ نے مینا کیا تاروں نے میرے جئے بازوئے در کو فلک ہونہ سکے لوزن
حل لغات مینا کا کام سونے چاندی کے زیور میں اس کی سطح میں خلا پیدا کر کے مختلف
 رنگ بھرتے ہیں۔ اور پھر رنگ کے انبار کو تحصیل کر باقی سطح کے برابر کر دیتے
 ہیں اس طرح سونے چاندی کے زیوروں پر خوبصورت نقش و نگار بن جاتے ہیں خواتین میں مینا کے
 کام کا زیور بہت پسند کیا جاتا ہے۔ لوزن بازو پر پہننے کا ایک زیور ہے۔ دست بند کڑے
 پہنچی ہاتھ میں پہننے کے زیور ہیں اور لوزن یا لوزنگے بازو بند اور جوشن وغیرہ بازو پر پہننے کے زیور
 میں اس کی شکل اس طرح ہوتی ہے۔

بازو بند _____ یا _____ لوزن



اس لوزن یا بازو بند کے ہر خانے میں از قسم جواہر ایک ایک قسم کا جوہر پیوست کیا جاتا ہے
 اس اعتبار سے یہ نہایت قیمتی زیور ہے اور امرار و سلاطین کی خواتین میں استعمال کرتی ہیں لوزن یا
 لوز جواہر یہ ہیں ① نعل ② الماس ③ زرد ④ یاقوت ⑤ فیروزہ ⑥ مرجان ⑦
 نیلم ⑧ عقیق ⑨ عین الہر۔ اس کے علاوہ حجر الیہود اور مردارید وغیرہ بھی جواہر میں شمار ہوتے ہیں
 اس سٹر میں لوزن بازو بند کی رعایت سے زیور ہے اور لوزن سے مراد جواہر میں جن
 کے اسماء اوپر میں کر دیئے گئے ہیں۔

شرح فلک نیلگوں نے تیرے شبستاں میں اپنے رنگ سے مینا کار کی ہے اور
 تاروں نے اس میں الماس یا ہیرے جڑے ہیں لیکن بایں ہمہ تابانی و رنگینی
 تیرے شبستاں کے در کے بازو کے لئے یہ لوز فلک لوزن کا زیور نہ بن سکے۔

جتنے دو عالم کے کام ان سے فزول تیرا جود جتنے مرادوں کے نام ان سے زیادہ منن
حل لغات فزول زیادہ۔ جود۔ کرم۔ احسان۔

حل لغات | چرن لینا۔ قدم چومنا۔ قدم لینا (ازراہ تعظیم و تکریم) حیۃ بالفتح۔ پیشانی اور بوج
اسد کی پیشانی (قریب اوپر کی جانب) چار ستارے میں اور یہ منازل قمر
سے منزل دہم سے پہلا چرن۔ پہلا قدم۔

شرح | اس محبوب (سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی گلی کے کتے میں ہے کہ اگر اس
کا ذکر پھیڑ دیا جائے تو قمر کی منزل دہم کے چار ستارے جو برج اسد کی پیشانی پر
واقع ہیں اس جبہ کا پہلا قدم یہ ہو کہ وہ سب کوٹے یار کے قدم لینے کو آگے بڑھے اور قدم چھو کر
شرف و بزرگی حاصل کرے۔ منزل قمر ہونے میں یہ شرف نہیں جتنا شرف سب کوٹے
دوست کے قدم چھونے میں ہے۔

یہ شب و شبنم نجوم ڈالے میں سستی کی دھوم اے مدنی آفتاب پردہ زرخ برفنگ
حل لغات | ہستی کی دھوم۔ اپنی ہستی کا دعویٰ زور و شور سے کر رہے ہیں۔ آفتاب کے
سامنے شب کا نجوم اور شبنم کا دعویٰ وجود میں جس طرح باطل ہو جاتا ہے کہ
خورشید کے طلوع ہوتے ہی نہ شب باقی رہتی ہے نہ نجوم کا وجود باقی رہتا ہے اور نہ شبنم
کہ سورج کی کرنوں کی تمازت سے شبنم بھاپ بن کر اڑ جاتی ہے۔

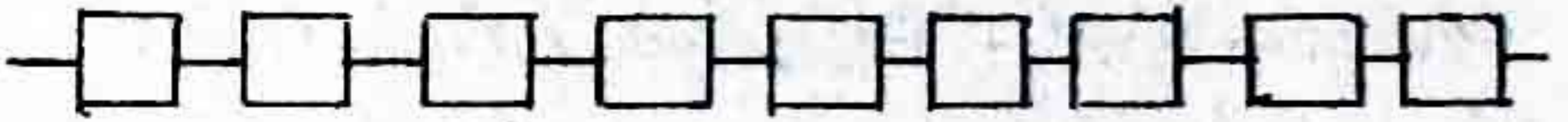
شرح | یہ شب، نجوم اور شبنم بڑے زور و شور سے اپنے وجود کا دعویٰ کر رہے ہیں اے
مدینے کے آفتاب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذرا اپنے رخ سے دم بھر کے لئے
پردہ اٹھا دیجئے تاکہ ان کے دعوے کا بھرم کھل جائے۔ کہنا یہ ہے کہ آپ کے روئے انور کی
نخلی کے سامنے نہ شب کی سیاہی باقی رہتی ہے نہ نجوم کی تابانی اور نہ شبنم کی درخشانی۔ ان سب کا
وجود آپ کے پر تو جمال کے سامنے آن کی آن میں فنا ہو جائے اگر آپ رخ الار سے پردہ اٹھائیں

ط معا رب رضا شمارہ ۱۹۶۶ء ۱۰۲/۱۰ مطبوعہ کراچی

۱۰۵/۱۰۴

رنگ نے مینا کیا تاروں نے پیرے جئے بازوئے در کو فلک ہونہ سکے لوزن
حل لغات مینا کا کام۔ سونے چاندی کے زیور میں اس کی سطح میں خلا پیدا کر کے مختلف
 رنگ بھرتے ہیں۔ اور پھر رنگ کے انبار کو تحصیل کر باقی سطح کے برابر کر دیتے
 ہیں اس طرح سونے چاندی کے زیوروں پر خوبصورت نقش و نگار بن جاتے ہیں خواتین میں مینا کے
 کام کا زیور بہت پسند کیا جاتا ہے۔ لوزن بازو پر پہننے کا ایک زیور ہے۔ دست بند کڑے
 پر بھی ہاتھ میں پہننے کے زیور ہیں اور لوزن یا لوزنگے بازو بند اور جوشن وغیرہ بازو پر پہننے کے زیور
 میں اس کی شکل اس طرح ہوتی ہے۔

بازو بند _____ یا _____ لوزن



اس لوزن یا بازو بند کے ہر خانے میں از قسم جواہر ایک ایک قسم کا جوہر پیوست کیا جاتا ہے
 اس اعتبار سے یہ نہایت قیمتی زیور ہے اور امرار و سلاطین کی خواتین ہی استعمال کرتی ہیں لوزن یا
 لوز جواہر یہ ہیں ① لعل ② الماس ③ زرد ④ یاقوت ⑤ فیروزہ ⑥ مرجان ⑦
 نیلم ⑧ عقیق ⑨ عین الہر۔ اس کے علاوہ حجر الیہود اور مروارید وغیرہ بھی جواہر میں شمار ہوئے ہیں
 اس شعر میں لوزن بازو بند کی رعایت سے زیور ہے اور لوزن سے مراد جواہر ہیں جن
 کے اسماء اوپر پیش کر دیئے گئے ہیں۔

شرح فلک نیلگوں نے تیرے شبستاں میں اپنے رنگ سے مینا کاری کی ہے اور
 تاروں نے اس میں الماس یا پیرے جڑے ہیں لیکن بایں ہمہ تابانی و رنگینی
 تیرے شبستاں کے در کے بازو کے لئے یہ لوز فلک لوزن کا زیور نہ بن سکے۔

جتنے دو عالم کے کام ان سے فنزوں تیرا جود جتنے مرادوں کے نام ان سے زیادہ مسن
حل لغات فنزوں زیادہ۔ جود۔ کرم۔ احسان۔

شرح

اے شہنشاہِ دیں میں آپ کے جو دو بخش کی کیا کیفیت بیان کروں دووں
عالم میں جس قدر بھی کام ممکن میں تیری سخاوت تیرا جو دان سے بڑھ کر ہے یعنی
دو عالم کے کاموں کو تیرا جو پورا کرتا ہے جس قدر بھی مرادوں کے نام لئے جاسکتے ہیں یعنی جتنی
بھی مرادیں میں ان سے کہیں زیادہ تیرا کرم اور احسان ہے۔ مدعا یہ ہے کہ ہر ایک کی جائز مرادیں
تیرے کرم سے پوری ہوتی ہے اور ہر ایک مراد تیرے لطف و احسان سے برآتی ہے۔
حضرت رضانہ بلوی نے مذکورہ تصدیق میں خیال آفرینی، جدت و ندرت، رفعت
تخیل، تشبیہات و استعارات، منعموں کا استعمال، شکوہ الفاظ، بندش و چستی، الفاظ
کا در و بست، محاوروں اور علاقائی بولیوں کی گہما گہمی سے ایسی ایسی گل کاریاں کی ہیں
اور وہ بھی صنفِ نعت میں کہ جس کو پڑھنے کے بعد ایک طرف تعجب ہوتا ہے تو دوسری طرف
روح گوش براواز ہو جاتی ہے۔

علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں نعت نگاری کوئی آسان بات نہیں بلکہ جوئے شیر
لانے کے مترادف ہے۔ اکثر نعت نگار حضرات عام بول چال کی زبان میں نعت کہنے سے
عاجز و قاصر رہے ہیں۔ علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں نعت کہنا بہت دور کی بات
ہے اور اگر ہمت کر کے پیش رفت بھی کی تو ان کے پائے فکر کو چھو کر نگلی اور دارین کی رو سیانی
ان کا مقدر بن کر رہ گئی۔

مگر حضرت رضانہ بلوی نعت کے پھر اطر سے نغمہ سنجی کرتے کر بونے چشم زون میں اس طرح
ثابت قدمی کے ساتھ گزر گئے ہیں کہ عقل و رطوبت حیرت میں بچکولے کھانے لگتی ہے اور دل کو کسی
طرح یقین ہی نہیں آتا کہ ابی ابی کوئی اس پر خطر وادی سے نعت رسول گنگنا تا ہوا گذرا ہے اور اگر
یقین آتا بھی ہے تو بے ساختہ زبان سے نکل پڑتا ہے "الشر اگر تو نیک ندرے انسان کے بسے
کی بات نہیں" مقالہ نگار کے نزدیک حضرت رضانہ بلوی کا مذکورہ تصدیق اولیات رقص سے تو ہے ہی کہ
شعری اصنافِ ادب بالخصوص نعتیہ ادب میں بھی اس کو اولیت کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔

ط. عارف رضانہ شہادہ سلسلہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ رانا کراچی ملتان

تیسرا باب

(الف)

فن لغت گوئی

فاضل بریلوی کے خصوصی حوالے سے

مولانا احمد رضا بریلوی کے عہد تک پہنچتے پہنچتے نعت گوئی کا فن ترقی کر کے کمال بریلوی کو پہنچ گیا تھا۔ زبان بھی عروج و ارتقار کی سرحدوں کو عبور کر گئی تھی۔ صفائی، سحرائی، متانت، ہمیدگی لطافت اور شستگی زبان کا مقدر بن چکی تھی۔ مگر ان سب کے باوجود نعت کے فن یا نعتیہ شاعری میں عشق رسول کی جو سچی تڑپ اور کسک ہونا چاہیے اس سے ہنوز یہ فن محروم تھا۔ حضرت رضانا بریلوی نے نعت کے فن میں عشق رسول کی سچی تڑپ اور کسک پیدا کر کے اس فن کو سرحد کمال سے آگے کا سفر کرا دیا۔

حضرت رضانا بریلوی فن نعت کے اسراؤں اور موزوں سے پوری طرح واقف تھے اور صرف واقف ہی نہ تھے بلکہ وہ اس فن کے شنوار، عنوان اور ایک ماہر فن استاد تھے۔ چنانچہ ایک بار ۸ رزی الحجۃ ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء میں ایک صاحب محمد آصف نے مولانا بریلوی کو خط لکھا کہ وہ دیوان (مدائق بخشش) کے ایک مصرعہ ط

”عاجیو آؤ شہنشاہ کار و صندہ دیکھو“

میں لفظ ”شہنشاہ“ کو حذف کر کے یوں بنا دیں ط

”عاجیو آؤ مرے شاہ کار و صندہ دیکھو“

محمد آصف صاحب کو لفظ شہنشاہ پر اعتراض تھا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے استعمال کرنا مناسب نہیں۔ مولانا بریلوی کا موقف یہ تھا کہ یہ لفظ مناسب ہے چنانچہ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں مندرجہ ذیل حضرات علماء و صوفیاء کی نگارشات سے ۳۳- حوالے پیش کئے اور یہ ثابت کیا کہ ان حضرات نے شہنشاہ، ملک الملوک، سلطان السلاطین وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں:

(۱) امام رکن الدین ابو بکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی (جو اہر الفتاویٰ)

(۲) علامہ خیر الدین زرکلی (فتاویٰ خیریہ)

(۳) مولانا جلال الدرومی (مشنوی شریف)

- (۴) شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی
 (۵) حضرت امیر خسرو (قرآن السعیدین)
 (۶) مولانا نور الدین جامی (تحفۃ الاحرار)
 (۷) شمس الدین شیرازی
 (۸) مولانا لنگائی گنجوی
 (۹) شیخ شہاب الدین (بجر موانع) ۱۰۷

یوں ہی ایک دفعہ مولانا احمد بخش تونسوی علیہ الرحمہ نے ۱۱۴۰- اشعار کا ایک مدحیہ قصیدہ برائے اصلاح حاضر کیا تو بیماری کے باوجود اور کتب حوالہ کی عدم دستیابی کے باوجود صف ۱۰۱ شعروں میں ترمیم و اصلاح فرمائی ۲۶۰ اشعار بدل دیئے اور اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔ اصلاح کا ایک ایک لفظ بہارت دے رہا ہے کہ لغوی، مہرئی، نحوی اور عروضی کوئی بھی پہلو نظر انداز نہیں ہوا اور سب سے بڑھ کر قیام کی عظمت کے خیال سے مجموعی تاثر کی بھی اصلاح فرمائی۔ مولانا عقائد اور نظریات میں رعایت کے قائل نہ تھے اسلئے جہاں ایسا محسوس ہوا فوراً ترمیم کی مثلاً ایک شعر تھا

ان کنت عونانی ایامالکی

من قدرک الاعلیٰ فلا یقتل

اس میں اولاً عونانی کو عون العبد بنا یا کہ معاونت سرکار مجددیت کا شکار نہ ہو پھر ایامالکی کو ایامالکی کیا اور آخر میں من قدرک الموفور یقتل کر دیا۔ حاشیہ پر ترمیم کی وجہ لکھی آیا و ضیا و ہمزہ کے ساتھ اللہ و رسول کو ندا مجھے پسند نہیں۔ یونہی اردو میں "او" کے ساتھ گراں گذرتی ہے اور معمولات جزا کی ت پر تقدیم نہیں ہوتی۔
 محبوب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر لمحہ قریب تر جاننے والے پر بید کی ندا گراں گذرتی

حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعید صاحبی صلا

ہے ایک شعر ہے

لکننی ابنی شغفت بہ
حبا و لکن قد یلتا اهل

اس شعر کو مکمل طور پر بدل دیا اور لکھا

مولائی ابی بن قد شغفت

حبا و لکن ارین یجمل

وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ ابنی میں ہمزہ وصل ہے اور یہاں قاعن نام مطبوع اور تاسا اهل غالباً متعدی بنفسہ نہیں اور تاسیس تھی اور پہلا لکن بے محل تھا۔
مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں اس بات کا حکم قطعی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نعت گوئی کے فن پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اور جس کی وجہ سے اپنے ہم عصر نعت گو شعرا کے مرتجعی رہے چنانچہ مشہور شاعر جناب اظہر باپڑوی مرحوم نے حضرت درخشاں بریلوی کی خدمت میں ایک نعت ارسال کی جس کا مطلع تھا

کب میں درخت حضرت والا کے سامنے
بجنوں کھڑے ہیں خیمہ لیلیٰ کے سامنے

حضرت فاضل بریلوی نے برہم ہو کر فرمایا، مصرعہ ثانی منصب رسالت سے فرد تر ہے جیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ییلے سے، گنبد خضریٰ کو خیمہ لیلیٰ سے تشبیہ دینا سخت بے ادبی ہے اور یوں قلم برداشتہ اصلاح فرمائی ہے
کب میں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے

علامہ معارف رضا شمارہ ۱۹۹۲ء مطبوعہ کراچی منظر ۱/۱۱

۲ . . . ۱۹۸۶ء . . . ۱۶۵

ایک مرتبہ ایک سائل نے مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں آپ سے سوال کیا کہ فنی و شرعی نقطہ نظر سے ایسے اشعار کا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

مسئلہ: عبد الرحمن طالب علم مدرسہ تحصیلوں احمد آباد گجرات۔

یہ فرماتے ہیں علامہ دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدے کو سن کر پڑھنے والے سے کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدہ وہ مرید منبر پر پڑھنے لگا۔ اور یہ کہا کہ اس قصیدے کا جواز میرے پیر کے پاس ہے اس کے چند اشعار اس طرح ہیں ۵

لوز الہدیٰ خیر الوریٰ یا شاہ لواری مرحبا
ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا
صانع یغز تو نیست کس یا شاہ لواری مرحبا
لمجائے والا صفت یا شاہ لواری مرحبا
طالب و مطلوب و مقدر یا شاہ لواری مرحبا
خلق عالم را سبب یا شاہ لواری مرحبا
جائے تو اشک مدینہ یا شاہ لواری مرحبا
یا محمد الزماں یا شاہ لواری مرحبا
لا یموت و لم یزل یا شاہ لواری مرحبا
آوازہ پرور حافظ یا شاہ لواری مرحبا

مرحبایا مرحبا شاہ لواری مرحبا
یا امام العالمین و انتخاب اولیں
پیشوائے اولیاء و برگزیدہ ذوالجلال
کن عطا فضل و کرم امر و زفر والے کریم
یا بشیر و نذیر والے شہ اولوالعزم
منعم و مسجود قیوم ہاں ہر کرم
ذات تو احد و بے سیم موجودات او
قاب تو سین توئی گفت مازاغ البصر
سید کونین سالار رسل گنج ہاں
ہست مدعا منظر ذات تو مسند نشین
مشکل کشا احمد زماں العاہ اللہ بہر ما

الجواب :- یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل اس کا اجازت دہندہ اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں۔ کسی امتی کو آل سرور عالم کہنا، علیہ الصلوٰۃ کہنا، مسجود و مخلوق کہنا، خیر الوریٰ کہنا، انتخاب اولیں کہنا، شافع ہر دوسرا کہنا، سید کونین کہنا حرام و جزاف تھا یوں ہی خلق

عالم را سبب اور قاب تو سین، مازاغ البصر اور جائے تو رشک مدینہ کہنا ان میں بہت کلمات موہم
کفر یا منجر بکفر ہیں، مگر ذات تو احد اور سالار رسل اور سند نشین لم یزل کہنا قطعاً یقیناً کفر ہے
یوں ہی فقہائے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی ہے۔ مجمع الاذکار اذا اطلق
على المخلوق من الاسماء الملائحة بالحق قبل وعلا نحو القلوس
والقیوم والرحمن وغیرہا یکفر والله اعلم۔

حضرت فاضل بریلوی نے مقتدر سخن ور اور شعرا کے کلام کی شرح بھی تلمبند کی ہے
اور ساقی و معاہیم کے ایسے ایسے زاویے متعین کئے ہیں کہ جس کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا
ہے کہ وہ کس قدر فن شاعری پر ملکہ رکھتے تھے۔

حضرت فاضل بریلوی کی شعر گوئی بالنت کے فن پر قدرت و مہارت کو سمجھنے کیلئے
مندرجہ ذیل شعر کافی ہے جس کو انہوں نے تحدیثِ نعت کے طور پر ایک نعت کے مقطع
میں قلم بند کیا ہے فرماتے ہیں سے

ملک سخن کی شاہی تم کو رہنا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بھاویئے ہیں

چنانچہ سید شاہ نور عالم نے مارہرہ سے مرزا محمد رفیع سودا کے قصیدے کا شعر

لکھا ہے

ہو واجب کفر ثابت ہے یہ نغائے مسلمان
نہ لٹنی شیخ سے زنا رتبیج سلیمانی

اور ساتھ ہی یہ لکھا کہ اجاب میں یہ مصرعہ زیر بحث ہے بہت عنور و فکر کیا کچھ
سمجھ میں نہ آیا۔ مولانا امجد علی نے یہ خط پڑھ کر سنایا اور عرض کیا کہ اس شعر کا مفہوم کیا
ہے۔؟

۱۹۹/۱۹۵ مطبوعہ اعظم گڑھ

مولانا بریلوی نے سید شاہ نوز عالم کو مندرجہ ذیل خط اٹھا کر لیا۔

بشر ف ملاحظہ حضرت والا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ظاہر مطلب شعر جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہوگا صرف اتنی مناسبت دیکھ لینا ہے کہ دائرہ سلیمانی میں جس کی تسبیح عباد و وزہا د رکھتے ہیں شکل زنا موجود ہے شاعر کہ مذہب اپنی نہ تھا اور بدگمانی مخالف شعرا ہے۔ غالباً اس سے زائد کچھ نہ سمجھا ہوگا اور یہ ایک یہودہ معنی تھے مگر اتفاقاً اس کے قلم سے ایک ایسا لفظ نکل گیا جس نے اس شعر کو با معنی اور پر مغز کر دیا۔ وہ کیا ہے یعنی لفظ ثابتہ۔ زنا کہ کفار ہاندھتے ہیں۔ زنا زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دائرہ سلیمانی میں اس کی تصویر ثابت ہے کہ جب تک دائرہ رہے گا قائم رہے گی۔ یوں ہی کفر کی دو قسم ہے ایک کفر کفار ہے اور جس کی سزا خلود فی النار ہے ہر کافر موت کے بعد اس سے باز آتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واتخذوا من دون اللہ آلہة لیکونوا لہم حیزاً کلاً سیکفرون بعد اتہم و ینکونون علیہم حیزاً

دوسرا کفر ثابت جو ابداً آباد تک قائم رہے گا جسے علماء دین نے جزو ایمان فرمایا ہے جیسے قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔ فمن یکفر بالطاغوت ولیؤمن باللہ فقد استمسک بالعروة الوثقی لا انفصام لہا واللہ سميع علیم ہ

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ انا براء وامنکم و صمنا لعلدن من دون اللہ کفرونا بکم ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم تم سے کفر و انکار رکھتے ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے جب میز پرستا ہے اور مسلمان کہتا ہے ہمیں اللہ کے فضل و کرم سے مینہ ملا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے مو من بی وکافروبا لکوا کب مجھ پر ایمان رکھتا

ہے اور پختہ سے کفر و انکار۔

الحمد للہ طاعت و شیطان و بت جملہ معبودان باطل کے ساتھ مسلمانوں کا یہ کفر و انکار ابد الابد تک قائم رہے گا۔ بخلاف کفر کفار کے کہ اللہ و رسول سے ان کا کفر قیامت بلکہ برزخ بلکہ سینے پر دم آتے ہی جس وقت ملائکہ عذاب کو دیکھیں گے زائل ہو جائے گا مگر کیا فائدہ اللہ و قد عصیت قبل اب معنی واضح ہو گئے کہ جو کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمان بلکہ جزو ایمان ہے۔ بخلاف کفر زائل کے والیہذا باللہ تعالیٰ۔

بر حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ عیسوی ۱۹۶۲/۱۹۶۳

(۱۱۱)

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

کے عہد میں

نعت گوئی کا معیار اور عام آروش۔

مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہ الغریز کے عہد میں نعتیہ شاعری کا سیار کم و بیش وہی تھا جو انیسویں صدی کے نصف آخر میں نظر آتا تھا جس کا ذکر دور ثالث کے تحت آچکا ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا تعلق بھی اسی عہد انتشار و افتراق امت مسلمہ ہند سے تھا۔ اس لئے ان کی شاعری میں بھی وہی تمام عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔

مولانا احمد رضا کے عہد میں نعت گوئی کا جو میار قائم ہو چکا تھا اسے آسانی سے نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ فاضل بریلوی نے بیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیاں بھی دیکھی تھیں وہ معیار جو محسن، عالی، شبلی اور نظم طباطبائی نے قائم کیا تھا اس میں کچھ مزید رنگوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

ہم اس حقیقت سے واقف ہیں کہ تمام اصناف سخن بلکہ تمام اصناف ادب اپنے جزوی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اثر پذیر بھی ہوتے ہیں۔

اس دور میں نعتیہ شاعری واضح طور پر دو خیموں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ نعت گو شعرا کا ایک حلقہ عالی، شبلی، محسن، نظم طباطبائی کے زیر اثر تھا تو دوسرا طبقہ شعرا نعت، گواہیبر مینائی اور داغ دہلوی کے زیر اثر تھا اول الذکر کے یہاں مسائل حاضرہ کی نعت کے دامن میں جگہ پاتے تھے جبکہ آخر الذکر شعرا کے یہاں نعت میں تغزل کا فنی اور لسانی درد بست نظر آتا ہے اور آخر الذکر شعرا کے یہاں نعت کا روایتی اسلوب بھی خاصہ نمایاں ہے گویا گردش ایام کچھ کی طرف لوٹ رہی تھی اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شعراء کے زعم اب اتنے تازہ نہیں رہے تھے۔ لیکن اول الذکر شعرا نے اس کک کو اپنے نعت گوئی میں قائم رکھا جو زوال امت مسلمہ سے دلوں میں پیدا ہوئی تھی۔

ایک گروہ کی زباناں میلاد اکبر والے اکبر میرٹھی کے ہاتھ میں تھی تو اول الذکر کی تیادت مولانا ظفر علی خاں اور اقبال وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی۔

اس منظر نامے میں فاضل بریلوی کی آواز ایک میسری آواز کے طور پر شامل تھی اس آواز میں عشق رسول کی کچھ ایسی سکتیں شامل ہو گئی تھیں جو اس سے پہلے لغتہ شاعری کا مقدر نہ بن سکی تھیں۔

دنیا کی تمام زبانوں میں لغت پاک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذخیرے موجود ہیں اور ساری دنیا میں مسلمان اور مجمع رسالت کے پرولنے موجود ہیں۔ لغت مسلمانوں کیلئے سرمایہ آخرت ہے اور غیر مسلم اس محفل میں شرکت کو اپنے لئے اپنے طور پر باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ کرہ ارض پر جہاں بھی ذی روح موجود ہے وہاں ذکر پاک رسول بھی موجود ہے ہندوستانی یا ہندوئی زبانوں کی تو بات ہی دیکر ہے دنیا کی ساری زبانیں اور بولیاں بھی حب نبی کی گواہ ہیں۔ فاضل بریلوی کے علم و فضل و کمال سے تو سب واقف ہیں حالانکہ واقف ہونے کی حد تک واقفیت کا ادا نہیں کیا جاسکتا۔ بہر کیف یہ سب جانتے ہیں کہ ان سے بڑا مستشرق اس عہد میں کوئی دوسرا نہ تھا عربی، فارسی، اردو، ہندی، ترکی تو خیر وہ جانتے ہی تھے اور دسترس کی حد تک نہیں بلکہ وہ ان زبانوں کے عوام کی حیثیت رکھتے تھے لیکن ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ شمالی ہندوستان کی مختلف بولیوں اور لہجوں پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اور می اور برج سے بھی ان کی واقفیت محض رسمی نہ تھی انہوں نے اپنے ماہر لسانیات ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان سے ایک ماہر لسانیات کی طرح واقف تھے۔ ہر بات ہی جسے ہم گھڑی بولی کہتے ہیں اس پر بھی وہ دستگاہ رکھتے تھے تمام مقامی بولیاں ان کے لئے گھڑی پیر تھیں ان زبانوں کا بر ملا اردو کے ساتھ رشتہ و پیوند ماہر قدرت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ انہوں نے اپنی لغتوں میں جس طرح عربی، فارسی، ہندی، اودھی، برہمی

پنجابی اور ہریانوی لفظوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا ہے اور جس طرح ان سب کے افعال سے ایک نئے
ایسے کو جو جنم دیا ہے وہ دیدتی ہے۔

فاضل بریلوی سے پہلے ایسے نمونے شاذ ہی نظر آسکتے ہیں مگر جو نمونے میں بھی وہ برائے
بیت ہی ہیں یا تقنین طبع کے طور پر وجود میں لائے گئے ہیں۔ فاضل بریلوی کا معاملہ بالکل الگ
ہے انہوں نے اس طرح کے تجربات کو تقنین طبع کے طور پر نہیں لیا بلکہ ایک سنجیدہ فطری نظریے
کے طور پر اس تجربے کو آگے بڑھایا ہے۔ ان کے یہاں تجربات عالمانہ شان کے ساتھ وجود میں
آتے ہیں۔

شمال مغرب، شمال مشرق، شمال جنوب کا احاطہ بولیوں کی سطح پر ان کی لغتوں میں
فکس ریز ہے۔ شمال مغرب میں یہ سلسلہ پنجاب تک ہی نہیں کشمیر کے نواح تک پہنچ سکتا
ہے۔ اسی طرح شمال مشرق میں بلیا گور کھپور اور اعظم گڑھ تک یہ سلسلہ دراز ہے جنوب میں
بندیل کھنڈ کی پہاڑیوں سے یہ سلسلہ جا ملتا ہے۔ اس پورے علاقے کے نوع بہ نوع لفظی
تصویرات کا ان کی فکر فلک میا احاطہ کرتی تھی۔ فاضل بریلوی نے اپنے تمام ہم پیشمول اور معاصرین
کو اسی وادی سر جوش میں بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے کوئی بھی ان کے دامن تک نہ گیا ان کی گردش
تک بھی نہیں پہنچتا۔

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن وسیع پوری کائنات پر اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ ان
کی سکران و حسنوں کا قیاس عقل انسانی کے بس میں نہیں۔ اس کا حق ادا کرنا یا اس کا احاطہ کرنا ارہا
عقل و نہم سے ماوراء ہے اس میں حضرت فاضل بریلوی کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہاں اس راہ میں
جو تک و تا ز اور جست و خیز فاضل بریلوی کے حصے میں آئی اس میں ان کا کوئی شریک و ہم نوا نہیں
انہوں نے نعت گوئی میں نئے نئے گوشوں اور نئی نئی یافتوں سے ہمیں روشناس کرایا ہے
مقامی زبانوں کا عربی و فارسی کے ساتھ جس طرح ایک مخصوص آئینہ نعت نبی میں تیار کیا
ہے وہ زبانوں کے لئے باعث فخر ہے۔ مختلف نسلوں کی زبانوں کو باہم ارتباط دیکر جس طرح

جوڑا گیا ہے وہ دیدتی ہے۔

مندرجہ بالا تحریر اس لئے وقع ہے کہ یہ کلیاب تجربہ بن گیا ہے۔ ورنہ ہمارے بہت سے تجربات جو محض جوہر فکر کو چمکانے اور اس کی نمائش کرنے کے لئے وجود میں لائے جاتے ہیں وہ اکثر ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں مگر جو تجربے نعت نبی کے حوالے سے فاضل بریلوی نے پیش کئے ہیں وہ چمک اٹھے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ تجربات خود ملہم غیبی کے اشارے پر وجود میں آئے ہیں اس سلسلہ کی سب سے مشہور نعت سے

لم یأت نبطیر تک فی نظر مثل تو نہ شدید اجانا

لوائے سروش بن کر قلب مسلم رنگراں ہے۔

فاضل بریلوی کی ہمہ دانی ایک طرف لیکن اس نعت کا پڑھنے والا فن کے رموز سے آشنا قاری اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اس میں برائے شاعری اور حیرت بھی شامل ہے جس کا کوئی تعلق فنیل و کمال یا ہمہ دانی سے نہیں اور وہ حیرت سوائے عشق رسول کے اور کما ہو سکتی ہے۔ ساری ترکیب اور سارے مختلف النسل لفظوں کا اتحاد اسی نکتے کو عمازی کرتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعت

الحمد لله المتوحد
 وسلوته دوما علی
 والازل والاحباب هم
 فانی العظیم بتوشلی
 وادام سلوتک والسلام
 والالامطار السندی
 وجعل بها احمد رحننا
 بجلالہ المتفرج
 خیر الامام محمد
 ماوی عند الشداقد
 بکتابه و باحمد
 علی المحیب الاحب
 والصحب صحب عوائد
 عبدا بحسب السید

۱، تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں جو یکتا اور جلیل القدر ہے۔ اور درود کامل ہوا اس ذات گرامی پر جن کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور جو ذات کائنات میں سب سے افضل ہے۔

۲، اور ان کے آل و اصحاب پر جو معائب کے وقت میں ہماری پناہ گاہ ہیں۔
 ۳، بس اللہ العظیم کی طرف میں دو چیزوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔ ایک اس کی کتاب
 ۴، (قرآن) اور ایک اس کے پیارے بنی جن کا اکرم گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے
 ۵، اور اسے اللہ تو اپنا درود و سلام اپنے سب سے زیادہ سخی اور کرم والے بنی پر قائم
 دو ائم رکھ۔

۶، اور ان کی اولاد پر جن کی حیثیت بارانِ رحمت کی ہے اور ان کے اصحاب پر جن کی حیثیت نفع
 بخش بادل کی ہے (۷)، اور اسیں احمد رضا کو بھی بنائے تو ایسا بندہ جو اپنے سردار کے حفظ و امان میں ہو

بہ معارف رضا شمارہ نمبر ۱۹۵۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا راجی علیہ السلام

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے اس تصدیقے کے بارے میں ڈاکٹر حامد علی خاں لیکچرار شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ رقم طراز ہیں۔

امام احمد رضا کے ایک خلیفہ اجل مولانا شیخ ضیاء الدین مدنی نے مولانا حافظ احسان الحق صاحب دگو برالوالہ سے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر کے فاضل زرین علمدار کرام کے اجتماع میں نے اعلیٰ حضرت کا درج ذیل (مندرجہ بالا) عربی تصدیقہ پڑھا تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ تصدیقہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا لکھا ہوا ہے۔

میں نے بتایا کہ اس تصدیقے کے لکھنے والے مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو عربی نہیں بلکہ علمی ہیں۔ علماء مصر ہیرت کے سمندر میں ڈوب گئے۔ وہ علمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں۔

پروفیسر مجید اللہ قادری نے اپنے مقالہ فقہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب میں مولانا احمد رضا بریلوی کی عربی لغت کے درج ذیل پاراستعار اور نقل کئے ہیں

وکل خیر من عطاء المصطفى	صلی علیہ اللہ مع من یصطفیٰ
اللہ یعطیٰ و المحیب القاسم	صلی علیہ القادة الکرام
مانال من سورہ فائل	کل ولا یرجى لغیر فائل
منہ الرجی من العطا منہ المدد	فی الدین والدنیا ولا حزی الابد

ترجمہ :- ہر خیر ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین و دنیا ہیں آخرت میں روز ازل سے آج تک آج سے ابد الابد تک جسے ملے یا ملنی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملنی ہے۔ معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے آپ ہیں دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی ملی نہ ملے۔

علامہ ماہنامہ قاری دہلی (امام احمد رضا تبرہ) ص ۲۳۵

فقہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب۔ پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۰

مولانا احمد رضا بریلوی کے عربی اشعار کی تعداد کا تعین ممکن نہیں اس لئے کہ آپ کا عربی دیوان صنایع ہو چکا ہے۔ عدائق بخشش حصہ سوم کے فاضل مرتب نے تحریر کیا ہے کہ آپ کا عربی دیوان لکم ہو گیا۔ ۱۔

ڈاکٹر حامد علی خاں بیکچر اشعوبہ عربیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے آپ کے مجموعی عربی اشعار کی تعداد تین سو نوے تحریر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔
مجھے اب تک اپنی تلاش میں مجموعی طور پر تین سو نوے عربی اشعار سپ ڈیل کتب میں دستیاب ہو سکے ہیں۔ ۲۔

اور ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اپنی تحقیق سے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے عربی اشعار کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔ بقول ان کے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عربی شاعری برصغیر کے بہت سے بزرگوں سے تعداد شعر کے لحاظ سے زیادہ ہے۔ اگرچہ آپ کی عربی شاعری پر کوئی مستقل تالیف سامنے نہیں آئی۔ مگر پھر بھی جو کچھ ان کی تحریروں میں کچھ ہوا ملتا ہے وہ ایک مستقل دیوان کا حجم ہمزور رکھتا ہے۔ اب تک جو اشعار دستیاب ہو چکے ہیں ان کے مطابق مراٹی، تقاریظ، مدحیہ اشعار اور مناظرانہ انداز کے شعر کا مجموعہ چار سو کے قریب ہے جبکہ مذہبی شاعری کی مناسبت سے ۳۵۳۔ اشعار موجود ہیں۔ اس طرح آپ کے عربی اشعار کی مجموعی تعداد ۷۵۱۔ شعر ہے۔ اور یہ تعداد ایک عربی دیوان کے عمومی حجم سے بھی زیادہ ہے۔ ۳۔

مگر مولانا محمود احمد قادری جو برسہا برس سے مولانا احمد رضا بریلوی پر تحقیقی اور تصنیفی کام انجام دے رہے ہیں وہ اپنی تحقیق اینٹ سے مولانا احمد رضا کے عربی اشعار

۱۔ ماہنامہ قاری دہلی (۱۱۱۱ احمد رضا نمبر) ص ۳۳

۲۔ معارف رضا علیہم ۱۶۱۹۹۹ ادارہ تحقیقات اہل احمد رضا قادری کراچی ص ۹۵

کی تعداد ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی تعداد کے بھی زیادہ بتاتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔
 . احقر نے اعلیٰ حضرت کے مخطوطات اور عربی اشعار کے حصول کی طرف بھی خاص
 توجہ کی جس کا نتیجہ .. ۵۰ مخطوط اور گیارہ سو پینتالیس اشعار کا ذخیرہ عظیم ہے ، ۱۰
 عزیز مکہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی عربی کے ایک قادر الکلام اور پر گو شاعر تھے جن کی
 عربی شاعری نثر شاعری کے جمیع ادھان و محامد کی شاہکار ہے۔

ڈاکٹر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے گیارہ عربی اشعار - محمود احمد قادری . اولملا پبلیکیشنز کالونی رافانہ الیمان ص ۳۲

مولانا احمد رضا خاں صاحب دہلوی

بکار خویش حسیہ نام اغثنی یا رسول اللہ
پریشا نام پریشا نام اغثنی یا رسول اللہ

ندارم جسز تو مجھائے ندارم جز تو ماوا ہے
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ

شہا بکس نوازی کن طیبیا چارہ سازی کن
مریض درد عصیا نام اغثنی یا رسول اللہ

ز فتم راہ بینا یاں فتادم در پیر عصیا
بیا اے جل رحمانم اغثنی یا رسول اللہ

گند بر سر بلا بارد ولم درد ہوا دارد
کہ داند جز تو در نام اغثنی یا رسول اللہ

اگر رانی اگر خوانی سلامم انت سلطان
دیگر چیزے کنی دامن اغثنی یا رسول اللہ

بجھت رحمت پر در ز قلمم منہ کمتر
سگ در گاہ سلطام اغثنی یا رسول اللہ

گندہ در جانم آتش زد قیامت شعلہ می خیزد
ہد اے آپ جو نام اغثنی یا رسول اللہ

چوں مرگم نخل جاں سوز و بہارم را خزاں سوزد
نہ ریزد برگ ایمانم اغثنی یا رسول اللہ

چوں محشر فتنہ انگیز و بلائے بے امان خیزد
بجویم از تو در نامم اغثنی یا رسول اللہ

پدر انفسرتے آید سپر او حشت انفراد
تو گبیری زیر و اما نام اغثنی یا رسول اللہ

عزیزاں گشتہ دور از من ہمہ یاراں نفور از من
دریں دمشت ترا خواهم اغثنی یا رسول اللہ

گدائے آدائے سلطان با امید کرم نالاں
تہی داماں مگر دامن اغثنی یا رسول اللہ

اگر میرا نیم از در بین بنما در سے دیگر
کجا نامم کرا خواهم اغثنی یا رسول اللہ

مگر منتارم رہائی وہ سیجا مومیائی وہ
شکستہ رنگ سامان اغثنی یا رسول اللہ

رہنایت سائل بے بر توی سلطان لاتہر
شہا پیر سے ازیں خواہم اغثنی یا رسول اللہ

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فارسی کے بھی قادر الکلام تھے۔ ان کی قادر الکلامی کا جائزہ پہلے باب میں ان کی نقابت کے تحت لیا جائے گا۔ ان کی فارسی کی نعمتیں مکمل طور سے عشق رسول میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ان کی فارسی نعمتوں کو پڑھنے کے بعد یہ قطعی محسوس نہیں ہوتا کہ ہم کسی غیر فارسی گو کا کلام پڑھ رہے ہیں۔ زبان و بیان سادگی و پرکاری، اثر و تاثیر، معانی و بیان غرضیکہ ہر اعتبار سے فاضل بریلوی کا کلام جامع اور معیاری ہے۔ مگر افسوس کہ عربی دیوان کی طرح آپ کا فارسی دیوان بھی مرتب ہو کر شائع نہیں ہو سکا۔ اور نہ ہی کسی فارسی اسکالر نے اس کام کی طرف توجہ ہی کی۔ اگر آج ان کا عربی

۱۔ حدائق بخشش، دیوان مولانا احمد رضا بریلوی، رضوی کتاب گھر بیونڈی ص ۱۱۸

دقاری دیوان مرتب ہو کر منظر عام پر آگیا ہوتا تو اہل علم خود ہی اس بات کا فیصلہ کرتے کہ عربی و فارسی نعت گو
کی حیثیت سے حضرت فاضل بریلوی کا مقام کیا ہے۔ ابھی مقالہ نگار نے جب فارسی کی نعتیہ شاعری پر
کام کرنا شروع کیا تو فاضل بریلوی کی ایک غیر مطبوعہ فارسی نعت ملی جو درج ذیل ہے سے

وعدت عیاں ز جلوہ شانِ محمد است
توحید کشف راز ہنسانِ محمد است

داتی کہ چیت رونق تقدیر کائنات ؟
حق جلوہ گر نام و نشانِ محمد است

آں جانِ جاں کہ پردہ ز رو عاتیاں گزنت
جانِ محمد است و جہانِ محمد است

توزیر علم غیب پہر جوہرے کجا
ایں شب چراغ گوہر کابنِ محمد است

حرفے کہ جز خدائے نگوید حدیثِ اوست
قرآن گز تمام زبانِ محمد است

مشیت اندر فنا بندگانِ عشق

تقدیر نادر کے زکمانِ محمد است را

اس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی یہ معلوم کتنی نعتیں اور فارسی تخلیقات
زمانے کی دست برد کی نذر ہو گئی ہوں گی۔ جن کی حفاظت اور تدوین و ترتیب کی سخت ضرورت
ہے جو فاضل بریلوی کی شخصیت کو ابھارنے میں ایک نمایاں کردار ادا کر سکتی ہیں۔

(ب)

نعت اور منقبت کے

درمیان

حکدِ فاضل

حضرت رضی اللہ عنہا نے لغتوں کے علاوہ صحابہ کرام، ازواج مطہرات، خاتون جنت اور بزرگان دین کی شان میں وافر مقدار میں منقبتیں اور مدحیہ قصائد قلم بند کئے ہیں۔ مگر لغت کی نفا اور اس کے وقار کو کہیں مکدر و مجروح نہیں ہونے دیا ہے اور منقبت کے اسلوب و وقار کو بھی برقرار رکھا ہے۔

ان کے لغتیہ دیوان "مدائق بخشش" اول دوم اور خاص کر تیسرے حصے کے مطالعے سے انگشتاں ہوتا ہے کہ قرون اولیٰ سے لیکر اپنے دور تک کے تمام شاہیر بزرگان دین کی شان میں اپنی عقیدتوں کا خراج مدحیہ قصائد اور منقبتوں کی شکل میں پیش کیا ہے جس کی ایک تجلی یہاں پر مثال کے لئے پیش ہے

حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں

منقبت

لوز و بنت لوز و زوج لوز و اُم لوز و لوز
 لوز مطلق کی کنیز اللہ سے بہت لوز کا
 باد لے کی اور ٹھنی ہے تار باران درود
 گو کھر و چشکی بنت لوز کا سال لوز کا
 تابش عقدا نامل سے ہے پھلے پور پور
 ہے ملی بند اس کف لوز میں سب لوز کا

مجھ کو کیا مسخہ عرض کا لیکن ملائک یون کہیں
 شاہزادی درپہ حاضر ہے یہ سنگتا لوز کا

کہد و فقہ دے دیں سونے کا نواز نور کا
اپنے بچوں کا تصدق دے دو صدقہ نور کا

حضرت فاضل بریلوی نے اسی طرز و آہنگ اور اسی زمین میں ایک لغتیہ قصیدہ "قصیدہ نور"
بھی لکھا ہے مگر لغت و منقبت کے ملحوظات اور آداب کو قائم رکھا ہے۔ دونوں کا بہ نظر غائر مطالعہ
کرنے کے بعد لغت و منقبت کے درمیان حد فاصل قائم کرنے میں کوئی تکلف نہیں محسوس ہوتا
جس سے حضرت فاضل بریلوی کے شاعرانہ تدبیر و دانش کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر لغت
و منقبت کے نازک رشتہ سے آشنا تھے ورنہ ایک ہی بحر و وزن اور ایک ہی زمین میں لغت
و منقبت کہنا کوئی آسان کام نہیں۔ پیش میں نمونے کے طور پر قصیدہ نور کے چند اشعار

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے ماڑا نور کا

صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا

مست بوہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا

بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

ان کے قصر خلد سے خلد ایک کمر نور کا

سدرہ پائیں باغ میں سنھاسا پودا نور کا

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا

یہ مٹمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

آئی بدعت چھاتی ظلمت رنگ بدلا نور کا

ماہ سنت مہر طلعت لے لے بد لہ نور کا

ملک عدالت بخش صد سوم۔ امام احمد رضا بریلوی ص ۷ مطبوعہ بریلی۔

تیرے ہی ماتھے پر اے جان سپہرا لوزر کا
بخت جاگا لوزر کا چمکا ستارا لوزر کا

میں گدا تو ہاوشہ بھروسے پیالہ لوزر کا
لوزر کا دونوں دونا ترا دے ڈال صدقہ لوزر کا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں

منقبت

ایادے کہ رسیدت غم و الم بسیار
بسیار حضرت صدیق شاہ صدق شہار

یہی ہیں اکرم کرم اور یہی ہیں اتقی کرم
یہی ہیں ثانی امین اذہم فی المنار

وہ دو یہی ہیں کہ جن دو کا تیسرا ہے خدا
یہ دو وہی ہیں کہ جن کا خدا ہے وہی شہار

نہیں ہے ان پر کچھ احساں کسی کا دنیا میں
کہ اس کے بدلے میں گرتے ہیں رحمتیں ایثار

غرض ہے صرف رہنا ہے حق اس سخاوت سے
خدا گواہ ہے شاہد ہیں احمد مختار

جو اُن سے دل میں رکھے پچ و تاب اتنی سال
خدائی مار ہو اس پر شکتی ہو وہ فی السّار

امیر خیل صحابہ قوام دین الہ
وزیر خسر و عالم امام اہل و ستار

نظام بزم خلافت حسام رزم جہاد
خدا کے لشکر جرّار کے سپہ سالار

نہیں ہے بعد رسل ان کا مثل عالم میں
یہی ہے میرا عقیدہ یہی ہے راہِ خیار

یہ اہل بیت کے واصلت وہ ان کے مدح طراز
نیلن پہ جان سے قربان مان پدل سے نثار

ریاض قدس میں جو گل نسیم کھلائے
وہ پہلے آ کے بنے ان کا طرہ و دستار

انہیں کے واسطے شایاں ہے الذین معہ
وہ جوش بزمیت رہا کہ حد نہ کنار

طاہرے نشوونما گلبن محباز کے ساتھ
رہی ہے تا دم آخر حضورِ دربار

نہ چھوڑا بعد فنا بھی نبی کے قدموں کو
اکھیں گے دست بدست جناب روز شمار ما

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں

منقبت

عمر وہ عمر جس کی عمر گرامی
ہوئی صرف ارمانے خلاق و اب

عمر قصر دین نبی کی عمارت
عمر عمر باقی دین اطاب

عمر راحت روح شرع الہی
عمر آفت جان ادیان کاذب

عمر در ممکنوں درج کمانہ
عمر کوکب ڈرتی برج غالب

وہ ملک خدا کا اولوالعزم ناظم
وہ شرع رسالت کا ذوالقدر نائب

شہا عین ذات الہی کا پر تو
ترا تاج سر ہو یہی تھا مناسب

تجلی رحمت کا چشمہ سمٹ کر
ہوا تیرے میم کسر کا مصاحب

اگر چشمہ میم مضروب پی لے
مضروب اور ہو جائے ہے عرق غائب

یہاں عین شمس اور ماہِ نو ہے
سریم تصویرِ باقی کو اکب

ترے نام کے بھیس میں گر نہ آتی
نہ ہوتا کوئی عسہر فانی کا راعب

رہا نامِ نامی یہ بھی عدس شیدا
یہ وصفِ عدالت ہے اسے ابنِ جناب

سیرِ زاغِ ظلماتِ ظلم و جفا پر
سیاست کا ٹوٹا عتابِ معاقب

فقط اک الف لفظِ عامر سے کم ہے

کہ تھا شکلِ ناوک ہوایاں سے فاقب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں

منقبت

آج فردوس میں کس کاں حیا کا ہے گذر

حکم ہے سبزہ بیگانے کو باہر باہر

پنچہ تارنگہ و سوزنِ مشرگاں سے کرے

آج آنکھوں میں ہے اک بیلِ میاک نظر

طہرانِ بخششِ صد سوم . ام احمد رضا بریلوی مطبوعہ بریلی ص ۱۹۹

نہاٹھے آنکھ رست اپنی بات آج رنگاہ

ہے یہ خود بینی ندامت کی جانب منجر

پستلی اندھانہ بنا سب میں فلک سے شفات

سات پروے میں نمائش کے زحل سال تجھ پر

مردم دیدہ نظر بند ہیں اب لے کے عھا

پہرہ دیتا رہے دنیا کا سرمہ در پر

تھیں جو بے پردہ عناد میں مردمانِ حین

شرم سے لیتی ہیں دامانِ صبا اب منہ پر

چلنیں چھوڑ دو پلکوں کی چکیں ڈال دو جلد

کہہ دو مردم کو کہ دامانِ نگہ لیں منہ پر

نیل ڈھل جائے گا آنکھوں کا فلک یا در ہے

دا اگر یوں ہی رہے آج بھی چشمِ اختر

گر یہ دست ہو جس دہر سے دامن ہے بری

مگر آوارہ ہر جا ہے عروسِ خاور

روح معشوقہ بے خوش تھی رابِ دل نہیں

بار پائے مزے آغوشِ بدن میں لیکر

شوخی دیدہ کو رکھیں اہل حین آنکھوں میں

زنگس از بس ہے پریشاں نظری کی خوگر

خاک اڑائی پھری آوارہ ہر دست حین

اب حضوری کی ہوا میں ہے اے بادِ سحر

خدمتِ گشتِ معافِ آج رہے گوشہ نشین
حکمِ سرکار ہے اے بندۂ داعیِ تیسرے

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شان میں

منقبت

السلام اے احمدتِ صہر و برادر آمدہ
حمزہ سردارِ شہیدانِ علمِ اکبر آمدہ
جعفرے کومی پر د صبح و مسابا قدسیاں
با تو ہم مسکن بہ تبطن پاکِ مادر آمدہ

بنتِ احمد روئی کاشانہ و بانوئے تو
گوشت و خونِ تو بہ محش شیر و شکر آمدہ

ہر دور بحانِ نبی گل ہائے تو ز اگل زمین
بہر گل چینتِ زمین باغِ برتر آمدہ

می چیدی گلینا در باغِ اسلام و ہنوز
غنچہ ات نشگفت وے نخلے دیگر برآمدہ

طہ حدائقِ بخشش حصہ سوم . امام احمد رضا قادری بریلوی . مطبوعہ بریلی ص ۳۶

زم زم از بزم دامن چیدہ رفتہ باد تند
یا علی چوں بزبان شمع مضطر آمدہ

حل مشکل کن بروئے من در رحمت کشا

اے بنام تو مسلم فتح خلیبر آمدہ

مرحبا اے قابلِ محب امیرِ الاشجعین
بر خط لال ذوالنفتارت شورِ محشر آمدہ

سینہ ام را مشرق ستاں کن نور معرفت

اے کہ نام سایہ ات خورشید خاور آمدہ

کے رسد مولیٰ بہ مہر تابناکت عجم شام
گوبہ لوز صحبت او صبح نور آمدہ

ناصری را بغض تو سوئے جنم رہ نمود

رافضی از حب کاذب در سفر دور آمدہ

من ز حق می خواہم اے خورشید حق آل مہر تو
کز ضیاءش عالم ایماں منور آمدہ

بہرا ستر چادر بہتاب و این زریں پرند

ناپذیراے گلیم بخت قنبر آمدہ

تشریح کام خود در مناسائے خسرت را ہم جرعت
شکر آں نعمت کہ شاہ کورش آمدہ

اس کے علاوہ بھی حضرت رہنما بریلوی نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں منقبتیں تحریر کی ہیں مگر ایک ہی ردیف و قافیہ اور ایک ہی زمین میں حضرت فاضل بریلوی نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، سید الشہداء حضرت امام حسین و حضرت عوث اعظم محی الدین سے عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگوں کی شان میں بھی منقبتیں قلمبند کی ہیں نیز اسی ردیف و قافیہ اور اسی زمین میں ایک لغتیہ استغاثہ بھی لکھا ہے۔ مگر حضرت فاضل بریلوی پر تن من و من لٹا دینے کو جی چاہتا ہے کہ انہوں نے کس قدر جگر کا دیوں اور حزم و احتیاط کو مشعل راہ فکر بنایا ہے کہ ایک دوسرے کے مضامین و مواد میں کسی طرح کا کوئی تشابہ یا تناسب نہیں پایا جاتا۔ استغاثہ کی فکری جولانی انگ اور منقبتوں کی شعوری پرواز انگ ہر ایک کے ذوق مراتب اور حد فاصل کو قائم کر کے دونوں وقتوں اور وہی حفاظت کی ہے اور اپنی فنی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی ہی چابک دستی کے ساتھ اس دشوار گزار راہ سے گذر گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہر ایک سے نمونہ کلام۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت

مرقعی شیر خدا مرعب کش و خیر کش
سرور شکر کشا مشکل کشا امداد کن

حمید را اثر در در صرعام ہا گل منظر
شہر عرفاں را در روشن در امداد کن

ضیغنا غیظ و عنما زینغ و قن را را عنما
پہلوان حق امیر لافنی امداد کن

اے خدایا تیغِ واے اندامِ احمد را سپر
یا علی یا ابوالحسن یا ابوالعسلی امداد کن

یا ید اللہ یا قوی یا زورِ بازوئے نبی
من ز پانہ نام اے دستِ خدا امداد کن

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں

منقبت

یا شہیدِ کربلا یا دافعِ کرب و بلا!
گلِ رحمتِ شہزادہ گلگونِ قبا امداد کن

اے حسین اے مصطفیٰ را راحتِ جاں نوزِ عین
راحتِ جاں نوزِ عینم وہ بیا امداد کن

اے ز حسنِ خلق و حسنِ خلقِ احمد نشین
سینہ تاپا شکلِ محبوبِ خدا امداد کن

جانِ حسن ایمانِ حسن اے کانِ حسن اے شانِ حسن
اے جمالتِ بلعِ شمع من را می امداد کن

جانِ زہرا و شہیدا و زور و ظہیر
زہرت از ہر تسلیم و رضا امداد کن

رہ صدائق بخشش و کاملہ امام احمد رضا قادری بریلوی . مطبوعہ کراچی ص ۳۲۱

اے بواج بیکان و ہر راز سیا کسے
وے بظاہر بیکس دشت جفا امداد کن

اے گلویت گہرہ لبان مصطفیٰ را بوسہ گاہ

کہ لب تیغ لعین واحد ترا امداد کن

اے بن تو کہ سوار شہسوار عرش نماز

کہ چنناں پامال خیل اشقیاء امداد کن

اے دل و جاں ہا فدائے تشنہ کامیہا تو

اے لببت شرح رخصت بنا بالقضا امداد کن

اے کہ سوزت خانمان آب را آتش زردے

گرنہ بودے گریہ ارض و سما امداد کن

ہے چہ بجز و تفتگی کوثر لب و این تشنگی

خاک برفرق فسرات از لب مرا امداد کن

ایر گوہر گر مبار و نہر گوہر گر مرین

خود لببت تسلیم و فیضت حتیٰ امداد کن

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں

منقبت

آہ یا غوثاہ یا غیثاہ یا امداد کن

یا حیوۃ الجود یا روح الملئ امداد کن

مطبعہ اوقاف بخشش کابل، ۱۹۱۱ء مدرسہ قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ۳۲۳/۳۲۲

یا ولی الاولیاء ابن نبی الانبیا
 اے کہ پائیت بر رقاب اولیاء ادا کن
 دست بخش حضرت حمزاویب دست خود
 از تو دستے خواهد این بے دست و پا ادا کن
 مجمع ہر دو طریق و مزج ہر دو فریق
 فاصلات وواصلات را مقتدا ادا کن
 واستیال بر بندہ از ہر سو، جو ہم آورده اند
 یا عز و نجات تامل عند الوفا ادا کن

نعتیہ استغاثہ

یا خدا بہر جناب مصطفیٰ ادا کن
 یا رسول اللہ از بہر خدا ادا کن
 یا شفیع المذنبین یا رحمۃ للعالمین
 یا امان الحائفین یا ملجئ ادا کن
 حرز من لا حرزلہ یا کف من لا کفرلہ
 عز من لا عزلہ یا مرسل ادا کن
 اے ثروت بے ثروتاں اے قوت بے قوتاں
 اے پناہ بیکساں اے غمزد ادا کن

مجلد عدالت بخشش کامل ۱۰۱۰ صدر رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی صلا ۳۲۶/۳۲۷

اے مفضل الجود یا سیرا الوجود اے تحم بود
 اے بہائے ابتدار و اتہاس امداد کن
 نعمت بے محنت اے منت بے منتہا
 رحمت بے رحمتا عین عطا امداد کن
 نیر نور الہدی بدر الدجی شمس الضحیٰ
 اے رخت آئینہ ذات خدا امداد کن

اے قریشی، ہاشمی، طیبی، ہتھامی، اطمحی
 عزیزیت اللہ و عذر او قب امداد کن
 نیز حضرت رہنما بریلوی نے ایک ہی طرز و آہنگ اور ایک ہی ردیف و قافیہ میں
 حضرت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں لغت اور حضرت عنوث اعظم محی الدین
 عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں منقبت کو فکری جام پہنایا ہے۔ مگر لغت و
 منقبت کے ملحوظات و آداب اور دو قول کے امتیازات اور حدود فاصل کو یہاں
 بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ جس سے لغت و منقبت کے فن پر حضرت فاضل بریلوی کی
 فنی بالغ نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو نمونہ کلام۔

لغت پاک

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطی تیرا
 نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

۱۔ عدائق بخشش کامل۔ امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۳۱۶/۳۱۷

و حارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
 تارے کھلتے ہیں سما کے وہ ہے ذرہ تیرا
 فیض ہے یا شہ تسنیم زالا تیرا
 آپ یا سول کے تجس میں ہے دریا تیرا
 اغنیا پتے تیرے وہ ہے باڑا تیرا
 اصفیا چلتے ہیں سرے وہ ہے رستہ تیرا
 فرش والے تری شوکت کا علو کیا بائیں
 خسرو اعش پر اڑتا ہے پھریدا تیرا
 آسماں خوان زمیں خوان زمانہ ہمسال
 صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

منقبت

واہ کیا مرتبہ اے عوث ہے بالائیرا
 اونچے اونچوں کے سرول سے قدم اعلیٰ تیرا
 سر پہلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
 اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا -
 کیا دے جس پر حمایت کا ہو پنجہ تیرا
 شیر کو خطرے میں لانا نہیں گستا تیرا

۱۔ عدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۹

توسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو

اے خضر جمع بحرین ہے چشمہ تیرا

خزاقا میں رہنا اور بھی اک نظم وسیع
چل لکھا لائیں ثنا خواہوں میں چہرہ تیرا

ایک دوسری منقبت میں یوں رقمطراز ہیں ۷

وہ ہے وہ عوث کہ ہر عوث ہے شیدا تیرا

وہ ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے

افق نوز پر ہے ہر ہمیشہ تیرا

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں

ہاں اہیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے

سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

اسکا زمین میں ایک اور منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۷

الاماں قبر ہے اے عوث وہ تیکھا تیرا

مر کے بھی عین سے سوتا نہیں مارا تیرا

بادلوں سے کہیں رکتی ہے کر دکستی جسلی ؟

ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اٹھتا ہے جو تیرا تیرا

۷ حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی - مطبوعہ کراچی ۲۳۳/۲۳۲

۲۳۴/۲۳۶

۲۴۰

اس بجز وزن کے علاوہ دوسری بجز واوزان میں بھی ان کی دوسری منقبتیں پائی جاتی ہیں چند
اشعار ملاحظہ ہوں ۷

بندہ و تادور کا بھی، قادر بھی ہے عبدالقادر

سرباطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر

مفتی شرع بھی ہے قاضی ملت بھی ہے

علم اسرار سے ماہر بھی ہے عبدالقادر

مبغ فیض بھی ہے مجمع افضال بھی ہے

مہر عرفاں کا منور بھی ہے عبدالقادر

رشکِ بلیل ہے رمضان اللہ صد داغ بھی ہے

آپ کا دامن و ذاکر بھی ہے عبدالقادر

ایک دوسری زمین میں منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۷

طلب کا منہ تو کس قابل ہے یا عنوث

مگر تیرا کرم کامل ہے یا عنوث

دہائی یا محی الدین دھائی

بلا اسلام پر نازل ہے یا عنوث

وہ سنگیں بدعتیں وہ تیزی کفر

کسر پر تیغ دل پر سہل ہے یا عنوث

خدارا ناخدا، آ، وے سہارا

ہوا بگڑی بھنور حائل ہے یا عنوث

۷ صدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری — مطبوعہ کراچی ۲۲۳/۲۲۲

۲۵۵/۲۵۴

حضرت پیدشاہ ابوالحسن احمد نوری کی شان میں

منقبت

برتر قیاس سے مقام ابوالحسن
 سدرہ سے پوچھو رفعت پام ابوالحسن
 وارستہ پائے بستہ دارم ابوالحسن
 آزاد نار سے ہے غلام ابوالحسن
 خط سیر میں نور الہی کی تابشیں
 کہ صبح نور بار ہے شام ابوالحسن
 ساقی سنادے شیشہ بغداد کی ٹرک
 ہلکی ہے بوئے گل سے مدام ابوالحسن
 بوئے کباب سوختہ آئی ہے میکٹو
 مھلکا شرابِ چشت سے جام ابوالحسن
 انہیں کی شان میں ایک منقبت کے چند اشعار اور پیش ہیں
 ماہِ سیما ہے احمد نوری
 نورِ والا ہے احمد نوری
 نہ کھلا کجا ہے احمد نوری
 دور پہنچا ہے احمد نوری
 مہر جلوہ ہے احمد نوری
 نورِ والا ہے احمد نوری
 رازِ بستہ ہے احمد نوری
 بہت اونچا ہے احمد نوری! مل

۲۵۰
 علامہ عبدالحق بخش حصہ سوم مطبوعہ بریلی ص ۶

علامہ عبدالحق بخش کامل امام احمد رضا قادری ص ۲۵۰

حضرت سید شاہ اچھے میاں صاحبان ہر وی کی شان میں

منقبت

اے بدور خود امام اہل ایقان آمدہ
 جان انس و جان جان و جان جلال آمدہ
 قامت تو سرو ناز جو سبب معرفت
 روئے تو خورشید عالم تاپ ایماں آمدہ
 بوئے زلف عنبرینت قوت روح ہدی
 رنگ رویت غازہ دین مسلمان آمدہ
 رنگ از دلہا زو آید خاک بوی ورت
 تابناک از جلوہ ات مرآت احساں آمدہ
 ہتال احمدوا حمد شفیع المذنبین
 زان دل از دست بگنہ پیش تو نالان آمدہ

طہ صدائق بخشش کالی امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ۳۱۴/۳۱۵

حضرت شاہ عبدالقادر ایلوینی کی شان میں منقبت

قصیدہ مسنی باسم تاریخی "پراغ انش"

۱۳۱۵ھ

اے امام الہدیٰ محبت رسول
دین کے مقتدا محبت رسول

نائب مصطفیٰ محبت رسول -!
صاحب اصطفیٰ محبت رسول

خادم مرتضیٰ محبت رسول
منظر ارتقا محبت رسول

عین حق کا بنا محبت رسول
عین حق کی بنا محبت رسول

زبدۃ الاقطیا محبت رسول
عمدۃ الاذکیا محبت رسول را

مدائق بخشش کابل - امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۲۹/۳۰

(ج)

صَنَائِعُ بَدَائِعِ

عِلْمِ عَرُوضِ

سَمْعِ

مَاهِرَانَهُ وَاقْتِنِيَّتِ

صنائع و بدائع کی تحقیق کے سلسلے میں ایک فاضل سید اسماعیل رضا ریح تریزہ
 لکھتے ہیں:

”بدیع کا مادہ • بدع • ہے جس کے معنی ہیں نئی بات کرنا اہل علم اس کی تعریف کرتے
 ہوئے لکھتے ہیں۔ البدیع والبدیع المشی الذی سیکوت اولاد۔ یعنی وہ شے
 جو سب سے پہلے پیدا ہوئی ہو اور اس سے پہلے کچھ نہ ہو۔ بدیع کے معنی • المحدث العجیب،
 (عجیب نئی چیز) کے بھی ہیں۔ اور بدیع بمعنی • شیدع • بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں
 ہے۔ بدیع السموات والارض۔ گو یا بدیع اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت
 ہے۔ اس کے علاوہ بدیع اپنے مفعولی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی نئی معلوم کی ہوئی
 یا نئی ایجاد کی ہوئی چیز۔ اسی بنا پر خلفاء عباسیہ کے دور میں نئی نئی ادبی تشبیہات و
 استعارات اور صنائع کو بدیع کہنے لگے اس کے بعد یہ اصطلاح اپنے وسیع تر مفہوم
 میں ہر ادبی حسن کے لئے استعمال ہونے لگی۔ یہاں تک کہ بدیع ایک علم کی حیثیت
 سے مرتب ہوا اور ادبی دنیا میں بلاغت کا ایک ایسا شعبہ قرار پایا جس کا تعلق ادبی
 سلوب میں حسن پیدا کرنے سے رہا ہو۔“

دوسری صدی ہجری میں بشار اور سلم بن ولید العتائی جیسے عہد عباسی کے شعرا نے شعری
 صنعت گری کے اس فن کو اس قدر وسعت دی کہ صنائع کا استعمال وسیع ہونے لگا
 اس کے بعد ابن المعتز نے اس علم پر تحقیق کا کام کیا اور بدیع کو پانچ بڑی انواع میں تقسیم کیا یعنی
 ستارہ، تخمیس، طباق و تقاد، رد العجز علی الصدر اور لف و نشر۔
 فن بدیع کو ان پانچ قسموں میں تقسیم کرنے کے باوجود ابن المعتز کو احساس ہوا کہ یہ حدود
 و پیش بھی ہو سکتی ہے۔ اس احساس کی بنا پر اس نے بارہ محاسن کا اور اضافہ کیا اس کے ایک
 صدی کے بعد یعنی چوتھی صدی ہجری میں ابو ہلال عسکری نے فن بدیع کو ایک قدم اور بڑے بڑھایا
 اس کی پھتیں انواع بیان کیں۔

ابن رشیق نے اپنی کتاب "العمدہ" میں المتزاع والبدیع کے عنوان کے تحت ساٹھ سے زائد انواع بدیع کی توضیح کی ہے۔ بقول ابن خلدون مغربی ممالک اسلام شمالی افریقہ اور اندلس میں ابن رشیق کی کتاب "العمدہ" بہت مقبول ہوئی۔ چنانچہ وہاں علم بدیع کی بڑی قدر دانی اور ترویج ہوئی۔

پچھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں الشکاکی کی بدولت علم بدیع کی تاریخ کا علم البلاغت کی ایک جداگانہ شاخ کی حیثیت سے نیا دور شروع ہوا۔

آٹھویں صدی ہجری میں علم بدیع کے دو حصے بیان کئے گئے یعنی صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ پھر ان کی متعدد قسمیں اور صورتیں متحقق ہوئیں۔ پس کلام کا حسن اور شاعری کا جمال صنائع و بدائع کا معتدل استعمال قرار پایا۔

صنائع و بدائع شاعری کا حسن اور زیور ہے جس سے کلام میں جان اور لطافت پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر شاعری جذبے روح معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کے استعمال میں بڑے ہی قرینے اور سلیقے کی ضرورت ہے اعتدال شرط اولین ہے۔ اس لئے کہ اگر شاعر اعتدال کو خیر باد کہہ کر صرف صنعتوں کی دنیا میں کھو کر شعر کی تخلیق کرے گا تو ایسی صورت میں یقیناً شاعر کی تخلیق آدے بجائے آرد کی نذر ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شاعر کی تخلیق میں بے کیفی اور کم مائیگی کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی جو شاعری کے معائب سے ہے۔ انہیں قدشات کا احساس دلاتے ہوئے سید عابد علی عابد اپنی کتاب "شعر اقبال میں لکھتے ہیں:

"معانی لطیف کو لفظوں کا پیراہن حریری پہنانے کی کوششوں میں کبھی کبھی تانبے لہجہ جاتے ہیں اور کبھی یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ پیراہن پھٹ جاتا ہے اور معانی

کا جسم عریاں الفاظ کے پیراہن سے مھانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ۱۔

پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب لکھتے ہیں۔

”جو صنعتیں کلام کا زیور ہیں ان کے استعمال کے لئے بھی ایک خاص سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سلیقہ بھی فطرت کی تائید کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ خالی زیور نہ حسن کی آرائش کر سکتا ہے نہ افزائش، جب تک سلیقہ اس کا ساتھ نہ دے اگر کوئی گلے کا زیور پاؤں میں اور پاؤں کا زیور کان اور ناک میں لٹکا دے یا زیوروں اور اعضا میں تناسب کا خیال نہ رکھے یا مناسب مقدار سے زیادہ پہن لے تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی حال صنعتوں کا بھی ہے کہ اگر محل اور مقدار کی مناسبت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ان کا استعمال کلام کا حسن نہیں بلکہ عیب بن جائے گا۔ ۲۔“

حضرت رضا بریلوی کے دور میں صنائع، بدائع، عروض و بلاغت اور معانی و بیان وغیرہ کو شاعری کی جان تصور کیا جاتا تھا۔ اس دور میں جناب حسرت موہانی ایک رسالہ ”نکات سخن“ کے نام سے نکالتے تھے جس کے مضامین شاعری کے فنی لوازمات ہی ہوتے تھے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے زمانے میں شعر و سخن کا بڑا غلبہ تھا ان کے معاصر شعراء صنائع و بدائع، علم معانی و بیان اور دیگر لوازمات شاعری سے اپنی تخلیقات کو سنوارنا اپنا نصب العین سمجھتے تھے اس لئے وہ اس پر بڑی گہری نظر اور وسعت مطالعہ رکھتے تھے اس زمانے کا ہر شاعر اس موضوع پر بیسیوں سے زائد کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھتا تھا روایت و توانی کو لوگ ہلک سے آراستہ رکھتے تھے۔ غرضیکہ آداب شاعری کی بجا آوری میں ایک لمحہ بھی فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تبحر علم اور ان کی عبقریت نے ہر صاحب علم و

۱۔ شعر اقبال۔ سید عابد علی عابد۔ بزم اقبال قلب روڈ لاہور ص ۲۶۵ طبع دوم جون ۱۹۷۷ء

۲۔ ہماری شاعری معیار و مسائل۔ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۱۳/۱۱۴

دانش کے درگوش پہ دستک دے کر ان کو اپنی جوانی بہر حق متوجہ کر لیا تھا۔ اور ہر ایک نے ہوش و خرد کے عالم میں ان کے تبحر علمی کو بسر و چشم تسلیم بھی کر لیا تھا۔ اپنے اور بیگانے ان کے تبحر علمی کے تسلیم کرنے کے نقطہ نظر سے ایک ہی صف میں دست بستہ نظر آنے لگے تھے ایسے عالم میں نعمات رہنا نہ سبکو مسحور کر دیا اور ان کی صناعتی، فن سے واقفیت اور رموز و نکات نے یہ تاثر قائم کر دیا کہ اس جذبے میں ڈوب کر جو کہا گیا اس کی کیا بات عالم کرامت ہے، طلسمات ہے اور استاد غزل جناب داغ دہلوی نے جب حضرت رمنابر بلوی کا یہ شعر سنا

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اسے بہار پھرتے ہیں
تو عش عش کراٹھے اور کھنسنے لگے۔

، مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے ۔۔
ملاحظہ ہوں حضرت رمنابر بلوی کے کلام سے صنائع و بدائع کی دلکش اور حسین جھلکیاں
ا۔ صناعتِ سخن میں | کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تعداد و نقاط و اعراب میں ایک ہی جیسے ہوں لیکن ان کے معنی الگ الگ ہوں۔ سخنیں

کی کسی قسم میں ہیں لیکن ان کا استعمال تکلف اور تصنع سے پاک ہو۔
سونا یا اس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیلے
تو کہتا ہے مسیحی نیند ہے تیری مات ہی زالی ہے

جو گلا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

قرآن بدلی رسولوں کی ہوتی رہی

چاند بدلی سے نکلا ہمارا بنی

۲۔ صنعت اشتقاق | وہ صنعت ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو آپس میں ملتے جلتے ہوں لیکن ایک ماخذ سے نہ ہوں

بظاہر ایک ماخذ سے معلوم ہوتے ہوں

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ لانا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

۳۔ صنعت اقتباس | قرآن پاک کی کسی آیت یا اس کے جزو کو شعر میں لایا جائے یہ صنعت غزل یا قصیدے میں بہت

ہی کم استعمال ہوتی ہے البتہ لغت پاک میں اس کے استعمال کے مواقع بکثرت ہیں لیکن عالمانہ شعور اس کے لئے درکار ہے اور حضرت رفعتا کے یہاں اس شعور کی کمی نہیں۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ كَأَنَّ سَائِبَ تَجْهَرُ

بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

مَنْ زَاوَتْ رَبِّيْ وَجِيْتٌ لِّمَسْفَا عَنِّي

ان پر درود جن سے لڑید اس بشر کی ہے

۴۔ حسن تلمیح | ایسی نظم لکھنا جس کے ہر شعر کا ایک حصہ ایک زبان میں ہو اور دوسرا حصہ دوسری زبان میں ہو جیسے

مُنِّيَاتٍ نَظِيْرُكَ فِي نَظِيْرٍ مِّثْلٍ لَوْ شِئْتَ بِدِرْجَانَا -
جگ راج کو تاج لورے سر ہے تھکوشہ دگر اجانا

۵۔ صنعت عکس مستوی | ایک عبارت بیان کرنا پھر اس کو الٹ کر اس طرح بیان کرنا کہ تراکیب الفاظ وہی رہیں

یہ سر ہو اور وہ خاک در وہ خاک در ہو اور یہ سر
رہنا اگر چاہیں تو اب دل میں یہ بھائی ہے

۶۔ صنعت تکریم | وہ صنعت ہے کہ شعر میں دو مرتبہ مصرعے کے تمام الفاظ پہلے مصرعے سے ہم قافیہ بنائے جیسے

زمین وزماں تمہارے لئے مکین و مکارے لئے

چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں اسے لئے

اب تک حضرت رمنا بریلوی کے حوالے سے جن صنعتوں کا ذکر کیا گیا ان کا تعلق

لفظ سے تھا یعنی وہ صنعت لفظی کا بیان تھا۔ لیکن جس طرح لفظی صنعتیں ہوتی ہیں اسی طرح معنوی بھی ہوتی ہیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص معنوی صنعتوں کا ذکر بھی حضرت رمنا بریلوی کے خصوصی مطالعہ سے کر دیا جائے۔ ملاحظہ ہو۔

صنعت تضاد | صنائع معنوی میں صنعت تضاد بہت ہی کثرت سے استعمال ہوتی ہے جو عامۃ الورد ہے۔ ہر غزل میں ایک

دو اشعار آپ کو ایسے مل جائیں گے جن میں دو الفاظ ایسے ہوں گے جو معنی کے لحاظ

سے متضاد و مخالف ہوں گے جیسے

شش سمت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال

دھوم و انجمن میں ہے آپ کی مینائی کی

صدتے رحمت کے کہاں بھول کہاں خار کا کام

خود ہے دامن کش بیل گل خندان عرب

وہ صنعت ہے جس کے ذریعہ ممدوح کی متعدد صفات
ایک یا دو نون مصرعوں میں بیان کی جائیں جیسے

ترا مندا ز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح میں
تو ہی سرور و جہاں ہے ہمارا زائل نہیں ہے خدا کی قسم

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی زالی ہاتھ میں
سگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

کسی ایک لفظ کو اصل شعر قرار دیکر پھر اس کے مناسبات بیان کرنا
مثلاً باغ کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ پھول شاخ ، پتی اور خوشبو
تیم کا ذکر کیا جائے۔ اسی قبیل کے اور مناسبات مذکور ہوں۔ ہر صنف شاعری میں یہ صنعت
عامۃ الورد ہے جس سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے مثلاً

وہ سر گرم شفاعت میں عرق انشاں ہے پستانی
کرم کر عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھاتی ہے

بزم شنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار بہشت نخلد چھوٹا سا عطر دان ہے

تقناؤ کی طرح صنائع معنوی میں حسن تعلیل کا استعمال بھی بکثرت ہوتا ہے
اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حسن تعلیل شاعری کی جان ہے۔ شاعر کی قوت
متخیلہ اشیائے کائنات کے مشاہدے اور مطالعے سے ایسے نتائج اخذ کر لیتی ہے جو حقیقتی
نہیں ہوتے لیکن شاعر اپنی قوت بیانی سے ان کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ قاری اور سامع
اس کی بیان کردہ توجیہ اور علت کو علت حقیقی سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ نعت و منقبت میں اس

صنعت کا استعمال بہت مشکل اور دشوار ہے مگر حضرت رفعا بریلوی نے نعت و منقبت میں اس کا استعمال نہایت ادب و احترام، جزم و احتیاط اور قاعد سے قریب سے کیا ہے وہ فرماتے ہیں

باغِ عرب کا سرو ناز و کچھ لیا ہے ورنہ آج
قری جانِ غمزہ کو سنج کے چہیہائی کیوں

خم ہو گئی پشتِ فلک اس طعنِ زمیں سے
سن ہم یہ مدینہ ہے یہ رتبہ ہے ہمارا
ایک ایسا لفظ لانا جس کے دو معنی ہوں اور کسی قرینے سے جو
معنی وہاں فوراً سمجھ میں آیا ہو اور وہ مقصود نہ ہو بلکہ
دوسرا معنی مراد ہو جیسے

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سوتا ملا
جان کی اکیر ہے الفت رسول اللہ کی

حورِ جنات ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
پھیر کے پردہ مجاز و سس کی چیز گائی کیوں
صناع معنوی میں یہ صنعت بہت ہی زیادہ استعمال ہوتی ہے کوئی
شاعر بھی ایسا نہیں جس کے کلام میں یہ صنعت موجود نہ ہو۔ مذہبی تاریخی
سماجی اور ثقافتی روایات و واقعات میں سے کسی ایک قصہ یا واقعہ کی طرزِ شعر میں اشارہ
کرنا مہیج ہے جیسے
کیوں جناب بوہر یہ تھا وہ کیا جامِ شیر
جس سے ستر مہاجبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سرکھاتے ہیں ترے نام یہ مردان عرب

لف و نشر | منافع معنوی میں یہی کثیر الاستعمال اور عامۃ الورد و صنعت ہے۔ اس

صنعت میں شاعر پہلے مصرعہ میں چند چیزیں بیان کرتا ہے اور پھر اس ترتیب سے ان کے مناسبات دوسرے مصرعہ میں پیش کرتا ہے۔ اگر دونوں مصرعوں میں ترتیب موجود ہے تو اس کو لفظ و نشر مرتب کہا جائے گا اور اگر ترتیب نہیں بلکہ بے ترتیبی ہے تو اس کو لفظ و نشر غیر مرتب کہا جائے گا۔

خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار نہیں

رائع و نافع و شائع لقب آقا تیرا

لف و نشر مرتب

دندان و لب و زلف درخشاں کے فدائی

میں درعدن محل میں شگ ختن چھول

دیکھو قرآن میں شب قدر سے تا مطلع فجر
یعنی نزدیک میں عارضی کے وہ پیارے کیسو

لف و نشر غیر مرتب

دل بستہ، بیقرار، جگر چاک، شک بار

غنچہ ہوں گل ہوں، برق تپاں ہوں، کباب ہوں

اب تک صرف منافع کا ذکر ہوا لیکن اب ہم یہاں سے بدیع (یعنی بدائع) کا ذکر کریں گے جیسا کہ ہمارے اس مقالے کا بنیادی مقصد ہے جس سے کہ حضرت رضا بریلوی کے کلام کی خوبیوں کا اندازہ ہو سکے۔

بدائع کے بارے میں منقول ہے کہ - شاعری اور علم بیان و بدیع کا چولی دامن کا

ساتھ ہے۔ اور شاعری کی تخلیق کے لئے بہترین کسوٹی۔ انہیں لوازمات پر شاعر کی تخلیق کو اہل نقد نظر رکھتے ہیں۔ اور اس کے بعد اس کے محاسن و معائب کی نشاندہی کرتے ہیں کہ شاعر فن شاعری اور علوم شاعری پر کس قدر مہارت و دستگاہ رکھتا ہے علم عروض پر اس کی گرفت کتنی مضبوط ہے حرف روی، تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور مجاز مرسل سے کلام کس حد تک مرصع ہے۔ ملاحظہ ہو حضرت رضا بریلوی کے کلام سے بیان و بدیع کی حسین و دو مکش جھلکیاں۔

تشبیہ

سرتا بقدم ہے تن سلطانِ زمین بھول
لب بھول رہن بھول و ذقن بھول بدن بھول

جا بجا پر تو فلگن ہیں اسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و انتہا ایڑیاں

استعارہ

واللہ جو مل جائے مرے گل کا سینہ
مانگے نہ تمہیں عطر نہ پیر چاہے رہن بھول

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد

اے خضر لے خیر میری اے ماہ لے خیر
تشبیہ میں ایک چیز کو دوسری چیز سے مثال دیتے ہیں استعارہ میں تشبیہ کے
تعلق سے دوسرے معنی مراد لیتے ہیں۔ مجاز میں دوسرے معنی مراد لیتے ہیں
لیکن اصلی اور غیر اصلی معنی میں تعلق تشبیہ کا نہیں ہوتا اور کچھ تعلق ہوتا ہے اور پہلے معنی
مراد نہیں ہوتے۔ کنایہ میں لفظ کے اصلی معنی بھی مقصود ہوتے ہیں اور اس سے جو نتیجہ نکلتا

ہے وہ معنی بھی مراد ہوتا ہے یعنی لازم و ملزوم دونوں معنی مقصود ہوتے ہیں۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اس کے استعمال کے لئے بڑے سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ملاحظہ رہنا بریلوی کے اشارے

میل سے کس درجہ سحر ہے وہ تملانور کا

ہے گلے میں آج تک کوراہی کرنا نور کا

آپ زربنتا ہے مارن پر پسینہ نور کا

مصعب اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

مجازِ مرسل

ایک لفظ کے معنی جب اصل لفظ کے خلاف لیں۔ اگر وہ معنی تشریح کے علاوہ سے لئے جائیں تو اسے استعارہ کہیں گے اور اگر کسی دوسرے تعلق سے اس کے معنی مراد لئے جائیں تو مجازِ مرسل کہیں گے۔ مجازِ مرسل کے قرینے اور اس کے استعارات، استعارہ اور تشبیہ سے بالکل الگ تھلاک ہوتے ہیں۔ یہاں لفظ اپنے حقیقی معنی میں مطلقاً استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے معنی ہمیشہ مجازی ہوتے ہیں مگر ان معنی مجازی اور لفظ مستعمل میں کوئی نہ کوئی قرینہ مراد ضرور ہوتا ہے یعنی کبھی کل بول کر جزو مراد لیتے ہیں اور کبھی جزو بول کر کل۔ کبھی سبب بول کر مسبب اور کبھی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔ کبھی ظرف بول کر مظلوف اور کبھی مظلوف بول کر ظرف اسی طرح چند اور قرینے بھی ہیں لیکن شاعری میں عموماً مذکورہ بالا قرینے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ بہر حال مجازِ مرسل بھی تشبیہ، استعارہ اور کنایہ کی طرح سے آرائشِ کلام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے برعکس استعمال سے کلام بلیغ ہو جاتا ہے۔

فیض ہے یا شبہ تسنیم ز الاتسیرا

آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

طہ حقیقی اور ادبی جائزہ - علامہ شمس بریلوی، مطبوعہ کراچی ص ۱۵۹/۱۵۸

یہاں ظن بول کر منظور یعنی دریا بول کر پانی مراد لیا ہے ۷
 بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
 خود بھجا جائے کلیہ مرا پھینٹا تیرا

علم عروض

حضرت رضا بریلوی کو دیگر علوم و فنون کی طرح علم عروض پر بھی ماہرانہ دسترس حاصل تھی۔ صنائع
 بدائع اور علم عروض پر حضرت رضا بریلوی کی تحقیقی تصنیفات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جیسا کہ اس کی
 ایک جھلک حضرت رضا بریلوی کی علمی و ادبی خدمات کے تحت سامنے آچکی ہے۔ اگر اس
 موضوع پر تحقیق و تفحص سے کام کیا جائے تو حضرت رضا بریلوی کی شخصیت یگانہ روزگار کی
 حیثیت سے سامنے آسکتی ہے۔

چنانچہ علامہ محمد قمر الحق قریشی ایم اے علیگ حضرت رضا بریلوی کی ایک شہرہ آفاق
 نعت کا علم عروض کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔
 "اس نعت میں اس قدر تسلسل ہے کہ زیر و بم کی نغمگی قلب و دماغ پر سرعت سے
 اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر ذرا بھی حرکتوں میں تبدیلی کر دی جائے تو لفظوں کا ناہمی ربط برہان
 ہو جائے۔"

بحر سالم کی افاعیل عروضی کے دو سبب خفیف اور ایک و تد مجموع کی ترکیب
 سے وزن میں اس قدر روانی پائی جاتی ہے جیسے کوئی کوہ البرز کی وادیوں کی سخت
 چٹانوں سے رستا ہوا میٹھا چشمہ فز سے نشیب کی جانب گر رہا ہو اور اس کی روانی
 سے پیدا ہونے والی آواز پر وہ سماع پر ایک ابہتاج انگیز اثر چھوڑ رہی ہو۔ مثال
 کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

مُسْتَفْعِلُونَ	مُسْتَفْعِلُونَ	مُسْتَفْعِلُونَ	مُسْتَفْعِلُونَ
وہ بھی نہیں وہ بھی نہیں	یہ بھی نہیں یہ بھی نہیں	مہرِ سما شکِ ختا	رخِ دن ہے یا شبِ زلفِ یا

وزن کا تسلسل موضوع کے تسلسل کو مستلزم ہے۔ افاغیل عروضی کی بحر جز اگرچہ اس میں دو سبب حقیقت کے بعد ایک و تہ مجموع کا التزام ہے مگر موزونیت میں یہ بحر بڑی وسعت کی حامل ہے اس بحر کے موزوں اشعار میں بڑی نغمگی اور ترم، تسلسل اور ربط و آہنگ اور پہنچ و موسیقیت اور دل آویزی و دیگر بحروں کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس وزن پر موزوں کئے ہوئے اشعار اگرچہ سامع کے ذہن میں معنوی طور پر کوئی گدگدی نہ پیدا کر سکیں مگر نفسِ وزن سے ذہنِ خاصا متاثر ہوتا ہے اور غیر شعوری و جہان پیدا ہو جاتا ہے کہ دل ابرہاری کی طرح تھوٹنے لگتا ہے لیکن اس نعت میں جہاں وزن کی دل آویزی اثر انداز ہے وہیں شعر کے مفہوم و معانی کی بلندیاں بھی سامع کو اس سے کہیں زیادہ متاثر کرتی ہیں۔

اور ڈاکٹر فضل الرحمن شتر مصباحی حضرت رتنابریلوئی کی علم عروض پر چابکدستی کا ذکر کرتے ہوئے ان کی ایک نعت (جس کا مطلع ہے)

سونا جنگل رات اندھیری چھانی بدلی کالی ہے

سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھولی ہے

کا عروضی نقطہ نظر سے تجزیہ کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

”جیسا کہ تحریر کیا گیا اس بحر کو متدارک مخبون مسکن اخذ سے متماز کرنے

کے لئے بحر متقارب کا کوئی مخصوص رکن لانا چاہیے۔ فاضل بریلوی نے اس نعت کے مطلع میں مخصوص رکن کے ذریعہ بحر کو متعین کر دیا ہے اور انتہائے احتیاط یہ کہہ کر ایسے شعر میں

جس کا ایک مصرعہ بجز متدارک میں سما سکتا تھا۔ دوسرے مصرعے میں کسی لازمی رکن کا اضافہ کر کے
رفع اشتباہ کر دیا ہے مثلاً
پھر مجھ جھلا کر سر دے ٹکوں چلے رے موٹی والی ہے

دیکھو مجھ جیسے پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
یہ تینوں مصرعے بجز متدارک میں سما سکتے ہیں لیکن ان کے مصادرِ رفع اولیٰ میں خطاکشیہ
ارکان نے بجز مقارب کو متعین کر دیا۔
سامتی سامتی کہہ کے پکاروں سامتی ہو تو جواب آئے

تم تو چاندِ عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو ۷۷

دنیا کو تو کیا جانے یہ لبس کی گانٹھ ہے خیرا نہ

اگرچہ صفحات گذشتہ میں حضرت رمنابریلوی کی فن سے واقفیت اور فنی رموز و
نکات کا ذکر کافی تفصیل سے آچکا ہے مگر اس کے باوجود اس موضوع کو مکمل بنانے کے لئے مزید
رمنابریلوی کے چند مخصوص فنی رموز و نکات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے ایک ماہر فن اور وحید
روزگارِ لغت گو کی حیثیت سے ان کا درجہ متعین کیا جاسکے۔
چنانچہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں حضرت رمنابریلوی کی فنی رموز و نکات سے واقفیت
پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ماہنامہ اشرفیہ - مارچ اپریل ۱۹۸۵ء مطبوعہ انٹرنیشنل سنٹر

یہ پھر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ وہ کوئی ایسی نعت لکھتے جو بے مثل ہوتی۔ چنانچہ ایک نعت انہوں نے صنعت ملیح میں لکھی۔ دراصل ملیح اس صنعت کو کہتے ہیں کہ ایک مصرعہ یا ایک شعر عربی کا ہو اور دوسرا مصرعہ یا دوسرا شعر فارسی کا ہو اس میں زیادہ سے زیادہ میں اشعار ہوا کرتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ملیح مکشوت یعنی جب ایک مصرعہ عربی اور ایک فارسی میں ہو۔

(۲) ملیح محبوب۔ یعنی جب ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا شعر فارسی میں ہو۔

لیکن اعلیٰ حضرت نے ایسے ملیح میں اشعار لکھے ہیں جن میں عربی فارسی ہندی

دبھاش اور اردو پارزباؤں کے الفاظ ہیں۔

مَنْ يَأْتِ تَنْظِيرَكِ فِي نَفْسٍ مِثْلَ تَوْبَةٍ شَدِيدٍ يَأْتِي جَانًا

جگ راج کوتاج توریے سر سو ہے کچھ گوشہ دوسرا جانا، ۱۔

یوں ہی حضرت رفنا بریلوی کے قصیدہ درود یہ (سلام) کے بارے میں علامہ شمس

بریلوی اظہار خیال فرماتے ہیں۔

یہ سلام بھی اسی ساخت کے اعتبار سے اولیات رفنا میں ہے یہ پورا سلام

صنعت مالایزم اور اس کا مصرعہ اول صنعت ذوقانیہ میں ہے۔ مصرعہ اول میں

حضرت رفنا قدس سرہ نے یہ التزام رکھا ہے کہ مصرعہ ذوقانیہ میں ہو ساتھ ہی مصرعہ اول

میں تانیہ باعتبار حرورت ہمارا رکھا ہے۔ میری نظر سے ایسا التزام اب تک نہیں گذرا۔

ذوقانیہ میں مصرعے شعرا نے ضرور کہے ہیں لیکن حرورت ہما کی قید کے ساتھ ذوقانیہ میں

مصرعے کہنا اولیات رفنا میں شامل ہے، ۲۔

ملاحظہ ہوں قصیدہ مذکور کے چند منتخب اشعار

۱۔ معارف رفنا شمارہ ۱۹۸۳ء مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۲۸

۲۔ حدائق بخشش۔ ۱۴۱۱ھ در رفنا قادری مطبوعہ کراچی صفحہ ۱۹۲

کئے کے بدرالدبے تم پہ کروروں درود
 دل کر دھنڈا مرادہ کف پا چاند سا (ا)
 ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب (ب)
 تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات (ت)
 تم ہو حفیظ و معیت کیلے وہ دشمن خبیث (ث)
 وہ شب مزاج راج وہ صفت محشر کا تاج (ج)
 جان و جہاں سچ واہ کیا دل سے حسیب (ح)
 اتادہ رہ سنگلاخ آہ یہ پاشاخ شاخ (خ)
 تم سے کھلا باب جود تم سے ہے سب کا وجود (د)
 خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم تلاذ (ذ)
 گر چہ میں بید قصور تم ہو عفو و غفور (ر)
 بے ہنر و بے تمیز کس کو ہونے ہیں عزیز (ز)
 آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہی آس (س)
 طارم اعلیٰ کا عرش تجس کف پا کا ہے فرش (ش)
 کہنے کو ہیں عام خاص ایک تمہیں ہو خلاص (ص)
 تم ہو شفا کے مرض خلق خدا خود عرض (ض)
 آہ وہ راہ صراط بندوں کی کتنی بساط (ط)
 بے ادب و بد بجا ڈا کر نہ سکا کچھ حفاظ (ظ)
 لوتہ دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے روز جمع (ع)
 سینہ ہے کہ داغ داغ کہد و کرے باغ باغ (غ)
 گیسو و قد لام الف کر دو بلا منصورت (ف)
 طیبہ کے شمس الفصحی تم پہ کروروں درود
 سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود
 نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود
 اصل سے غل بندھا تم پہ کروروں درود
 تم ہو تو پھر خون کیا تم پہ کروروں درود
 کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں درود
 نبین تھیں دل چلا تم پہ کروروں درود
 اے مرے مشکل کشا تم پہ کروروں درود
 تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود
 آگے جوشہ کی رضا تم پہ کروروں درود
 بخشو جرم و خطا تم پہ کروروں درود
 ایک تمہارے سوا تم پہ کروروں درود
 بس ہے یہی آسرا تم پہ کروروں درود
 آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود
 بند سے کر دو رہا تم پہ کروروں درود
 خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروروں درود
 المدد اے رہنا تم پہ کروروں درود
 عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروروں درود
 آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروروں درود
 طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروروں درود
 لاکے تہ تیغ لا تم پہ کروروں درود

تم نے برنگِ خلق جیب جہاں کر کے شوقِ دنیا لوز کا تڑکا کیا تم پہ کمر و روں درود
 لوبتِ درہیں فلکِ خادم درہیں ملکِ اک، تم ہو جہاں پلوں کا تم پہ کر و روں درود
 خلقِ تمہاری جمیل خلقِ بہتارا حلیل، خلقِ تمہاری گدا تم پہ کر و روں درود
 طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رسل کے امام، لوشہ ملکِ خدا تم پہ کر و روں درود
 کندے نئے کھین منگے تو کوڑی کے تین دن، کون ہمیں پالتا تم پہ کر و روں درود
 گرنے کو ہوں روک لو عوط لگے ہاتھ دو، ایسوں پر ایسی عطا تم پہ کر و روں درود
 کر کے تمہارے گناہ مانگے تمہاری پناہ، تم کہو دامن میں آتم پہ کر و روں درود
 بہنے خطا میں نہ کمی تم نے عطا میں نہ کی دیا، کوئی کمی سرورِ آتم پہ کر و روں درود
 کام دہلے لیجئے تم کو جو راضی کرے (۷) ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کر و روں درود
 حضرت رکنِ بلوی کوفنِ شاعری کے جملہ رموز و نکات سے کما حقہ واقفیت تھی وہ
 شاعری کے زیرِ زبر اور لفظِ غرضیکہ تمام حرکت و سکناات سے آشنا تھے جانچہ انہوں
 نے اپنے ایک تصدیق میں ایک جگہ لفظِ خط تو ام کا استعمال فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں یہ
 ایک سینہ تک مشابہ اک دہاں سے پاؤں تک
 حنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما لوز کا

ہاں شکلِ پاک ہے دو لوں کے طنے سے عیاں
 خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ لوز کا
 مولانا وارث جمال قادری ان اشعار کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے خط تو ام کے
 بارے میں لکھتے ہیں :

مولانا شعر و ادب - مولانا وارث جمال مطبوعہ انجم گراہ ۱۹۷۷ء

خطِ توأم

وہ خط ہے جس کے لکھنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ کاغذ کے دو صفحے لئے جاتے
صفحہ ۱ پر مضمون کا ایک حرف اور صفحہ ۲ پر مضمون کا دوسرا حرف لکھا جاتا
اس طرح سے مضمون کو پورا کیا جاتا۔ پہلے دونوں صفحوں میں سے صرف ایک ہی بھیجا جاتا جب پہلا
صفحہ اپنی منزل تک پہنچ جاتا تو دوسرا صفحہ ارسال کیا جاتا۔ اس کے بعد مکتوب ایسے خط کے ان
دونوں ٹکڑوں کو آٹھ منے ساٹھے رکھ کر حفظ کا مفہوم آسانی سے سمجھ جاتا تھا۔ فوجی، ملکی، سیاسی
یا کسی بھی نوعیت کے اہم رازوں کو ادھر ادھر کرنے کے لئے یہ طریقہ بھی اپنایا جاتا تھا۔
مثال کے طور پر درج ذیل مضمون کو ملاحظہ فرمائیں۔

ہندوستان میں ایک قومی نظریہ کے فتنہ کا بانی اکبر بادشاہ ہے جس کا بچاؤ
پلٹار کے ساتھ مجددِ ملت ثانی نے مکمل استیصال فرمایا اور پھر چورھویں صدی ہجری میں
اسلامیان ہند کو اپنی لپیٹ میں لے کر ترک موالات کی شکل میں ایک طوفان بن کر اٹھا جو امام
احمد رضا بریلوی کی علمی عبقریت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔

۱۱۱۱ شعر و ادب . مولانا دارش جمال . مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۸۹ء

۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱

امام شعر و ادب، دارش جمال قادری، مطبوعہ اعظم لاہور ۱۹۷۰ء

(۷)

زبان و بیان سے واقفیت

شاعر کیلئے اس سوال ہے کہ وہ اپنے ہمکار زبانوں کو کتاب ہے اور جو کچھ وہ لکھتا اور
 عموماً کرتا ہے اور جو کچھ اس پر لکھتا ہے اس کو وہ اپنے زبانوں کے نام لکھتا ہے اور اپنے لفظوں
 و جملوں میں نظر کرتا ہے کسی شاعر کی لکھتے کے آثار نظر سے سامان کرنے کے بعد انسانی کے
 ساتھ اس کی لکھتے کے زبان و بیان کا تھیں کیا جاسکتا ہے کہ یہ کلام بعد کا شاعر ہے یا
 قریب کلام عین کی ہے۔

حضرت رشید علی خاں صاحب کا یہ اقتضا ہے کہ زبان و بیان کا مجموعی ہونی
 ہی عموماً اور وہی کی شاعری اور ان کی زبان و بیان کی معانی و شعر کی زیر شعوی کلام
 قبول مانگی سند حاصل کرگی گئی ہے کی زبان پر ان کے اشارہ گئے ہے اور
 مزدوس کو تہ ہے کہ ہے۔ ان کی شہرت ہے ان کے رنگ کو ٹیکسٹ لکھتے ہیں رنگ
 و لہجہ۔

شاعر اپنے زمانے اور ماحول میں رہتی ہے شاعرانہ خصوصیات کو اپنانا اپنے لئے لازمی
 ہے اور کتاب ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کی شاعری عام قیوس کی حد سے محروم رہے گی
 جو عموماً تیسویں صدی کے راج آخر میں اردو شاعری کا کتاب نصف السہار تک پہنچا
 تھا اور اردو شاعری ایک مہذب و متحضر طبقے کے ساتھ تھی اور وہ اس وقت تک
 زبان و بیان کی و عموماً تھی ہوتی تھی اور عام شعر و ادب اور ادب اور ادب کی
 بزرگوں کے رنگ اور ان کی زبان و بیان کی تھیں کہ رہے تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت رشید علی خاں اور ان کے ہم عصر
 شاعر و مستشرقین کی زبان و بیان کا مہیا کیا تھا؟ اور وہ کون سا وصف تھا جو
 قبول عام کا سبب تھا؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان کی صحت کے ساتھ ساتھ
 سادگی، سادگی، پاکیزگی اور عقلی اس دور کی شاعری کا وصف اور مقدر تھی۔ چنانچہ

علامہ شمس بریلوی حضرت رننا بریلوی کی زبان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

حضرت رننا قدس سرہ کی زبان کے سلسلے میں ان کے معاصرین کی شاعری سے پھیلے اوراق میں بہ طور نمونہ کچھ شعر پیش کئے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ حضرت رننا اپنے معاصرین کا زبان دانی میں کہاں تک ساتھ دے سکے ہیں اور ان کی زبان کی شستگی، شگفتگی اور سلاست ان کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن میں نے حضرت رننا قدس سرہ جیسے باکمال نعت گو کی سلاست زبان اور اس کی شستگی کے لئے ان کے معاصرین کی عشقیہ شاعری کو پیش کیا ہے جیسا کہ کسی جگہ عرض کر چکا ہوں۔ عشقیہ شاعری میں زبان و بیان کے لئے حدود معین ہیں اور نہ ہی اس کے آداب و لوازم۔ آپ جس مضمون کو چاہیں زبان کی چاشنی، بیان کی ندرت اور انداز بیان کے تنکھے پن کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن نعت میں شاعر کو بڑی ہشیاری کے ساتھ حدود آداب کے اندر رہتے ہوئے قدم اٹھانا پڑتا ہے نہ یہاں بے راہ و بی گنجائش ہے اور نہ ہی بے باکی کی۔

اسی لئے تو جناب محسن کا کوروی نے تہذیب نعت کے طور پر اپنی زبان و بیان کے

بارے میں کہا تھا مے

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زبان کے لئے

زبان ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے

اور حضرت رننا بریلوی جناب محسن کا کوروی سے دو قدم آگے بڑھ کر فرماتے

ہیں

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدی نکلی شاخ

مانگوں نعت نبی نکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی۔ مطبوعہ کراچی ص ۷

۲ اردو میں نعت شاعری۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق۔ مطبوعہ کراچی ص ۲۲۵

ڈاکٹر الہی بخش اختر اعوان حضرت رخصتا بریلوی کے انداز بیان کی پذیرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”جس طرح ان کے بیان کی توضیح و شواہد ہے اسی طرح انداز بیان کی توضیح و شواہد ہے ان کا خلوص، ان کا جذبہ صہادتی، ان کا دہانہ عشق، ان کی عقیدت، ان کا تبحر علم، ان کی روحانی بلندی، ان کی زباں دلی، ان کی فصاحت و بلاغت، ان کا تخیل، ان کا تفکر اور سب سے بڑھ کر ان کی پرکشش اور ہمہ جہت شخصیت ان کے انداز بیان کی قوس و قزح کے حسین رنگ میں ان رنگوں کے حسین امتزاج کا دوسرا نام جناب رخصتا کا انداز بیان ہے۔“

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدی نکلی شاخ

مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

اس شعر میں نازک خیالی، تخیل کی بلندی و ازی، نکتہ آفرینی، خیال کی قدرت، فکر کا اچھوتا انداز اور جذبے کا تقدس قابل ستائش ہے۔ روح قدس سے طوبیٰ کی سب سے اونچی سیدی شاخ کی طلب اور اس شاخ کے قلم سے نعت نبی لکھنے کی تمنا نے شعر کو فن کی اعلیٰ ترین منزلوں پر پہنچا دیا ہے۔ پھر یہی نہیں شاعر کے خلوص نے انداز بیان میں وہ مہک پیدا کر دی ہے جو انہیں کا حصہ ہے۔“

چنانچہ غالب نے کیا ہی خوب کہا تھا

ہمیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

ملاحظہ ہوں حضرت رخصتا قدس سرہ کے کلام سے زبان و بیان کی گلکاریاں زبان کا لطف اٹھاتے ہوئے بے ساختگی کا مشاہدہ کیجئے۔ فرماتے ہیں

بندہ تیرے نثار آقا
 آقا: آقا! سنو آقا
 تم کو تو ہے اختیار آقا
 ڈوبا! ڈوبا! اتار آقا
 میں وہ کہ بدی کو عار آقا
 میرا ہے وہ نام دار آقا

غم ہو گئے بے شمار آقا
 بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
 مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے
 گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی
 تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے
 جس کی مرضی خدا نہ ٹالے

سرور ہر دوسرا ہو!
 ہم بدوں کو بھی بنا ہو
 گر نہیں ہم کونہ چاہو
 رات بھر روڈ کرا ہو
 تم وہی رحیم خدا ہو
 سر جھکاؤ گج کلا ہو

مصطفیٰ خیر الوری ہو
 اپنے اچھوں کا تقدق
 کس کے پھر ہو کر میں ہم
 بد نہیں تم ان کی خاطر
 ہم وہی قابل سزا کے
 وہ کس روئے کا چمکا

پاؤں افکار ہے کیا ہونا ہے
 سخت خو خوار ہے کیا ہونا ہے
 دل کا آزار ہے کیا ہونا ہے
 عین منجید ہار ہے کیا ہونا ہے
 وہ کڑی مار ہے کیا ہونا ہے
 بے کسی یار ہے کیا ہونا ہے

راہ پر خار ہے کیا ہونا ہے
 خشک ہے خوں کہ دشمن ظالم
 تن کی اب کون خبر لے ہے ہے
 ہائے بگڑی تو کہاں آکر ناؤ
 ان کو رحم آئے تو آئے ورنہ
 ساکتہ والوں نے یہیں چھوڑ دیا

پھر نہ کر دلی مدینے کی طرف
 سن تیرا سناہ دیکھا نہ سنا
 لب سیراب کا صدقہ پانی
 ہو گیا دھک سے کلیجہ میرا
 مامیو مقام لودا من ان کا
 ابر رحمت کے سلاخی رہنا
 دیکھ اوزنم دل اپنے کو بھال
 ارے یہ جلوہ گہ جاناں ہے
 ارے چل چھوڑ بھانے والے
 کہتے ہیں اگلے زمانے والے
 اے نگلی دل کی بھانے والے
 ہائے رخصت کی سنانے والے
 وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
 پھلتے ہیں پودے نچکنے والے
 چھوٹ بہتے ہیں تنکنے والے
 کچھ ادب بھی ہے پھر کئے والے

مندرجہ بالا مثنوی کلام حضرت رتنا بریلوی کے کلام سے چھوٹی بحرول سے پیش کیا گیا۔ شرار کے درمیان چھوٹی بحرول کی خاصی مقبولیت ہے۔ علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں۔

”چھوٹی چھوٹی بحرول میں غزلیں کہنا متوسطین اور تاخرین شرار کا خاص وصف رہا ہے مومن، غالب، داع، امیر مینالی وغیر ہم کے یہاں یہ خاص انداز موجود ہے۔ چھوٹی چھوٹی بحرول بحرین لطف زبان کے اظہار کے لئے اختیار کی جاتی تھیں۔ داع نے ان چھوٹی بحرول میں زبان کی شوخی اور بانگین خوب دکھایا ہے۔“

غزل کے لئے یہ میدان تو بڑا وسیع اور رکیف ہے۔ لیکن لغت مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ ایک کڑی منزل ہے کہ چھوٹی بحرول میں مضمون آفرینی کی گنجائش بہت کم ہے۔ سرکبات کی بندش ان میں سمونا ممکن نہیں ہوتا اور لغت میں جس قدر مضمون آفرینی ہوتی ہے اتنی ہی وہ پرکیف ہوتی ہے لیکن عامہ رنما نے ان چھوٹی چھوٹی بحرول میں عجیب عجیب گلکاریاں کی ہیں۔

اب ملاحظہ ہوں طویل اور لمبی بحرول میں حضرت رتنا بریلوی کی زبان کی سلاست

۱۔ تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۹۴

روانی اور شوخی دبا شکین سے

مجھ سے سبکیں کی دولت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے بس کی ثروت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا یہ حید درو و

ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں

انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے

ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

صبح طیبہ میں ہوئی بتا ہے باڑا نور کا

صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

بارغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا

مست بوہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان بہر نور کا

بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میل سے کس درجہ سہرا ہے یہ پتلا لوزکا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا لوزکا

تو ہے سایہ لوزکا ہر عضو ٹکڑا لوزکا

سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ لوزکا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ لوزکا
تو ہے عین لوزیرا سب گھرانہ لوزکا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں

خروا عرش پہ اڑتا ہے پھر پیرا تیرا

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی

مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکرہ نہ ڈال

بھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے مدد تیرا

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اسے بہار پھرتے ہیں

بائیں رستے نہ جا مسافر سن

مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

کانٹھ سے جگر سے غم روزگار کا یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے بیکی لوٹ لے خدا نہ کرے

چنانچہ حضرت رضا بریلوی کے قصیدہ معراجیہ کی زبان پر اظہار خیال فرماتے ہوئے فرمیں
نظام الدین بیگ لکھتے ہیں:

”اس کی زبان نہایت سادہ سادہ شستہ اور بامحاورہ ہے۔ روزمرہ کا بر محل اور مناسب
استعمال قریب قریب ہر شعر میں نظر آتا ہے۔ زبان کی سلاست یہاں تک ملحوظ رکھی گئی ہے
کہ آیات کریمہ یا احادیث کی لمبیمات تک سے امر کافی طور پر بچانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ
معراج کے ذکر میں ایسا کرنا بہت دشوار ہے۔ ایسا نہیں کہ امام احمد رضا کی فکر نے ان مقامات
کو چھو اتنا نہیں جہاں ملمیح کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بلکہ ان مقامات کو ایسے سلیس انداز میں
بیان کرتے ہیں جہاں اس کی ضرورت ہی ختم ہو جاتی ہے اور مطلب واضح ہو جاتا ہے مثلاً
قاب قوسین کی ترجمانی دیکھئے۔“

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل

کمان جبریت میں سر جھبکائے عجیب حکم میں وارے تھے

عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ جو صوفی اعتبار سے سماعت رگراں گذرتے ہیں بہت
کم استعمال ہوتے ہیں بیشتر خالص اردو کے مترجم الفاظ مصرعوں میں نیکنے کی طرح جڑے
ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔“

خبر یہ تحویل بہر کی تھی کہ رت سہانی گھڑی بھرے گی

وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا جائے

اصحی جو کہ درہ منور وہ نور برسا کہ راستے تبصر

گھرے پھرے بادل بھرے تھے جل نعل اندکے جنگل میں بھرتے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد رضا کی زبان کی یہ شستگی مرثی اور غیر
مرثی دونوں تھی۔ مرثی اس لحاظ سے کہ فن شاعری کے ذوق نے انہیں اساتذہ فن کے افکار
سے آشنا کیا ہوگا۔ ان کا زمانہ باعتبار ترقی زبان کلاسیکی عہد ہے یہ وہ زمانہ ہے جس میں

دآغ دہلوی کی فصیح البیانی اور سحر طرازی کا طوطی بول رہا تھا۔ کوئی وجہ نہیں کہ دآغ کی شیریں بیانی حضرت رضا کے گوش زہر نہ نوش نہ ہوئی ہو جبکہ ان کے برادر خورد مولانا محمد حسن رضا خاں دآغ کے شاگرد تھے۔ لہذا زبان کی سادگی اور صفائی پر بطور خاص ان کی توجہ رہی ہوگی۔

زبان کی سادگی غیر مرئی اس لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ ان کے تہنیت نامہ معراج میں معنائیں کی آورد نہیں بلکہ آمد ہی آمد ہے۔ بیان میں تصنع کے بجائے خلوص کی کار فرمائی ہے ان کی فکر شعری کے سونے ذہن سے نہیں بلکہ قلب کی گہرائیوں سے پھوٹتے ہیں۔ اپنے معراج نامے میں امام احمد رضا نے عروس فن کے لب و رخسار کو خالص اردو الفاظ اور بندشوں کے سامان آرائش سے سجایا ہے اور اس کاوش میں ایک ماہر فن کی چابک دستی کا پورا پورا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں فن کے تمام محاسن موجود ہیں جو ایک اچھے فن پارے میں ضروری سمجھے جاتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں کلام رضا سے بیان کی وجہ آفریں جھلکیاں جو دیدنی ہیں۔

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشام پریشانم اغثنی یا رسول اللہ

ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماوائے
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ

شہا بکیں توازی کن طبیباً چارہ سازی کن
مریض درد عصبانم اغثنی یا رسول اللہ

اگر رانی و گر خوانی غلامم انت سلطانی
وگر حیرے منی دانم اغثنی یا رسول اللہ

بکھف حاتم پرور زقطیرم منہ کمت
سگ درگاہ سلطانم اغثنی یا رسول اللہ

ملاحظہ معراجیہ۔ پروفیسر نواز نظام الدین بیگ، مطبوعہ کراچی ص ۳۱/۳

رضایت سائل بے رتوی سلطان لاتین
شہا بہرازیں خواہم اغثنی یا رسول اللہ

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام
خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام
تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام
کلمے سے تر زبان و رخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام
لمجاہ بارگاہ و عار و اثر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام
راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ ہر کی ہے

خستہ جو سلام کو حاضر ہیں السلام
مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے

سب کرو فر سلام کو حاضر ہیں السلام
لوٹی یہیں تو خاک پہ ہر کرو فر کی ہے

اہل نظر سلام کو حاضر میں السلام
 یہ گروہی تو سرور سب اہل نظر کی ہے
 آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گز کے ڈھیر
 ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے

بے بسی ہے جو مجھے پریش احوال کے وقت
 دوستو! کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے
 کاش فریاد مری سن کے یہ فرمائیں حضور
 ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے
 کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
 کس مصیبت میں گرفتار ہے مہدر کیا ہے
 کس سے کہتا ہے کہ بشر خبر لیجے مری
 کیوں ہے بے تاب یہ بیخینی کار و نا کیا ہے
 اس کی بے چینی سے ہے خاطر اقدس پر ملال
 بے کسی کیسی ہے پوچھو کوئی گذرا کیا ہے
 یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
 اس سے پریش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے
 آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رسل
 بندہ بکیں ہے شہارِ رحم میں وقفہ کیا ہے
 اب کوئی دم میں گرفتار بلا ہوتا ہوں
 آپ آجائیں تو کیا خوت ہے کھٹکا کیا ہے

سن کے یہ عرض مری بجر کم جوش میں اُسے
یوں ملائگ کو ہوا رشاد ٹھہرنا کیا ہے

کس کو تم موردِ آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو اُس کے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے

ان کی آواز پر کراٹھوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کر کے کہوں اب مجھے پروا کیا ہے

لو وہ آیا مرا حامی مرا غمِ خوارِ احم
اگنی جاں تن بے جاں میں یہ کہنا کیا ہے

پھر مجھے واسنِ اقدس میں چھپالیں سرور
اور فرما میں ہو اس پر وقتا مہنہ کیا ہے

اس طرح یہ پوری نظم اندازِ بیان کی ایک ایسی اچھوتی مثال ہے جس کا کوئی
جواب نہیں۔ چند اور منتخب اشعار اسی قبیل کے ملاحظہ ہوں گے
قلیظ نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الہی مری تہسالی کی

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بیکسی لوٹ لے خدا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پہ سزا نہ کرے

سب طبیعوں نے دے دیا ہے جواب
آہ عیسیٰ اگر دوانہ کرے

دل میں روشن ہے شمع عشق حضور

کاش جوش ہو سس ہو انہ کرے

لے رخصت چلے دینے کو ۔!

میں نہ جاؤں ارے خدانہ کرے

حضرت رخصت بریلوی کا یہ سارا وصف یہ ساری خوبیاں کسی استاد کی رہنمائی کی بدولت نہیں حاصل ہوئی تھیں بلکہ مبداء فیاض نے خود اپنی جانب سے تبحر علمی کی شکل میں مرحمت فرمائی تھیں جس کی وجہ سے انہیں کسی استاد کی رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی۔ تبحر علمی نے ان کے اسلوب نگارش کو اتنا پختہ بنا دیا تھا کہ ان کی اشار پر دازی میں کسی کو انگشت نمائی کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ان کے تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ کسی مفہوم کو تحریر کا جامہ پہنانے کا ارادہ کرتے تو الفاظ معانی کے تناسب سے خود تحریر کا لباس زریں پہن کر آتے۔ چنانچہ ایک فاضل ملک شیر محمد خاں اعوان اپنے مقالہ مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری میں رقمطراز ہیں۔

مولانا کے اشعار علم و عرفان کی ایک دنیا اپنے اندر نہماں رکھتے ہیں۔ مرزا سودا کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ الفاظ کے بادشاہ تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے جس لفظ کو چاہتے شعر میں چسپاں کر دیتے اور وہاں یہ لفظ نیکنے کی طرح جڑ جاتا اگر اسے نکال کر کوئی اور لفظ استعمال کیا جاتا تو کلام کا مزہ پھیکا پڑ جاتا میں مولانا کے متعلق بھی بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ الفاظ و معانی کے بادشاہ تھے ۔۔

مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری۔ ملک شیر محمد خاں اعوان، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء

(۱۱۱)

علاقائی بولیوں سے اقصیت

مقامی بولیوں میں لغت گوئی

حضرت رمنابرملوی علاقائی اور مقامی بولیوں پر بھی عالمانہ دسترس رکھتے تھے ان کے نعتیہ دیوانہ حدائق بخشش کے غار مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علاقائی اور مقامی بولیوں سے کس حد تک واقف تھے وہ الفاظ یا وہ بولیاں جو مختلف بلاد و اصرار کے علاقوں میں بولی جاتی تھیں یا بولی جاتی ہیں جو معنوی نقطہ نگاہ سے ادب میں جگہ پانے کی مجاز تھیں مگر حضرت رمنابرملوی کے عہد تک کے شاعروں اور ادیبوں کی فکری جولانگاہ بننے سے محروم رہ گئی تھیں ان ارباب سخن نے ان الفاظ کو محض ناما نوسیت کی بنا پر نظر انداز کر دیا تھا۔ مگر ایک شاعر و ادیب کا یہ طریقہ کار قطعی نہیں ہونا چاہیے کہ لفظ کی وسعت و معنویت کے باوجود اس کو فراموش کر دے بلکہ ایک شاعر و ادیب کو اپنے مضافات میں بولے جانے والے الفاظ پر گہری نظر رکھتے ہوئے ان کو اپنی نگارشات میں مزین کر کے ان کو فروغ دینا چاہیے۔

جب ہم اس نقطہ نظر سے حضرت رمنابرملوی کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو اس طرح کے الفاظ ان کے کلام میں اچھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ چونکہ مقالہ نگار مشرقی اتر پردیش کا متولد و متوطن ہے اس لئے مشرقی اتر پردیش میں بولے جانے والے الفاظ اور بولیوں سے کافی حد تک واقفیت رکھتا ہے اس لئے کلام رمنابرملوی سے ایسے الفاظ کے انتخاب میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے مگر اس کے باوجود بھی جن علاقوں کی بولیوں سے قدرے شناسائی ہے اس کی بھی نشاندہی کی جائے گی۔ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی حضرت رمنابرملوی کی ایک بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

اب میں دو چار منٹ آپ کے اور لوگوں کے ساتھ کہ امام احمد رمنابرملوی صاحب کے زندگی کا وہ گوشہ پیش کر دوں جس میں ان کی ذات سب سے زیادہ کامیابی سے جھلکتی ہے یعنی ان کی نعت گوئی۔ ملاحظہ فرمائیے کہ ان کی نعتوں میں پہنچ کر الفاظ نئی معنویت حاصل کر لیتے ہیں۔ میں آج ہی پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو پستیوں

سے اجماع کر لیں اور یہی اصولوں کو پستیوں سے نکال کر انسانیت کی منزل تک پہنچا دیا اور اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تقدیر و منزلت کی امام احمد رضا نے اپنی لغتوں میں اردو کے الفاظ کی وہی قدر و منزلت کی یہ پست اور حقیر الفاظ ان کے یہاں آکر بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں مثلاً

میل سے کس درجہ سحر ہے یہ تیلانور کا

ہے گلے میں آج تک کوراہی کرتا نور کا

یہ شعر جب میرے سامنے آیا تو میں نے غور کیا کہ یہ لفظ تو ہمارے بچے بھی نہیں جانتے کہ کوراہی کسے کہتے ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ کوراہی نہیں باس تقویٰ کی طرف لے جاتا ہے جو قرآن کی ایک مستقل اصطلاح ہے یعنی جو باس تقویٰ کا ہے وہی سب سے اچھا باس ہے۔ مثلاً یہ دوسرا شعر ملاحظہ ہو

کیا بنا نام خدا اسرخی کا دو لہا نور کا

سر میں بہر انور کا بر میں سہانا نور کا

اب آپ یہ دیکھئے کہ شادی کی نسبت سے رسوم اور یہ سراج نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ سراج ہے اور سراج کا واقعہ سراج کبریٰ ہے اسی سراج کبریٰ سے یہ لفظ دو لہا جس طرح ایک نقطہ سراج کی طرح یہاں آتا ہے اس کا جواب نہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث مدنی اردو کی لغت مرتب فرما رہے ہیں اور آپ یہ غور فرمائیے کہ آج واقعی اردو کی لغت مرتب کرنے میں بہر انور کا، اعلیٰ نور کا، اہل انور کا، نور انور کا یہ وہ الفاظ ہیں جو اردو میں متروک ہو جاتے اگر امام احمد رضا خاں نے ان کو اپنی لغتوں میں استعمال نہ کیا ہوتا۔

چنانچہ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں سے

وہ سرگرم شفاعت میں عرق افشاں ہے پیشانی

کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھائی ہے ۔

لفظ گھائی مشرقی اتر پردیش کے مصنافاتی علاقوں میں بولا جاتا ہے خصوصاً ان ضلع

کے وہی علاقوں میں جو سرحدوں سے جا ملتے ہیں خود مقالہ نگار نے اس لفظ کو بار بار اپنی
دادی کی زبان سے سنا ہے سے

کبھی زندگی کے ارماں کبھی مرگ نو کا خواہاں

وہ جیسا کہ مرگ قرباں وہ موا کہ زیست لایا

کچھ روح ہاں حبلا یا نہ

اسی طرح لفظ جیا اور موا بھی ہے جو جینے اور مرنے (زندگی اور موت) کی جگہ بولا
جاتا ہے اور خصوصاً اس لفظ کو مشرقی اتر پردیش کے مصنافاتی علاقوں میں اہل ہنود،
بولتے ہیں سے

یاں بھی دارغ سجدہ طیبہ سے تمنا نوکا

اے تم کیا تیرے ہی ماتھے ہے ٹریکا نوکا ۳

لفظ ٹریکا جو تشقہ (اور بندیا) کا ہم معنی ہے تقریباً پورے ہندوستان کے
شمالی علاقوں میں بولا جاتا ہے جس کو اہل ہنود اپنی عام بول چال کی زبان میں استعمال
کرتے ہیں سے

تاج والوں کا یہاں خاک پر ماتھا دیکھا

سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارانی دست ۴

۱۱۵	۳۲
۳۳	۳۳
۳۴	۳۴
۳۵	۳۵
۳۶	۳۶
۳۷	۳۷
۳۸	۳۸
۳۹	۳۹
۴۰	۴۰
۴۱	۴۱
۴۲	۴۲
۴۳	۴۳
۴۴	۴۴
۴۵	۴۵
۴۶	۴۶
۴۷	۴۷
۴۸	۴۸
۴۹	۴۹
۵۰	۵۰

اسی طرح لفظ ماتھا کا استعمال بھی بالکل لفظ ٹریکا کی طرح ہے۔
 ہم بھی چلتے ہیں ذرا قفلے والو کھڑو!
 گھڑیاں تو شہ امید کی بندھ جانے دو ما
 لفظ گھڑی بھی مشرقی اصطلاع کے سرحدی معنائی علاقوں میں بولا جاتا ہے۔
 وسط گلستاں میں نہر نہر کے ہر سمت دوپ
 دوپ میں بوٹے ہزار بوٹوں میں درّ عدن
 حضرت رمنابر بلوی نے اس شعر میں لفظ دوپ کا استعمال کیا ہے۔ دوپ ایک
 مخصوص گھاس ہوتی ہے جس کو جالوز بہت پسند کرتے ہیں یہ حضرت رمنابر بلوی کی اپنے
 انفرادیت ہے کہ اس لفظ کو اپنے لغتیہ تصدیق میں استعمال فرمایا۔ اس لفظ کو بھی مشرقی
 اثر و لیش کے مصانعات میں استعمال کیا جاتا ہے اور خصوصاً وہ لوگ استعمال
 کرتے ہیں جو زراعت پیشہ ہیں۔

جب سے شہ سلج نے زک شہ ایرال کو دی
 سکا زر کے عوصن کو رٹوں کا ہے حلین
 لفظ کوڑی کا شمار مقامی بولیوں کے زمرے میں ہوتا ہے۔
 کچھ ترے پروانے کو نام کی پروانہ ہو
 لاکھ جلیں ساتوں شمع بارہ کنول تو لکن

کافی بندے دھارے پیچے کہ مچلی ڈگن

۱۔ عدائق بخشش کابل مطبوعہ کراچی ص ۱۰۰

۲۔ عدائق بخشش مطبوعہ بریلی ص ۱۰۰

۳۔ عدائق بخشش مطبوعہ بریلی ص ۱۰۰

حضرت رضا بریلوی نے مذکورہ دونوں اشعار میں لفظ "لگن" اور "ڈگن" کا استعمال فرمایا ہے۔ لگن ایک مخصوص برتن ہے جو طشت یا ٹب کو کہتے ہیں۔ یوں ہی لفظ ڈگن اس چھڑ یا اس آلہ کو کہتے ہیں جس کا استعمال پھلی کے شکار کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت رضا بریلوی نے صرف لفظ ڈگن ہی نہیں استعمال فرمایا بلکہ ساتھ ہی میں لفظ پھلی کا بھی استعمال فرمایا ہے تاکہ وہی معنی مخصوص مراد لیا جائے۔ یعنی شکار کرنے کا آلہ۔ یہ لفظ مشرقی اتر پردیش کے علاقوں میں بولا جاتا ہے۔

ڈالیں ہری ہری میں تو بالیں بھری بھری

کشت اہل پری ہے یہ بارش کدھر کی ہے ۱۔

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں

ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھری ہے ۲۔

حضرت رضا بریلوی نے مذکورہ دونوں اشعار میں تین لفظ "بال" "گنوار" "بھیک بھری" کا استعمال علاقائی زبان میں کیا ہے اور بھیک بھری کا استعمال "وراسے" کے مفہوم میں انتہائی حسین طریقے پر ہوا ہے جو محاوراتی استعمال بھی ہے۔

بھیک بھری کا استعمال علاقائی زبان میں کیا ہے اور بھیک بھری کا استعمال "وراسے" کے مفہوم میں انتہائی حسین طریقے پر ہوا ہے جو محاوراتی استعمال بھی ہے۔

انکھیں یہ نہیں سبزہ مرگاں کے قریب

چرتے ہیں رضائے لامکاں میں آہو۔ ۳۔

چرتے ہیں رضائے لامکاں میں آہو۔ ۳۔

بحر و برا شہر و قریٰ سہل و حزن و دشت و حین

کون سے چکر پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا ۱۔

۱۔ عدائق بخشش حصہ دوم مطبوعہ بھینو نڈی مشلا

۲۔ منہ ۱۵

۳۔ مکمل مطبوعہ کراچی ۳۲۸ ۱۷ عدائق بخشش مکمل مطبوعہ کراچی منہ ۲۳۱

تجھ سے دور سے رگ اور رگ سے ہے مھکوں نبت
یہی گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

آپ تکبیر سے جس میں پودے جھے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
لفظ چرنا، چک، ڈورا، جننا، وغیرہ علاقائی بولیاں ہیں۔
آخر حجِ غم امت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو بدھارے کیسوں

ہائے رے ذوقِ خودی دل جو بھیننے سالگا
مھک کے مھک میں بھول کی کرنے لگی مہا کرپول

تیرے ابرو کے تصدق پیاے
بند کرتے ہیں گرفتاروں کے
مذکورہ اشعار میں حضرت رفقا بریلوی نے لفظ "مدھارے" مھک "اڑکتے"
کا استعمال کیا ہے۔ یہ الفاظ جنوبی اتر پردیش کے مضافاتی علاقوں میں بولتے جاتے ہیں۔
چند اشعار اور ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اَلْقَبَشِشْ مَكْنِ مَطْبُو وِ كِرَاجِي مَنُو ۹

۲۔ ۶۹

۳۔ ۱۶۲

عاقلو ان کی نظر سیدھی رہے
پوروں کا بھی کام ہو چکا جائے گا ۔

منزل کر دکھائے شانِ تبسمِ کرم کرے
تاروں کی چھاؤں تیز کے تیز کے سفر کریں ۔

حشر میں کیا کیا منزے وارفتگی کے لوں رفقا

لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں ۔

مندرجہ بالا اشعار میں لفظ "پوروں" کے "لوٹ جاؤں" ، مقامی اور علاقائی
بولیوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ کچھ علاقائی اور مقامی بولیوں کی نشاندہی عبد النعیم عزیز نے
بھی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ لفظ "بجارج" جو ساند کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور خاص
طور سے روہیل کھنڈ یعنی بریلی کے علاقوں میں بولا جاتا ہے۔ لفظ "اہلا" سیلاب کے
معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خاص طور سے بریلی کے علاقے میں بولا جاتا ہے اور ویسی
لفظ ہے۔ اس کا استعمال حضرت رشنا نے کیا ہے اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ ملاحظہ
ہوے

نفس یہ کوئی چال ہے ظالم !
جیسے خاصے بجارج پھرتے ہیں

لہ حدائق بخشش، کمال، مطب و کراچی ص ۲۹

۷۰ " " " " " " ۷۵

۷۱ " " " " " " ۸۵

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کابل مہات چرائیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلا تا ہے یہ ٹھگ ہے ماری رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ انا مت کیسی متوالی ہے

سونا پلاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مات ہی زالی ہے

جگڑ چکے پتہ ٹھک کے مجھ تنہا کا دل دھڑکے
ڈر سمجھائے کوئی پون ہے یا اگیا بیتالی ہے

باول گرجے بکلی رڑپے دھک سے کلیم ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانگ صورت کیسی کالی کالی ہے

پاؤں اٹھا اور ٹھوکر کھائی پھر سنبھلا اور اونڈھے نہ
میں نے پھسلن کر دھی اور دھڑک تک کھائی نالی ہے

دنیا کو تو یجا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

شہد و کھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مروارہ کیا لپچانا دنیا رکھی بھالی ہے

سولی تیرے عضو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
در نہ رہنا سے چور یہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

حضرت رتنا برملوی کا قصیدہ سراجیہ مقامی بولیوں کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔

چند چیدہ اشعار ملاحظہ ہوں ۵

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے زائے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک جانے والی تھی

وہ رات کیا جگمگاری تھی جگمگ لب آئینے تھے

ہنا کے نہروں نے وہ دکھا لباس آپ رواں کا ہنا

کہ موحی چھڑیاں تھیں دھار چکا جاتا باں کے تھل تھے

وہی تو اب تک تھلک رہا ہے وہی تو جو بن ٹپک رہا ہے

ہنا نے میں جو گرا تھا پانی کھوئے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ روغن

جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار لوز کے تھے

ابھی جو گرہ رہ منور وہ نور برساکہ راستے بھر

تھرے تھے بادل بھرے تھے بل تھل رڈ کے جنگل بل رہے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھجو کا پھوٹا

خرد کے جنگل میں پھول چکا دہر دہر پیر جل رہے تھے

ہوا نے آخر کہ ایک بجا متوج بجر ہو میں ابھرا

دنی کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

تتائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا۔

نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیئے

(س)

حضرت رضانابریلوویقصائد و رباعیات مثنوی و مسدک میںنعتیہ شاعری کا جائزہ

قصیدہ

حضرت رتنا بریلوی کے لغتیہ دیوان، حدائق بخشش، اول دوم اور سوم میں ان کے قصائد کی کل تعداد تقریباً بارہ ہے جن میں چار قصائد حصہ اول و دوم میں ہیں اور سچے قصائد حصہ سوم میں حصہ اول میں جو قصائد میں ان کا پس منظر اس طرح ہے۔

① قصیدہ نوریہ

② قصیدہ درودیہ

③ قصیدہ سلامیہ

④ قصیدہ معراجیہ (موسوم بہ درتہنیت شادی اسری)

اور حدائق بخشش حصہ سوم میں جو قصائد ہیں ان کا پس منظر اس طرح ہے۔

① قصیدہ درشان حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

② قصیدہ درشان حضرت امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

③ قصیدہ درشان ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

④ قصیدہ درشان حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

⑤ قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم

⑥ قصیدہ درشان حضرت ابوالکھین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

حدائق بخشش حصہ سوم میں دو غیر مکمل قصیدوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

① قصیدہ در اصطلاحات علمیہ

② قصیدہ در بیان آمد بہار ماہ ربیع الاول شریف

بلکہ ان کے علاوہ حضرت رتنا بریلوی کے دوسرے قصیدوں کا ذکر بھی الگ سے ملتا ہے جیسے - قصیدتان رائقان -

اور قصیدہ «آمال الابرار» وغیرہ۔ سراج احمدی

مگر حضرت رضا بریلوی نے ہر ایک قصیدہ میں نعت کی فضا کو بدرجہ اتم قائم رکھا ہے۔ کسی بھی قصیدے میں نعت کی فضا کو مجروح و بکدر نہیں ہونے دیا ہے۔

جناب فقیر لدھیانوی حضرت رضا بریلوی کے لغتہ دیوان، حدائق بخشش، حصہ سوم کے قصائد پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حدائق بخشش، حصہ سوم میں مولانا کے اور بھی کئی اعلیٰ پائے کے قصائد درج ہیں اور بعض سخت مشکل زمیوں میں ہیں۔ شاعر اردو میں مہرت مومن خاں مومن نے اہل دول کے بجائے خلفا راشدین رضی اللہ عنہم کی مدح میں قصائد کہے ہیں۔ مومن کے بعد مہرت حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کے مجموعہ کلام میں ایسے بلند پایہ قصائد نظر آتے ہیں۔ جن میں خلفا راشدین اور مشوایان دین کے مناقب اور فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ حدائق بخشش حصہ سوم میں کسی نا در چیز میں ان میں ایک سو پچیس اشعار کا وہ نئیہ قصیدہ بھی ہے جس میں علم ہدایت اور نجوم کی اصطلاحات کے حوالے ہیں۔ یہ قصیدہ اردو ادب میں بے نظیر ہے۔ اس کا مفصل ذکر میں آخر میں کروں گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح میں جو قصیدہ ہے اس کی زمین نہایت مشکل اور توانی کا میدان نہایت تنگ ہے۔ پھر بھی اشعار کی تعداد دو سو سولہ ہے اس قصیدہ میں آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جملہ فضائل کے علاوہ عام شاعر کی روش کے مطابق حضرت عمر کے اسپہا زقار اور تیغ براں کی تعریف میں بھی متعدد اشعار کہے ہیں۔ یہ تمام قصائد اپنی ایک اقادی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت رضا بریلوی کے جتنے بھی قصائد کا ذکر ملتا ہے وہ سب کے سب مذہبی ہیں اس لئے کہ حضرت رضا بریلوی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے اہلبیت کے علاوہ دیگر لوگوں کی مدح سرائی کو روا نہیں رکھتے تھے اس سلسلہ میں وہ اپنے ضمیر کی آواز کو بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کلام رضا فقیر لدھیانوی، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۸۳ھ

محمدوں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں ہری بلا
 میں گداہوں اپنے کریم کا مرادین پارہ ناں نہیں
 حضرت رضا بریلوی سے قبل فائز دہلوی نے بھی کچھ ایسی طرح کی بات کہی تھی وہ فرماتے ہیں
 میں نے لوگوں کی مدح نہیں کی کہ اس سے گدائی کی بو آتی ہے۔ قدام اس معاملے میں مجھ کو
 تھے اس لئے کہ بادشاہوں کی فرمائش سے شعر کہتے تھے یا ان کی مدح میں تاکہ تقرب کا ذریعہ
 ہاتھ آئے۔ میں ان دونوں سے بری ہوں کیونکہ اپنی نشانی چھوڑنے کے سوا کوئی غرض اور مطلب
 نہیں ہے اور بادشاہ جھٹھی کے سوا کوئی مدح کے قابل نہیں ہے۔ یا ائمہ ہدیٰ کی مدح کرنی چاہئے
 کہ موجب ثواب اور کار خیر ہے۔ دیوی اغراض کے لئے اپنے مثل کو سراہتا عقل کے نزدیک مستحسن
 نہیں ہے۔

قصیدہ کے چار ارکان ہیں۔ ۱۔ تشبیب یا نیب (۱۲) گریز (۱۳) مدح یا ذم (۱۴) دعا۔
 تشبیب کا پہلا شعر قصیدہ کا پہلا شعر مطلع ہوتا ہے اور یہیں سے شاعر کے کمال کا امتحان شروع ہو جاتا
 ہے۔ مطلع کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ بلند پایہ اور شکستہ ہو۔ اس میں کوئی نئی اور جدت آمیز بات
 بیان کی جائے تاکہ سننے والا ہمتن گوش ہو جائے اور بعد کے اشعار کا اچھا اثر مرتب ہو۔
 حضرت رضا بریلوی نے اپنے تمام قصائد میں مذکورہ شرائط کا اہتمام رکھا ہے چنانچہ جب وہ
 قصیدہ سراجیہ کا آغاز فرماتے ہیں تو اس کی تشبیب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں
 وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
 نئے زائے طرب کے سامان عرب کے مہمان کے لئے تھے
 اور اپنے شہرہ آفاق قصیدہ۔ قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم کی تشبیب کا
 آغاز اس طرح فرماتے ہیں

۱۔ قصیدہ نگاران اتر پردیش۔ علی جواد زیدی۔ مطبوعہ مکتبہ ص ۵۲
 ۲۔ اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد نجم۔ مطبوعہ مکتبہ ص ۱۸/۱۹

خان افلاک نے طرز کھلائے سپمن
 اک گل سوسن میں میں لاکھوں گل یا سمن
 ڈاکٹر ابو محمد نے قصیدے کے لئے ایک اور شرط بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔
 تشبیب کے لئے ایک اور شرط بیان کی گئی ہے کہ اس کے اشعار مدح سے زیادہ نہ ہوں۔
 ابن رشیق نے اس کو قصیدے کے معانی میں شمار کیا ہے کہ تشبیب زیادہ ہو اور مدح کم ہو۔
 حضرت قاضی بریلوی نے اس شرط کا بھی پوری طرح التزام رکھتے ہوئے لغت گوئی
 کی فضا کو قائم رکھا ہے۔

قصیدہ کا دوسرا رکن گریز ہے۔ گریز کی یہ خصوصیت ہے کہ تشبیب اور مدح کے
 درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے شاعر کو اپنی تمام تر قابلیت اور صلاحیت کا ثبوت بہم پہنچانا
 پڑتا ہے۔ نفس الامری میں قصیدہ گوئی صلاحیت کی کسوٹی یہی گریز ہے۔ گریز کی بدیج صورتوں
 کے ذریعہ تشبیب اور مدح کے مضمون کو جس قدر ہم آہنگ دکھایا جائے گا اسی قدر شاعر کے
 کمال کا اعتراف کیا جائے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر ابو محمد لکھتے ہیں۔

گریز کا سب سے بڑا حسن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تشبیب کہتے کہتے شاعر مدح کی طرف اس
 طرح گھوم جائے جیسے بات میں بات پیدا ہو گئی ہو۔ گریز کی یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے
 وہ قصیدہ کا بہتم بالشان حصہ اور شاعر کے کمال کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ گریز ایک شعر کے ذریعہ سے
 بھی کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ایک سے زائد اشعار بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔
 چنانچہ حضرت رفقا بریلوی اپنے قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم میں گریز کرتے
 ہوئے فرماتے ہیں۔

۱۔ اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد بحر۔ مطبوعہ مکتبہ ۱۹

۲۔ ۲۱۳

مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبل جاں نغمہ زن
جان دو عالم نثار وہ ہے مرا تا حصار
جس کو کہیں جان و دیں جان من ایمان من
مدح حسیناں نہ کہہ وصفت امیراں نہ کر
خلق انہیں کی حسین خلق انہیں کا حسن

اس قصیدہ میں حضرت رمنابر بلوی نے تین اشعار کے ذریعہ گریز کیا ہے۔

قصیدہ کا تیسرا رکن مدح ہے اور نعتیہ قصائد میں مدح کو مغز و ماغ کی مانند اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ اس میں سرور کو نین ملی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی سعادت حاصل ہوتی ہے نعت گو کو اپنی سکت بھر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب ان کے جو دو گنا کوئی نئی جہتوں اور سمتوں میں بیان کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس رکن پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر ابو محمد سحر قرظی ازہیں۔

۔ قصیدہ کا تیسرا حصہ مدح ہے جس میں شاعر مدوح کے اوصاف بیان کرتا ہے اس کے عموماً دو ضمنی اجزاء ہوتے ہیں۔ گریز کے بعد پہلے مدوح کی تعریف صیغہ غائب میں کی جاتی ہے جس کو مدح غائب کہتے ہیں پھر براہ راست مدوح کو خطاب کر کے تعریف کی جاتی ہے اس کو مدح حاضر کہتے ہیں۔ مدح حاضر کی ابتداء بیشتر نئے مطلع سے کی جاتی ہے: "یا
چنانچہ حضرت رمنابر بلوی غائب سے حاضر کی طرف گریز کر کے مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبل جاں نغمہ زن

ملار درو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ مکتبہ مہتاب۔

مدح کے بعد شاعر قصیدے کے آخری رکن و عاریہ عرض حال کی جانب پلٹتا ہے حضرت
 رہنما بریلوی اس طریقے کو بروئے عمل لاتے ہوئے اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں۔
 نبی رحمت یسنا امت رہنما پہ لہر ہو عنایت۔!
 اسے بھی ان غلطوں سے حصہ جو خاص رحمت کے والے تھے
 شکے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار سے تمنا
 نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی کیا کیسے قافئے تھے

رباعی

رباعی کے بارے میں ڈاکٹر قرمان فنیپوری اپنی کتاب "اردو رباعی" میں لکھتے ہیں۔
 رباعی عربی کا لفظ ہے اس کے لغوی معنی چار چار کے ہیں۔ شاعرانہ مصطلحات میں
 رباعی اس صنف سخن کا نام ہے جس میں مخصوص وزن کے چار مصرعوں میں ایک خیال اوکھا جائے
 گویا رباعی اردو کی وہ مختصر ترین صنف سخن ہے جس میں مقررہ اوزان و سبب خیال اور تسلسل بیان
 کی یا بندی از بس ضروری ہے..... اردو فارسی کے تمام علمائے فن اس امر پر متفق ہیں کہ
 رباعی کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر تیسرے مصرعے
 میں قافیہ لایا جائے تو عیب نہیں بلکہ قدما کے نزدیک مستحسن ہے۔

چنانچہ ذرا گورکھپوری نے بالکل یہی بات ایک رباعی میں اس طرح کہی ہے

پہلے مصرعے میں حسن کا خطا جس میں
 اور دوسرے مصرعے میں لٹوں کی تزیں
 چوتھا ہونگتا ہوا یوں تیسرے سے
 جیسے بھگی میں ہوں ابرو سے حسیں

اردو رباعی۔ ڈاکٹر قرمان فنیپوری۔ مطبوعہ لاہور ص ۲

اور مولانا حامد حسن قادری نے ایک نظیر رباعی میں چوتھے مصرعے کا اظہار عجیب و غریب انداز
میں کیا ہے۔

دینا میں رسول اور بھی لاکھ سہی
زیبا ہے مگر حضور کو تاج شہی
ہے فائزہ حسن عناصر ان پر
میں مصرعہ آخر رباعی کے وہی ۱
اور جناب نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں۔

رباعی اصناف سخن میں ایک مشکل صنف ہے۔ بعض لوگ چار مصرعے کے ہر کلام کو
رباعی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ قطعاً ہر وزن میں کہے جاتے ہیں۔ اور قطعہ کے اشعار کی تعداد
بھی مقرر نہیں۔ رباعی کے خاص اوزان ہیں اگر چار بیٹی نظم رباعی کے مقررہ اوزان میں سے کسی
وزن میں نہ ہو تو اسے رباعی نہیں کہہ سکتے اسے قطعہ کہیں گے۔ رباعی کے اوزان مقرر ہیں اور
اس کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے اگر تیسرا مصرعہ بھی ہم قافیہ
ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فارسی میں عمر خیام اور ابوسعید الوبلیخی کی رباعیات بہت مشہور ہیں
ویسے چند رباعیات ہر شاعر نے کہی ہیں۔ اردو میں میراجیس مزادیر الطاف حسین حالی اور اکبر
الآبادی نے بکثرت رباعیات کہی ہیں۔ بعد کے دور میں رباعیات کہنے والوں میں عیش
فیروز پوری، جوش ملیح آبادی، آثر مہربانی، منیا جعفری اور راقم الحروف شامل ہیں۔ رباعی کی
کامیابی کا انحصار چوتھے مصرعے کی بے ساختگی اور جستگی پر ہے۔ مولانا رضا بلوکی نے اردو
فارسی دونوں زبانوں میں رباعیات کہی ہیں جن میں مختلف مضامین ہیں: ۱۔
رباعی میں اگرچہ زیادہ تر بے ثباتی دینا، شباب کی چیرہ دستیال اور شراب کی ہستیاں

۱۔ اردو رباعی - ڈاکٹر فرمان نقیوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

۲۔ کلامِ رمنا، نظیر لدھیانوی، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۷۱ء

ہی بیان کی جاتی ہیں مگر اس کے باوجود رباعی کے اندر یہ خوبی ہے کہ اس میں دیگر مضامین و اسباب کو بھی تلمبند کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر فرمان فتحپوری لکھتے ہیں۔

”رباعی اپنے اختصار کے باوجود اپنے اندر بڑی معنویت و وسعت رکھتی ہے اور اس میں غزل قصیدہ مثنوی مرثیہ اور دوسری اصناف شعر کی خصوصیات جذب کر لینے کی صلاحیت ہے۔“

بیز لکھتے ہیں۔

”رباعی نے ہمیشہ وقت کے تقاضوں کا ساتھ دیا ہے اور جدید رجحانات کو اپنا لیا ہے معنوی حیثیت سے رباعی میں غزل کی کی لچک اور وسعت ہے جس طرح مختلف دور کی غزلیں مختلف رجحانات کی نمائندگی کرتی ہیں بالکل اسی طرح رباعیات بھی اپنے عہد کی آئینہ دار نظر آتی ہیں اسلئے رباعی کے موضوعات کی حد بندی نہیں کی جاسکتی۔ خاص طور پر آج اردو فارسی رباعی میں زندگی کے جن گونا گوں مسائل کا ذکر ملتا ہے ان کی روشنی میں قدیم تذکرہ نگاروں کی یہ رائے درست نہیں معلوم ہوتی کہ رباعی میں مہرت اخلاقی یا فلسفیانہ مضامین نظم کئے جاتے ہیں۔“

غالباً اسی وسعت و معنویت کی بنا پر نعت گو شعرا نے رباعی میں نعتیں اور مدح و مناجات تلمبند کئے ہیں ورنہ نعت جو بذات خود ایک مشکل صنف سخن ہے جہاں قدم قدم پر احتیاط کے نقیب یا سداری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جہاں ادنیٰ سی لغزش دارین کی ہزیمت و رسوائی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے ایسی صورت میں رباعی میں مدح و منقبت جوئے پشیر لانے سے کم نہیں مگر حضرت رمنا بریلوی کا یہ کمال دیکھئے کہ ان ساری مشکلات کے باوجود بھی انہوں نے رباعی میں خوب خوب مدحت و منقبت گوئی کے فرائض انجام دیئے ہیں اور رباعی کی عام

ط اردو رباعی۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری۔ مطبوعہ لاہور ص ۲۶

۲۳/۲۳

فضا کو بدرجہ اتم قائم رکھا ہے اور مدح و مناقب کے وقار پر بھی حرف نہیں اُٹنے دیا ہے جیسا کہ صفحہات گذشتہ میں مذکور ہوا کہ رباعی کے لئے کچھ شرائط ہیں یعنی رباعی کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا اور ان کا مخصوص ہونا پورے مضامین کا احاطہ اور اس کی و مناسبت۔ حضرت رضنا بریلوی نے ان تمام شرائط کے التزام کے ساتھ ساتھ اپنی فارسی رباعیات میں قافیہ کا التزام جو ہجاء کے اعتبار سے کیا ہے جو اولیات رضنا سے ہے اور جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس صفت سخن پر ان کو کس قدر قدرت حاصل تھی۔ گویا حضرت رضنا بریلوی کی قدرت شعر گوئی، آگہی فکر و نظر اور فنی بصیرت نے رباعی کے فن کو پانی پانی کر دیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں فارسی رباعیات سے نمونہ کلام ہے

باعتبار مروث ہجاء۔

از عودنا العطار عبد القادر	ربی اربی الرجاء عبد القادر
بور نا حیث بار عبد القادر	الدار وسیعة وذوالدار کریم
چوں نشر کنی کتاب عبد القادر	در حشر کہ جناب عبد القادر
مدے شمر از حساب عبد القادر	از قادیان بجا گانہ حساب
محتاج درت دولت عبد القادر	اے عاجز تو قدرت عبد القادر
بر عاجز بر حاجت عبد القادر	از حرمت این قدرت و دولت بگنا
اہل دیں رامیث عبد القادر	دیں را اصل حدیث عبد القادر
قرآن احمد حدیث عبد القادر	اور ما یطلق عن الہوی این شش
پر لوزکن سراج عبد القادر	این رفعت بخش تاج عبد القادر
بساں ز سہال تراج عبد القادر	اں تاج و سراج باز بر کن یارب
وحیست بری ز جرح عبد القادر	یاک ست ز باک طرح عبد القادر
احمد سن ست و شرح عبد القادر	جرش کہ تو انداز کلک قدرت
در روایت الالف	
در روایت الباء	
در روایت التاء	
در روایت الثاء	
در روایت الجیم	
در روایت الحاء	

جیسا کہ گذشتہ سطور میں یہ بات گزری کہ رباعی کے اندر اتنی معنویت و وسعت ہے کہ دوسرے اصنافِ ادب قصیدہ، غزل، مثنوی اور مرثیہ وغیرہ کی شری صلاحیت کو جذب کر سکتی ہے حضرت رمنابر بلوی نے اس کی اس وسعت و معنویت کو بہت پہلے ہی محسوس کر لیا تھا اسی وجہ سے انہوں نے مندرجہ بالا فارسی رباعیات، عنوت، اعظم کی منقبت میں کہی ہیں۔ اسی طرح حضرت فاضل بریلوی کی اردو رباعیات بھی ہیں۔ چنانچہ شاعر مکھنوی حضرت فاضل بریلوی کی ایک اردو رباعی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ کی سرتابہ قدم شان میں یہ

ان سانہیں انسان وہ انسان میں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں

اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان میں یہ

اس رباعی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انسانی شرف و برتری کا نقشہ کتنے معتبر انداز میں کھینچا ہے۔ مفہوم کی بلاغت بیان کی لطافت کس کس ہنر کو سراہا جائے بے ساختہ مر جاصل علی کے الفاظ زبان پر آتے ہیں۔ پہلے یہ کہا گیا کہ سرکارِ دو جہاں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرتابہ قدم اللہ کی شان میں پھر یہ بتایا گیا کہ یہ انسانی لباس میں ہیں لیکن ایسے انسان ہیں جن کی مثال تمام عالم انسانیت میں نہیں ملتی پھر یہ بتایا گیا کہ وہ انسان ہیں جنہیں قرآن ایمان بتاتا ہے۔ پھر چوتھے مصرعے میں ایمان یہ کہتا ہے مری جان میں یہ۔ کہہ کر مفہوم کو فصاحت و بلاغت کے نقطہ عروج پر پہنچا دیا گیا ہے۔

مثنوی

مثنوی کے بارے میں اہل فن کا کہنا ہے کہ اصنافِ ادب میں سب سے زیادہ کارآمد صنفِ سخن

ملا تاریخ لغت گوئی میں حضرت رمنابر بلوی کا منصب۔ شاعر مکھنوی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۸ء

مثنوی ہے اسلئے کہ اس میں مسلسل مضامین بیان کئے جاتے ہیں بہ نسبت دیگر اصناف ادب کے اس میں ہر شعر میں الگ الگ کافیوں کی پھوٹ ہے اس میں عام طور پر روایت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی مولانا الطاف حسین حالی مثنوی کی افادیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

۱۔ العزیز عینی مصنفین فارسی اور اردو شاعری میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف مسلسل مضامین بیان کرنے کے قابل مثنوی سے بہتر نہیں ہے۔ یہی وہ صنف ہے جس کی وجہ سے فارسی شاعری کو عرب کی شاعری پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔ عرب کی شاعری میں مثنوی کا رواج نہ ہونے یا نہ ہوسکنے کے سبب تاریخ یا قصہ یا اخلاق یا قصوت میں ظاہر ایک کتاب بھی ایسی نہیں لکھی جاسکی جیسے فارسی میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں لکھی گئی ہیں اسکی لئے عرب شاہنامے کو قرآن العجم کہتے ہیں اور اسکی لئے مثنوی مثنوی کی نسبت بہت قرآن در زبان ہلوی کہا گیا ہے۔

۲۔ دیگر اصناف ادب کی طرح مثنوی میں بھی کچھ باتیں ملحوظ خاطر رکھنی ہوتی ہیں اولاً بیٹوں اور مصرعوں کا باہمی ربط و تسلسل، متانت و سنجیدگی اور واقعہ یا قصہ کا صداقت پر مبنی ہونا وغیرہ وغیرہ۔ حضرت رعنابریلوی کے نعتیہ دیوانہ مدائن بخشش اول و دوم اور سوم میں صرف دو مثنویوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک مثنوی فارسی زبان میں ہے اور دوسری اردو زبان میں۔ فارسی زبان میں جو مثنوی ہے اس میں حضرت رعنابریلوی نے اسلامیات کے اس اہم موضوع کو ایک پورے واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پوری کائنات میں تاقیام قیامت کوئی نہیں ہوسکتا ہے جس کا نام مثنوی رد امثالہ رکھا ہے۔ اور دوسری مثنوی اردو زبان میں ہے جس کا نام مثنوی الوداع جبہ مقدسہ رکھا ہے جس کو انہوں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ اقدس کے فراق میں کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں

۱۔ مقدمہ شعر شاعری۔ مولانا الطاف حسین حالی مطبوعہ دہلی ص ۲۳

۲۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد نے قصیدہ انال ابرار کو بھی اردو مثنوی قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب

۳۔ محدث بریلوی۔ ۲۰۱۲۔ انٹر محمد سعید احمد۔ مطبوعہ کراچی ص ۴۳ ۱۲۔ سراج احمد لہوی

الوداع اے جبہ خیر الوری
اے بایں بادشاہِ دوسرا

اے عبا کے جسم انور الفراق
جامہ پاک پیسہ الفراق

میدہ اے جامہ جاناں مرا
بوئے تو باد از شمس مصطفیٰ
چند ابتدائی اشعار اسی مثنوی کے اور ملاحظہ ہوں سے

آج کیا ہے جو ہیں سب گر یہ نماں
خاک بر سر چشم تر سینہ زناں

کیوں تڑپتا ہے مراد دل بیقرار
کیا ہوا آنکھوں کو کیوں ہیں اشکبار

ماتمی پوش آج کیوں ہے آسماں
کیوں زمیں سکتہ میں ہے آئینہ ساں

چل گئی کیسی یہ گلشن میں ہوا —؟
پہول جو دیکھا ہے کہہ لایا ہوا۔

حال کیا یہ اس دل سوزاں کا ہے
کیوں گریباں ہم نشین داماں کا ہے

شعر میرے دے رہے ہیں بوئے خوں
پیکے ہے ہر بات سے رنگ جنوں

۱۔ حدائقِ گلشنِ صمد سوم۔ مطبوعہ بریلی ص ۶۸

حضرت رضا بریلوی کی اس مثنوی میں کتنی متانت و سنجیدگی اور تسلسل بیان کا رفر ہے جو ہر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ مصرعوں اور ایات کے باہمی ارتباط اور بیان کی صداقت وغیرہ عموماً نے مل کر اس مثنوی کو شریا کی بلندی عطا کر دی ہے۔ مثنوی میں زیادہ تر واقعات قصوں اور کہانیوں کو ہی قلمبند کیا جاتا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے بھی اپنے ساتھ پیش آنیوالے حادثہ کو ایک حقیقت پر مبنی واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے۔ یعنی اس جہہ مقدرہ کا ان سے جدا ہونا اس سے قلبی لگاؤ اور والہانہ عقیدت اس کے فراق میں گریہ و زاری کرنا اور اس کے بعد اس کی واپسی کی تمنا کرنا وغیرہ وغیرہ عموماً نے مل کر اس مثنوی کو جامع اور مستند مثنوی بنا دیا ہے۔ مثنوی کی خوبیوں میں سے ہے یا ان تمام منظومات کی خوبیوں میں سے ہے کہ جس نظم میں کسی واقعہ کو قلمبند کیا جائے تو اس کے حکایتی عموماً اس سے زائل نہ ہونے پائیں بلکہ وہ قائم رہیں اور جب اس کی تشریح کی جائے تو وہ پوری نظم و اقترا حکایت کی صورت میں جگمگانے لگے۔ کسی واقعہ کو نظم کی شکل یا مثنوی کی شکل میں بیان کرنے کا مقصد صرف اس کو موثر سے موثر تر بنانا ہوتا ہے اس کی سب سے عمدہ مثال مولانا روم کی مثنوی قرار دی جاسکتی ہے۔

حضرت رضا بریلوی کی دوسری مثنوی فارسی زبان میں ہے جس میں انہوں نے قرآن و حدیث اور اپنے اسلمات کے احوال کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل و نظیر ہونے کی تردید کی ہے۔ حضرت رضا بریلوی کی اس مثنوی کا ایک قاتل نے اردو میں ترجمہ کیا ہے چند ابتدائی اشعار مع ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیں سے

گریہ کن بسببلا از رنج و غم

چاک کن اسے گل گریباں از ازم

اے بیل تو میرے غم میں شریک ہو کر لغز سرائی کے بجائے گریہ و زاری سے کام لے

اور اے پھول تو بھی دیوانہ وار اپنا گریباں چاک کے میرا شریک الم ہو جا۔

سنبل از سینہ برکش آہ سرد
 اے تمہارا زہرِ غم شور و غم زرد
 اے سنبل تو بھی اپنے سینے سے آہ سرد کھینچ اور اے چاند تو بھی شدتِ غم سے زود ہو جا
 ہاں صنوبر خمیازہ فریاد سے بکن
 طوطیا جز نالہ ترک ہر سخن سے
 اے صنوبر تو بھی اٹھ اور فریاد کر اور اے طوطی تو بھی سوائے رونے کے کوئی بات مت کر
 چہرہ سرخ از اشک خونیں ہر گلہایت
 خون شو عنقیہ زمانِ خندہ نیست
 ہر بھول کا چہرہ اپنے خونیں آنسوؤں سے سرخ ہے تو اے کلی تو بھی سراپا خون ہو جا
 پارہ شواہے سینہ مرہ ہچو منے
 داغ شواہے لالہ خونیں کفن
 اے چاند کے سینے تو بھی میرے سینے کی طرح پارہ پارہ ہو جا اور اے خونیں کفن
 پہننے والے لالہ تو بھی سراپا داغ بن جا۔
 خرمین عیشت لبوزاے برق تیز
 اے زمیں برفِ فرق خود خاک کے بریز
 اے برق تیز تو بھی اپنے خرمین عیش کو جلا دے اور اے زمین تو بھی اپنے سر پر خاک
 ڈال اور میری شریکِ غم ہو جا۔
 آفتابا آتشِ غم برفِ سرد ز
 شب رسید اے شمع روشن خوش بسوز
 اے آفتاب تو بھی آتشِ غم کو اور بھڑکا اور اے شمع روشن رات ہو گئی اب تو بھی اچھی طرح جل جا۔

ک شرح مثنوی ردائشالیہ۔ غلام محی الدین۔ مطبوعہ ندرا پور ص ۱۲ تا ۱۵

حضرت رتنا بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" میں مسدس مثنوی کا بھی ذکر ملتا ہے
ایک مسدس انہوں نے ترجیح بند کی شکل میں لکھا ہے۔ چند بند ملاحظہ فرمائیں۔

ایں کہ آرام گہ پاک رسول اللہ است اللہ اللہ یہ عجیب درگ والا جاہست
پیش او پر خ زمین ست خدا آگاہ است گر تو بے پاک رسی بند وریں ہماراہست

بے ادب یا منہ این جا کہ عجیب درگاہ است

سجدہ گاہ ملک و روضہ شاہنشاہ است

یہ وہ درگاہ ہے کہ جرم آئے تو غفران ہو جائے اتقا شوق شفاعت میں گزریاں ہو جائے
نار بھی آئے تو نور چمنستان ہو جائے غازہ روئے بحر شام غریباں ہو جائے

بے ادب یا منہ این جا کہ عجیب درگاہ است

سجدہ گاہ ملک و روضہ شاہنشاہ است

فیض وہ ہے کہ خزاں فصل بہاراں نیچائے شجر خلد ہر اک خار بیاباں بن جائے
سین پھل لائے سپر پھول کا بتاں نیچائے بے زباں مدح کرے مرغ صفا ہاں نیچائے

بے ادب یا منہ این جا کہ عجیب درگاہ است

سجدہ گاہ ملک و روضہ شاہنشاہ است

رعب یہ ہے کہ اگر اس کا گزریاں ہو جائے بے پروبال ملک یہ ہو کہ انساں ہو جائے
رنگ اڑے زر و رخ ماہ درخشاں ہو جائے پنہ خورشید کا اک پنہ رزاں ہو جائے

بے ادب یا منہ این جا کہ عجیب درگاہ است

سجدہ گاہ ملک و روضہ شاہنشاہ است

(ص)

حضرت رضا بریلوی کے

قصائد اور انکی تشابہیب

گذشتہ سطور میں حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ مقام کا ذکر تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ یہاں ان کے مقام کی تشابہ کا ذکر کیا جاتا ہے چونکہ قصیدہ کی کامیابی اس کی تشبہ پر مبنی ہوتی ہے اور خاص کر اس کے مطلع کو تواتر و قیاس اور جاندار ہونا چاہیے کہ سامع مطلع سنتے ہی بہتر توجہ ہو جائے۔ عربی شعر از تشبہ میں عشقیہ مضامین ہی قلمبند کرتے تھے جیسا کہ عربی کی نعتیہ شاعری میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا جا چکا ہے فارسی اور اردو میں بھی یہ روایت بڑی حد تک قائم ہے مگر اردو قصیدہ گو شعرا نے اس کو کافی وسعت اور تنوع بھی دیا ہے۔ اور عشقیہ مضامین کے علاوہ دیگر مضامین بھی قلمبند کئے ہیں۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر اسی وسعت و تنوع کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

تشبہ سے وہ اشعار مراد لئے جاتے ہیں جو قصیدہ کی ابتداء میں ہتھید کے طور پر رکھے جاتے ہیں عربی شعر اس میں عموماً عشقیہ اشعار قلمبند کرتے تھے۔ اسی رعایت سے اس کو تشبہ یا تشبہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ فارسی اور اردو میں تشبہ میں عشقیہ مضامین کی تخصیص نہیں رہی بلکہ ہر قسم کے مضامین نظم کئے جاتے تھے۔ موسم بہار، واردات سن و عشق، رندی و مہرستی، دنیا کی بے ثباتی، زلزلے کی شکایت، آسمان کا شکوہ، علم و فن کی ناقدری، پند و موعظت، مکالمہ و مناظرہ، خواب کا بیان، نخر و خود ستائی، شاعری کی تعریف، فن شعر سے بحث، اہل فن پر تعریف، تاریخی واقعات اور ذاتی وطنی حالات وغیرہ تشبہ کے خاص موضوعات ہیں۔ ہدیت، نجوم، منطق، فلسفہ، حکمت، اخلاق، لغت، موسیقی اور دیگر مشرقی علوم و فنون کے تصورات اور اصطلاحات پر بھی اکثر تشبہ کے اشعار کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ کبھی کبھی ایک پری یا معشوقہ کا ذکر کیا جاتا ہے یا خوشی کو مجسم تصور کر کے اس کی آمد اور سراپا بیان کیا جاتا ہے۔ ان مضامین کے ساتھ تشبہ میں غزل کی سمولیت کا بھی عام رواج ہے۔ دراصل قصیدہ کا یہی وہ حصہ ہے جس سے اس کے دائرہ عمل میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا ہے۔

علا اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ مکتبہ صوفیہ ۱۹۷۵ء

مگر حضرت رمنابرطوی نے دو قدم اُگے بڑھ کر تشیب کے معنائیں میں مزید وسعت و مسنویت پیدا کی ہے۔ جس کا بخوبی اندازہ ان کے لغتِ قصائد کی تشایب سے لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت رمنابرطوی ایک لغتِ قصیدہ کی تشیب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔

قصیدہ لوزیہ

صبح طیر میں ہوئی بتا ہے باڑا لوز کا

صدقہ لینے لوز کا آیا ہے تارا لوز کا

باغ طیر میں سہانا پھول پھولا لوز کا

مست بو میں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ لوز کا

بارہویں کے چاند کا بحر ہے سجدہ لوز کا

بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ لوز کا

ان کے قصرِ خلد سے خلد ایک کمرہ لوز کا

سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا لوز کا

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا لوز کا

یہ مہمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ لوز کا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا لوز کا

ماہِ سنت مہر طلعت لے لے بدل لوز کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہر لوز کا

بخت جاگا لوز کا چمکا ستارہ لوز کا

قصیدہ درودِ

کعبے کے بدرالدجے تم پہ کر دروں درود
 طیبہ کے شمس الصغریٰ تم پہ کر دروں درود
 شافع روز جزا تم پہ کر دروں درود
 دافع جملہ بلا تم پہ کر دروں درود
 جان و دل اصفیا تم پہ کر دروں درود
 آب و گل انبیا تم پہ کر دروں درود
 لائیں تو یہ دوسرا، دوسرا جس کو ملا
 کوشک عرش و دنی تم پہ کر دروں درود
 اور کوئی غیب کیا تم سے یہاں ہو بھلا
 جب نہ خدا ہی تھپا تم پہ کر دروں درود
 طور یہ جو شمع تھا چاند تھا ساعیر کا
 نیر ناراں ہوا تم پہ کر دروں درود
 دل کر دکھند امرا وہ کف پا چاند سا
 سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کر دروں درود
 ذات ہوئی انتخاب و صف ہوئے لاجواب
 نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کر دروں درود
 غایت و علت سبب بہر جہاں تم ہو سب
 تم سے بنا تم بنا تم پہ کر دروں درود

قصیدہ سلامیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
 شیخ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
 مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
 گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
 شہرِ یارِ ارم تا حیدرِ حرم
 نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام
 شبِ اسرئی کے دو لہا پہ دائم درود
 لوتِ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام
 عرش کی زیب و زینت پہ عرشِ درود
 فرش کی طیب و نزهت پہ لاکھوں سلام
 نوز عینِ لطافت پہ الطفِ درود
 زیبِ زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام
 سروِ نازِ قدمِ منیرِ رازِ حکم
 بیچہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام
 نقطہ سبِّ وحدت پہ یکتا درود
 مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام
 صاحبِ رحمتِ شمس و شفقِ القمر
 نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

ان تینوں قصیدوں کی تشبیہ مکمل طور پر نعتیہ ہے اور ان تینوں قصیدوں کی تشبیہ میں
 حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا گیا ہے جو دوسرے
 انبیاء کرام کے مابین امتیاز کی لکیر قائم کرتے ہیں۔ حضرت رمنابر بلوی نے قصائد کی تشبیہ میں
 اس طرح کے اوصاف کا اضافہ کر کے نئی نئی جہتوں اور سمتوں کی نشاندہی کی جس سے ان کی جولانی فکر
 اور تنوع طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت رمنابر بلوی اپنے مشہور و معروف قصیدہ "قصیدہ معراجیہ" کی تشبیہ میں ایک
 نہایت ہی لطیف منظر بیان کرتے ہیں جس میں تشبیہ و تعزیر کا رنگ لائین دید ہے۔ وہ فرماتے ہیں

قصیدہ معراجیہ

وہ سرورِ کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
 نئے زمانے طرب کے سماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار کو شاویاں مبارک چمن کو آباویاں مبارک
 ملک فلک اپنی اپنی لئے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دو میں —
 ادھر سے انوار بنتے آتے ادھر سے نعمات اٹھ رہے تھے

یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کوشاں کجاہذنی تھی چھتکی
 وہ رات کیا جنگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی بھین میں کعبہ شکر کے سنورا سنور کے نکھرا —
 حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دو لہا کے پیارے جلوے جیسے محراب سر جھلکے
 سیاہ پردے کے منبر پر آئینل تجلی ذاتِ بخت کے تھے

تقصیدہ درستان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

یاد لے کر ریدت عم و الم بسیار
 بسیار حضرت صدیق شاہ صدق شمار
 یہی ہیں اگر نغم اور یہی ہیں التقاسم
 یہی ہیں ثانی اشکین اذہما فی العار
 وہ دو یہی ہیں کہ جن دو کا تیسرا ہے خدا
 یہ دو وہی ہیں کہ جن کا خدا ہے وصف شمار
 نہیں ان پر کچھ احساں کسی کا دنیا میں
 کہ اس کے بدلے میں کرتے ہیں رحمتیں ایثار
 غرض ہے صرف رمنائے حق اس سخاوت سے
 خدا گواہ ہے شاہد ہیں احمد محنتار
 جو ان سے دل میں رکھے سچ و تاب انہی سال
 خدا کی مار ہو اس پر شمتی ہو وہ فی النار
 امیر خلیل صحابہ تو اہم دین الہ
 وزیر خسرو عالم اہم اہل دستار
 نظام بزم خلافت حاکم رزم جہاد
 خدا کے لشکر جبار کے سپہ سالار
 نہیں ہے بعد رسل ان کا مثل عالم میں
 یہی ہے میرا عقیدہ یہی ہے راہ خیار

قصیدہ در شان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عزیزہ عمر جس کی عمر عمر امی
ہوئی صبرِ ارمنائے خلاقِ واہب

عمر قصیر دین نبی کی عمارت
عمر عمر بانی دین عطا مہ

عمر راحتِ روح شرحِ الہی

عمر آفتِ جان ادیانِ کاذب

عمر درِّ مکنونِ درجِ کمنانہ

عمر کوکبِ درّی برجِ غالب

وہ ملکِ خدا کا اولوالعزمِ ناظم
وہ شرعِ رسالت کا ذوالقدرِ نائب

شہا عینِ ذاتِ الہی کا پرتو

ترا تا جاسر ہو یہی تھا مناسب

قبلی رحمت کا چشمہ سمتِ کر

ہوا تیرے میمِ کمر کا مصاحب

اگر چشمہ میمِ معزوبِ پی لے

معزوب اور ہو جائے عرفِ غائب

نوٹ :- مذکورہ قصیدہ کے تشبیہ کے اشعار (مطلع) عدالتی بخشش معذوم کے مرتب کو دستیاب نہ ہونے کے
سزا بخار کو بھی تلاش بسیار کے باوجود ان کا حصول نہ ہو سکا جسکی وجہ سے صرف مندرجہ بالا اشعار پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ مریخ ایجوکیشن

تقصیدہ در شان حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آج فر دوس میں کس کا رن جیا کاسے گذر
 حکم ہے سبزہ بیگانہ کو باہر باہر
 نخبہ تارنگ سوزنِ مژگاں سے کرے
 آج آنکھوں میں ہے اک بیلِ بیباک نظر
 نہ اٹھے آنکھ رہے اپنی طرف آج نگاہ
 ہے یہ خود بینی خدا بینی کی جانب منجر
 پتلی اندھانہ بنا سب میں فلک کے شفات
 سات پردے میں نمائش کے زحل ساں بچہ پر
 مردم دیدہ نظر بند ہیں اب لے کے عصا
 پیرہ دیتا رہے دنبالا سرمہ در پر
 کھتیں جو بے پردہ عناد میں عروساں چمن
 شرم سے لیتی ہیں دامانِ صبابا منہ پر
 چلمنیں چھوڑ دو ٹکوں کی چکیں ڈال دو جلد
 کہہ دو مردم کو کہ دامانِ نگہ لیں منہ پر
 نیل دھل جائے گا آنکھوں کا فلک یاد ہے
 وا اگر لویں ہی رہی آج بھی چشمِ اختہ
 آنکھیں ہو جائیں گی اے ماہِ جہان دیدہ سفید
 چشمِ بد دور ہو تو بھی ہے بہت شوخ نظر

قصیدہ چیراغِ انیس

اے امام الہدیٰ، محب رسول
 دین کے مقتدا محب رسول
 نایب مصطفیٰ محب رسول
 صاحبِ اصطفتی محب رسول
 خادم مرتضیٰ محب رسول
 منظر ارتقا محب رسول
 زبدۃ الاتقیاء محب رسول
 عمدۃ الازکیاء محب رسول
 عزیز پر خدا محب رسول
 امرائے جدا محب رسول
 اے سلف اقتدا محب رسول
 اے خلف پیشوا محب رسول
 سقم دل کی شفا محب رسول
 چشم دین کی صفا محب رسول
 شرقِ شانِ دنا محب رسول
 برق جان جفا محب رسول
 اے کرم کی ٹھٹھا محب رسول
 اپنی بارش بڑھا محب رسول

قصیدہ در شان حضرت شاہ ابوالحسن احمد لوزی رحمۃ اللہ علیہ

ماہِ سیماسے احمد لوزی	بہر جلوہ ہے احمد لوزی
لوزی والا ہے احمد لوزی	لوزی والا ہے احمد لوزی
نہ کھلایا ہے احمد لوزی	راز بستہ ہے احمد لوزی
دور پہنچا ہے احمد لوزی	بہت اونچا ہے احمد لوزی
لوزی سینہ ہے احمد لوزی	طور سینا ہے احمد لوزی
وصف اجلی ہے احمد لوزی	کشفِ افغنی ہے احمد لوزی
عہد ادنیٰ ہے احمد لوزی	شہدِ اصغیٰ ہے احمد لوزی
جلب تقویٰ ہے احمد لوزی	سلب طغویٰ ہے احمد لوزی

قصیدہ در اصطلاحات علم ہدیت و نجوم

عالمِ افلاک نے طرز کھلائے چمن
اک گلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گلِ یاسمن

سویتِ یلے کے پھول زیبِ گریبانِ شام
جو ہی چنبیلی کے گلِ زینتِ زیبِ یمن

دامنِ البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول
کوڑی کی چوٹی میں ہے حاصلِ چندیں چمن

طرز کھلے چار باغ ایک منونے کے تین
تینوں میں چار آغوشِ چاروں میں تازہ کھین

تختِ نسر میں ہے گیندے کا صرف ایک گول
ایک گل نیلوفر چار گل نارون

نارون و ناروشش ناظم بالا حصار
سرور تسلیم ترک افسر شکر شکن

یہ صنم تند خواگ نہ ہو تو کہسوں
پانچ کے اک کیرے سے کر زلیا بانگین

وسط گلستاں میں ہنر ہنر کے ہرکت ووب

دوب میں بوٹے ہزار بوٹوں میں درعدن

اس قصیدہ میں ستاون اشعار تشبیب کے ہیں۔ یہ قصیدہ پوری طرح قصیدہ نگاری
کے اصول کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور اس پورے قصیدے میں صرف علم ہیئت و نجوم
کی اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے اور ان اصطلاحات میں لغت کی جو گل کاریاں
حضرت رہنما بریلوی نے کی ہیں یہ ان کا اپنا خاصہ تھا۔ مقالہ نگاری کی تحقیق میں علم ہیئت و نجوم
کی اصطلاح میں اس سے اچھا قصیدہ اردو کی لغت شاعری میں نایاب ہے۔ جیسا کہ صفحات
گذشتہ میں مذکور ہوا کہ حضرت رہنما بریلوی کے دو غیر مکمل قصیدوں کا بھی ذکر ملتا ہے ان
کی تشبیب اس طرح ہے۔

قصیدہ در بیان آمد بہار ماہ ربیع الاول شریف

اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں

منحنی منحنی بوندیاں برس چلیں

ندیاں پھرا نکھیں دکھلانے لگیں

چھوٹی چھوٹی ٹھیلے پھر لہرا چلیں

جھوٹی آئیں نسیمیں ز م ز م !
 پستلی پستلی ڈالیاں لچکا چیلیں
 دل کھلے کانوں میں رس پڑنے لگے
 خوش نما چڑیاں ترانے گا چیلیں
 باغِ دل میں وجد کے جھولے پڑے
 آرزو میں پھر ملا ریں گا چلتیں
 پھر نظر میں گد گدی ہونے لگی
 دعائی دعائی بوٹیاں کھپڑ کا چلیں

قصیدہ در اصطلاحات علمیہ

عجب نہیں کہ مبادی پہ سلسلے لوٹ آئیں
 عیاں ہو دور تسلسل میں دور نا محصور
 نہ مادہ ہی مجر و صہور کا دشمن ہے
 ہیویات کی صورت سے مجیہ ہے نفور
 نہ موجب رہا مغربی نہ کلیہ کبریٰ
 نہ شکل دیکھے نتیجے کی حجت منصور
 حدود عرش سے باہر ہے دورِ دل کا ملا
 مکان نیل مفاسدِ خلا سے ہے سمور
 گراوسے چو پنچ سے بلبیل جو کوئی گل پھولے
 پتنگ جبل کے کہے شمع سے کہ ہو کانور

پہلو حجاب

الف

حضرت رضا بریلوی کی

طرزوں کی انتہا

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے بعد کے لغت گو شرار نے ان کی طرزوں کو نشانہ
نزل کے طور پر شعل راہو فکر بنایا۔ اور خوب خوب ان کی لغتوں کی طرزوں میں طبع آزمائی کی، ان کی لغتوں
پر تعینیں لکھیں اور سری زبانون میں ترجمے کئے جس سے مابعد کے لغت گو شرار کے درمیان
ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ان کے مشہور زمانہ سلام، مصطفیٰ جانِ رحمت
پہ لاکھوں سلام پر چذت گو شرار کی نگارشات اور تعینیں سے

زائرِ حرمِ حمیدِ صدیقی لکھنوی

آفتابِ رسالت پہ لاکھوں سلام
ماہتابِ نبوت پہ لاکھوں سلام
خود سروں کو پڑھایا سبقِ عجز کا
مصدرِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
دشمنوں سے بھی پیش آئے جو خلق سے
ایسی پاکیزہ سیرت پہ لاکھوں سلام

عاطفِ صابری

منظہریتِ اکبر پہ لاکھوں سلام
شائعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
ساتی موصی کو تر پہ لاکھوں سلام
دین و دنیا کے رہبر پہ لاکھوں سلام

ک اردو میں نعتیہ شامی، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، مطبوعہ کراچی، ۶۵۱/۶۵۲

لوزے جس کے روشن ہے دونوں جہاں
اس شہنشاہِ لوز پر لاکھوں سلام ۱

قرامِ نگرگی

فاطمہ کے گل تر پہ لاکھوں سلام
غنجہ باغِ حیدر پہ لاکھوں سلام

ہیں جوانانِ جنت کے سر حار جو
ہم شبیہ پیسبر پہ لاکھوں سلام

چومتے تھے جسے سید المرسلین
اس جبینِ موعظ پہ لاکھوں سلام ۲

مولانا عین الحق جیلانی

رب کے محبوبِ لوز پہ لاکھوں سلام
سارے عالم کے رہبر پہ لاکھوں سلام

ساتھی حوضِ کوثر پہ بے حد درود
شایخِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

جسمِ بے مثل وہ جس کا سایہ نہیں
اس چمنیدہ پیسبر پہ لاکھوں سلام ۳

۱ ماہنامہ قار کا دہلی - شمارہ جون ۱۹۸۱ء صفحہ ۵۳

۲ ماہنامہ ہماز جدید دہلی شمارہ اگست ۱۹۸۱ء صفحہ ۳۳

۳ ماہنامہ تاجدار کائنات رامپور شمارہ ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۸

ممتازِ راحتِ اجمیری

مالکِ باغِ جنت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ ماہِ وحشت پہ لاکھوں سلام

روئے روشن سے شرمندہ مہر سما
آپ کے حسنِ طلعت پہ لاکھوں سلام

گایاں سن کے بھی دیں دعائیں سدا
آپ کی شانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تخصیصیں

اخترِ الحامدی صنیائی (پاکستان)

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس کی عظمت پہ صدقے وقتِ حرم
جس کی زلفوں پہ تسرباں بہارِ حرم
نوشہ بزمِ پردہ گارِ حرم

شہرِ بارِ ارم تا حدِ ارم
نوشہ شفاعت پہ لاکھوں سلام

پڑ گئی جس پہ محشر میں بجنا گیا
دیکھا جس سمت ابر کرم چھا گیا
رخِ بدھ ہو گیا زندگی پا گیا

ط. ماہنامہ استقامت کانپور۔ شماره فروری مارچ ۱۹۵۲ء صفحہ ۹۳

جس طرت اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جن کے قدموں پہ سجدہ کریں عبادت
منہ سے بولیں شجر دیں گواہی محیر
رہ میں محبوب رب مالک بحر و بر

صاحب رجعت شمس و شوق القمر
تاپ دست قدرت پہ لاکھوں سلام

بشیر حسین ناظم (پاکستان)

تاجداروں کے داتا پہ بے حد درود
بے سہاروں کے مولیٰ پہ بے حد درود
غزدروں کے ماوا پہ بے حد درود

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

معفرت کی جس چار جانب بھی
راستی آگئی مٹ گئی ہر گنجی
بن کے آنے سے بزمِ رعناست بھی

جن کے سیدے کو محراب کعبہ حبلی
ان نخبندوں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

ماہنامہ داخلی حضرت بریلی شمارہ فروری ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۴۳

۲۴۳/۲۴۳ ایڈیٹر رضویات حصہ دوم، ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ کراچی ۲۴۳/۲۴۳

سید محفوظ علی صابرقاوری پاکستان

ہم مریمینوں کے عیسیٰ پہ بے حد درود
ہم گداؤں کے آقا پہ بے حد درود
ہم غلاموں کے مولیٰ پہ بے حد درود

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

فیضِ امجاز سے جس کے مرزے جئیں
دیں گواہی، رسالت کا کلمہ پڑھیں
جس کے نوز تمہم سے روتے ہنسیں

جس کے جلووں سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام

علامہ ریحان رضا خاں رحمانی بریلوی

سیدی مرشدی مصطفیٰ خاں رحمتا
نازشش القیام سفیاء اولیا
عشق احمد سے دل جس نے روشن کیا

جس کے صدقے ہمیں درملا عنوت کا
اس کے فیض کرامت پہ لاکھوں سلام

علم غیب نبی جس نے ثابت کیا
اختیار نبی جس نے ثابت کیا
اور محبوبوں کو مہبونا بھی ثابت کیا

آئینہ رهنویات. ڈاکٹر محمد سعید احمد. مطبوعہ کراچی ۲۰۲۲/۲۰۲۳

عشق احمد سے دل میں نے روشن کیا
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

پیرزادہ ضمیر غمیری اکبر آبادی

گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
جان نجر نبوت پہ لاکھوں سلام
حامی دین و ملت پہ لاکھوں سلام

منبع علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
آفتاب امامت پہ لاکھوں سلام

جو تھا لختِ دل مصطفیٰ وہ حسین
جو تھا دلیند مشکل کشا وہ حسین
جو رہا دلبرِ ناطق وہ حسین

ظلم کی جس پہ تھی انتہا وہ حسین
اس کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

محمد عثمان عارف نقشبندی (سابق گورنر اتر پردیش)

رازدارِ حقیقت پہ لاکھوں سلام
رہنمائے طریقت پہ لاکھوں سلام
تاجدارِ شریعت پہ لاکھوں سلام

۲ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ریجان رضایا دگارتبر شماره دسمبر ۱۹۸۵ء ص ۷
۲ ماہنامہ اعلیٰ حضرت . شماره دسمبر ۱۹۸۴ء ص ۱۲

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شیخ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

ان قیامت کا منظر پیامِ خدا
ہوش بکھرے ہوئے سب کے محشرِ پیا
شانِ رحمت کا کہنا ہی کیا مہربا

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس رنگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

مقالہ نگار کی تحقیق میں قصیدہ بردہ حضرت امام ابو صالح شرف الدین بو صبری کے
کے بعد جس لغتیہ کلام پر سب سے زیادہ طبع آزمائی گئی ہے یا تفسیمیں قلمبند کی گئی ہیں
وہ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ آفاق سلام، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
ہے۔ اگر اس سلام پر طبع آزمائی کی جانے والی تخلیقات یا تفسیموں کو سجا کر کے ترتیب دیا جائے
تو ایک اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔ بالکل یہی حال ان کی لغتوں کا بھی ہے۔ ان کے بعد
کے لغت گو شعرا نے کثرت سے ان کی لغتوں کی طرزوں میں لغتیں کہی ہیں۔ نمونے کے طور پر چند
شاعروں کی تخلیقات ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں لوزی بریلوی

مخد مظہر کامل ہے حق کی شانِ وحدت کا، (رضابریلوی)

پڑھوں وہ مطلع لوزی شنائے مہر لوزکا
ہو جس سے قلب روشن جیسے مطلع مہر محشر کا

سبر عرشِ علیٰ بیہنچا قدم جب میرے سرور کا
زبانِ قدسیاں پر شور تھا اللہ اکبر کا

۱۔ عقیدت کے پھول، مومنان مارن نقشبندی، مطبوعہ دہلی ۱۹۷۱ء

دو عالم صدقہ پاتے ہیں میرے سرکار کے در کا
اسی سرکار سے ملتا ہے جو کچھ ہے مقدر کا

ضمیر یوسف

مذابی کون ہے میرے سوا ایسا محمد کا
نظر عاشق زباں ماح دل شیدا محمد کا
رہے ہر دم نظر میں اسوۂ حسنا محمد کا
چراغ راہ تیرہ شب ہے نقش پا محمد کا
تھی حیراں سن کے دیناے عرب خطبا محمد کا
ہے گنج علم و حکمت ایک اک جملہ محمد کا
محدث اعظم ہند سید کچھو کچھو

پھر اتحاد لو کہ یا دنیان عرب در قبا بریلوی
مرحبا مہل علی روح مجم جان عرب
عزت دین عرب شوکت ایمان عرب
اروئے پاک ہے یا قبلہ ایمان عرب
مصحف روئے منور ہے یہ قرآن عرب
سلطنت اس کو کہا کرتے ہیں ماشار الشرف
ما سوا اللہ کا سلطان ہے سلطان عرب

۱۔ انتخاب کلام لوزی۔ مرتبہ محمد افر علی رضوی مطبوعہ بریلی ص ۱۹

۲۔ ایمان کی خوشبو ضمیر یوسف مطبوعہ کلکتہ ص ۱۲
۳۔ فرش پرورش۔ محدث اعظم ہند مطبوعہ مجبوعہ مدنی ص ۳۷

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ

(درمنا بریلوی)

پر سش اعمال میں ہمان داری واہ واہ
باریابی اپنی پھر دیدار باری واہ واہ
بھر گئی جنت گنہگاروں سے ساری واہ واہ

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیز گاری واہ واہ

اختر رضا خاں ازہری بریلوی

تمہارے ذرے کے پر تو ستار ہائے فلک
(درمنا بریلوی)

جھلکے نہ بار صدا حساں بنا بر فلک
تمہارے ذرے کے پر تو ستار ہائے فلک

یہ خاک کو چہ جاننا ہے جس کے بوسہ کو
نہ جانے کب سے ترستے ہیں دیدہ ہائے فلک

یہ ان کے جلوہ کی تھیں گر میاں شب امری
نہ لائے تاپ نظر بہہ کے دیدہ ہائے فلک
بیکل اتساہی بلرا مپوری

۶ اشق ہے مسند رفت رسول اللہ کی (درمنا بریلوی)

طہ فرش پر عرش . محدث اعظم ہند مطبوعہ بیونڈی ۱۳۳
۱۱ سفینہ بخشش اختر رضا خاں ازہری . مطبوعہ بریلی ۱۱

ہر نفس کی لاج ہے رحمت رسول اللہ کی
 ہر چمن کی جان ہے تہمت رسول اللہ کی
 خود کلام حق ثنا خواں ہے باندا از لطیف
 عین ایماں جاتے طاعت رسول اللہ کی

جس کا جتنا ظن ہے پاتا ہے وہ بے امتیاز
 بیٹھی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ۱۔

شمس احمد شمیم اعظمی

جس کے دل میں ہے نہاں عظمت رسول اللہ کی
 بالیقین پائے گا وہ برکت رسول اللہ کی
 ہو بھلا تار کی مرقد کا اس کو خوف کیا
 جس کے دل میں ہے نہاں صورت رسول اللہ کی

سید کونین کی الفت کا ہمدق ہے یہ خلد
 ہے خدا کی بندگی طاعت رسول اللہ کی ۲۔

ڈاکٹر سید شمیم گوہر

عارضہ شمس و قمر سے بھی ہیں الزا پڑیاں (رضنا بریلوی)

کتنی رکش دلربا و لیکر و دلبر اڑیاں
 دل میں آنکھوں میں رہیں یہ چاہے سر اڑیاں

۱۔ دماغی بیکل اتساہی مطبوعہ دہلی ص ۱۰

۲۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت دہلی شمارہ جون ۱۹۶۶ء ص ۳۳

باعث مد فخر میں عرش بریں پر ایڑیاں
سرزمین پر سر کے خول سے ہو گئیں زراڑیاں

حسن جنت کی بھی رعنائیاں کہستی ہیں یہ
فخر یا قوت و زور و رشک گوہر ایڑیاں

طیش صدیقی

تضمین

واہ کیا جو دو کرم ہے شہِ بطنی تیرا

(رضنا بریلوی)

نام سچا ہے ترا کام ہے پکا تیرا
دین و دنیا میں ہے دربار بھی اونچا تیرا
دور سے محروم نہ لوٹا ترے منگتا تیرا

واہ کیا جو دو کرم ہے شہِ بطنی تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

مختار احمد رضوی

بر عطیہ سے فسزوں تر ہے عطیہ تیرا
جاہیں کیوں غیر کے گھر چھوڑ کے مدت تیرا
کتنا انداز سخاوت ہے زالا تیرا

واہ کیا جو دو کرم ہے شہِ بطنی تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

۱ ماہنامہ قاری دہلی شمارہ فروری ۱۹۸۹ء ص ۲۲

۲ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ مارچ ۱۹۸۳ء ص ۱۱
۳ ماہنامہ سخا دینا بریلی شمارہ اکتوبر ۱۹۸۰ء ص ۲۵

محمد عثمان اوج اعظمی

نہتیں بانٹتا جس سمت وہ دیشان گیا (رہنما بریلوی)

سب کو سمجھاتا ہوا مسنی تر آن گیا
عام کرتا ہوا اسان پر احسان گیا
چا در وجود و کالطف و عطمان گیا

نہتیں بانٹتا جس سمت وہ دیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم دان گیا

قر سلطان پوری

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا (رہنما بریلوی)

جھوٹا پڑھتا ہوا آیاتِ مدر گیا
کام آیا جذبہ دل اور میں آ خر گیا
پھر گیا اور پھر گیا پھر جلکے آیا پھر گیا

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لغو باطن میں گمنے جلوہ نما ہر گیا

عرشِ اکبری، جنت الفردوس کیا شہر حرم
کل جہاں تیری ہے ملکیت نبی محمد صبرم
اللہ اللہ یہ تری شاہی تراجاہ و حشم

تیری مرضی پاگئی سورج پھر الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

۱۰ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ دسمبر ۱۹۵۷ء ص ۳۷

۱۰ ماہنامہ مجاز جدید بریلی شمارہ فروری ۱۹۵۷ء ص ۱۲

مولانا ملک الظفر اکمل بہسرامی

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے (رضابریلوی)

نازِ خلیل رشکِ سیما کہوں تجھے
مندانشینِ عرشِ معلیٰ کہوں تجھے
کس کس کی آرزو دمتنا کہوں تجھے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیب کہوں تجھے

مولانا نسیم بستوی

سلطانِ بزمِ ملتِ بیخوار کہوں تجھے
رشکِ مسیح و نازشِ موسیٰ کہوں تجھے
مندانشینِ عرشِ معلیٰ کہوں تجھے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیب کہوں تجھے

سید معینز بہمن

سب سے اعلیٰ و اولے ہمارا نبی (رضابریلوی)

سارے نبیوں سے اعلیٰ ہمارا نبی رب کا پیارا ہے کتنا ہمارا نبی

۱۔ ماہنامہ استقامت کانپور شمارہ فروری ۱۹۶۱ء ص ۱۲

۲۔ ماہنامہ سنی دنیا بریلی شمارہ مارچ ۱۹۶۱ء ص ۲۰

جس جگہ ممالک کا پہنچنا محال
اس بلند میاں پہ پہنچنا ہمارا نبی
اپنی سیرت سے انسان کو سکھلا گیا
زندگی کا سلیقہ ہمارا نبی ط

شاد فیض آبادی

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے (رضنا بریلوی)

اللہ جانتا ہے جو عظمت بشر کی ہے
آئینے پر نگاہ خود آئینہ گر کی ہے
تفسیر جو بھی جلوہ شام و سحر کی ہے
تغزیر زلف و عار من خیر البشر کی ہے
ہر صبح چومتی ہے درناز مصطفیٰ
قسمت جو پوچھے تو نسیم سحر کی ہے ۱

مولانا شمیم القادری

بہمن طیبہ میں سنبل جو سوارے گیسو (رضنا بریلوی)

میری دنیا کے مصیبت کے مہارے گیسو
کتنے اچھے ہیں شہا آپ کے پیارے گیسو
کھائی قرآن نے قسم جس کی وہ پیارے گیسو
چھانے رہتے ہیں خیالوں میں ہمارے گیسو
نہکت دوز کی ہر سمت گھٹائیں نہیں
جب بھی سرکار و عالم نے سوارے گیسو ۲

۱۔ ماہنامہ قادریہ بریلی شماره اگست ۱۹۷۱ء ص ۱۷

۲۔ چین زاریاں، شاد فیض آبادی مطبوعہ فیض آباد ص ۵۔ ۳۔ ماہنامہ عظیم حضرت بریلی شماره مئی ۱۹۷۱ء ص ۳۸

نیاضِ ٹانڈوی

سرتابہ قدم ہے تن سلطانِ زمن پھول (رضابریوی)

خورشید رسالت کی ہے اک ایک کرن پھول
خود مانگنے آتی ہے بہاروں کی دو لہن پھول
پاتے ہیں انہیں سے کسبھی گلزار و چین پھول

سرتابہ قدم ہے تن سلطانِ زمن پھول

لب پھول و ہن پھول ذقن پھول بدن پھول

مختارِ دو عالم تمہیں قدرت نے بنایا
دو پارہ ہو ہمتاب جو ہو جائے اشارا
واللہ یہ اک زندہ حقیقت ہے کہ آتا

تنگا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہمتا

تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ سخن پھول

مولانا الامت الحق انور رضوی

پیش حقِ مژدہ شفاعت کا سنا تے جائیں گے

(رضابریوی)

ربِّ سلم کی صدا ہر دم لگاتے جائیں گے
اس طرح رنج و سخن کو ہم بھلا تے جائیں گے

شایعِ محشر کا اتنا فضل کہ وقتِ حساب

مجرموں کو اپنے دامن میں چھپاتے جائیں گے

۱۔ ماہنامہ استقامت کانپور شمارہ سنی جون ۱۹۸۴ء ص ۳۱

۲۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ مارچ ۱۹۸۹ء ص ۶۶

ب،

حضرت رضا بریلوی

کے

نعتیہ رجحانات اور افکار و خیالات

ہی

پذیرائی

ماہرِ صنویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی)

”یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے کہ ایسا باکمال شاعر جس کی شاعری مصحفِ مقدس کے سرچشمہ صافی سے مستفید ہے اردو تاریخ کے تذکروں میں وہ مقام حاصل نہیں کر سکا بلکہ وہ مقام نہیں دیا جس کا وہ مستحق تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کا زہد و تقویٰ اس امر کا مستقاضی تھا کہ اس کو شعراری کی عام صف میں نہ کھڑا کیا جائے وہ لغت گو شعرا کا امام برحق تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس کو نہ داد و تحسین کی ضرورت تھی نہ صلہ کی پرواہ۔ اس کے کلامِ بلاغت نظام کو سن سن کر مرغانِ چین پورے کا پورا چین تذر کرتے ہیں۔“

پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی (مرصر)

”پرانا مشہور مقولہ ہے کہ شخص واحد میں دو چیزیں تحقیقاتِ علمیہ اور نازک خیالی نہیں پائی جاتیں۔ لیکن مولانا احمد رضا کی ذات گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے جس پر آپ کے دیوان ”حدائقِ بخشش“، ”حدائقِ العطیات“، ”مدائحِ رسول“ بہترین شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ، علمِ فلکیات، ریاضی اور دین و ادب میں آپ ہندوستان میں صفتِ اول کے ممتاز علماء اور شعرا میں تھے۔“

ڈاکٹر فرمان فتحپوری

”علماء دین میں لغت نگار کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے وہ مولانا حالی مولانا شبلی امیر سیدانی اور اکبر الہ آبادی وغیرہ کے ہم عصر ہیں تھے۔ ان کی شاعری کا محور خاص آنحضرت کی زندگی و سیرت تھی مولانا صاحب

۱۔ امام شعر و ادب۔ دارش جمال قادری۔ مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۳۹

۲۔ امام احمد رضا ایک فاضل اہل حدیث کی نظر میں۔ ڈاکٹر محی الدین الوائی مطبوعہ لاہور ص ۵

شریعت بھی تھے اور صاحبِ طریقت بھی۔ بہت لغت و سلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی درود مذہبی
 و دلسوزی کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ شگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایا
 خصوصیات ہیں ان کے لغتہ اشعار اور سلام سیرت کے جلسوں میں عام طور پر پڑھے اور سنے
 جاتے ہیں۔ ان کا سلام، مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام، بہت مقبول ہوا ہے۔

ایک لغت بھی جس کا مطلع ہے، واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیرا
 نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خاصی شہرت رکھتی ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا دیوان، حدائقِ بخشش، شائع

ہو چکا ہے :۔
نیاز فتحپوری

شعر و ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے۔ میں نے مولانا بریلوی کا لغتہ کلام بالامتیاز
 پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی
 رسولِ عربی کا ہے ان کے کلام سے ان کے بکیراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا
 بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے بعض اشعار میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے
 کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ نقلی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ
 مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔ مولانا حسرت موہانی بھی مولانا احمد رضا خاں کی لغتہ شاعری
 کے مداح تھے اور معترف بھی۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شے قدر مشترک
 تھی اور وہ عنوثِ اعظم کی ذات و الاصفات سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا
 حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع

جو مرا عنوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا۔

۱۔ عاشق رسول، ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء ۲۔ عاشق رسول، ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق رسول یعنی مولانا احمد رضا بریلوی کا ذکر بھی کر دیا جائے جس سے ہمارے ادب نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے حالانکہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں یار چاند لگا دیئے ہیں۔

مولانا گوثر نیازمی

”بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا جو لغت گوئی کا امام تھا امام احمد رضا جس کا نام تھا ان سے ممکن ہے بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو عقیدوں میں اختلاف ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشق رسول ان کی لغتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔“

ڈاکٹر سید عبداللہ

”وہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری، فقیہ، صاحب نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سخن بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیع سے بھی بلند ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عشق رسول۔“

ڈاکٹر سلام سندیلوی

”آپ کی شخصیت و شاعری میں کوئی فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی شخصیت آپ کی شاعری سے اور آپ کی شاعری آپ کی شخصیت سے۔ شخصیت و شاعری میں اس قدر گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعرا کے یہاں ملے گی۔“

۱۔ اقبال و احمد رضا۔ راجہ رشید محمود مطبوعہ کلکتہ ص ۲۳

۲۔ عاشق رسول۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد۔ مطبوعہ لاہور ص ۳۰

۳۔ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر۔ سید نغمہ قادری، مطبوعہ لاہور ص ۱۳۰ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد مطبوعہ بمبئی ص ۱۹

ڈاکٹر نسیم قریشی

کستی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصے میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الہی اور نظر کردگان رسالت پناہی کے اس محبوب زمرے میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں ایجاباً بلند مقام انہیں سان الہند کے مبارک لقب سے یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشق رسول اور ان کی وجد آفرین نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا:۔

مولانا ماہر القادری

مولانا احمد رضا بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے۔ یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ دینی علم و فضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعری بھی تھا اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

پیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا

مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے:۔

پروفیسر افتخار اعظمی

احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک

نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین اور مستبحر عالم تھے۔ وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف کم توجہ دی گئی حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پائے کا

۱۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد مطبوعہ بمبئی ۱۹۵۷ء

۲۔ عاشق رسول

لاہور ۱۹۵۷ء

ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے منت گوارا میں جگہ دی جانی چاہیے انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے انکی یہاں تصنیع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے کیونکہ رسول پاک سے انہیں بیجا محبت اور عقیدت تھی ان کا بغیۃ کلام شدت احساس کے ساتھ ساتھ خلوص جذبات کا آمیزہ دار ہے۔
میاں محمد شفیع (م. ش.)

برصغیر میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا جو اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ میں امام المہنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے بغیۃ کلام اور تحریک رابطہ مسلم عوام کے ذریعے مسلمانوں کے سینوں میں عشق محمد کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا جس طرح برصغیر کے دور دراز دیہات میں اعلیٰ حضرت کے سلام کے ایسے فقرے، مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام، گذشتہ نصف صدی سے گو بجتے رہے ہیں اسی طرح حفیظ کے شاہنامہ اسلام کے اشعار مسجدوں اور مکتبوں سے ان کی خام طرزیں گذشتہ ربع صدی سے زائد ہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔ ۱۲

حافظ مظہر الدین

بغیۃ شاعری کی تاریخ میں اس اعتبار سے اعلیٰ حضرت منفرد نظر آتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بغیۃ کلام کو تبلیغ حق کا ذریعہ بنایا اور تبلیغ عشق کا بھی، مخالفین کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے اور روحوں کو زندگی بھی عطا کی بغیر ممکن ہے کہ کسی جگہ اعلیٰ حضرت کا کلام اڑھا جائے اور محفل پر انوار نہ برسے۔ محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی شناگستری نے انہیں بوضیعی کا مقام عطا کر دیا تھا اور وہ عالم بیداری میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے، ۱۳

۱۳ عاشق رسول ڈاکٹر محمد سعید احمد۔ مطبوعہ لاہور ۱۳۵۵ھ

۱۴ ملاء خیابانِ رضا۔ محمد ربیع احمد پٹی۔ مطبوعہ لاہور ۱۳۵۵ھ

سیدشان الحق حقی

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ عاشقانِ رسول میں ممتاز مقام رکھتے تھے ان کا خلوص و محبت میں ڈوبا ہوا لغتیہ کلام نہ صرف ان کے جذبہٴ صادق کا منظر ہے بلکہ بہت سے مومنین کے لئے بھی گدازِ قلب حاصل کرنے اور اپنی ارادت کو مولانا کی خوش مقالی کے سہاے ادا کرنے کا باعث ہوا اور ہوتا ہے یہ خود مولانا کے لئے بھی بڑی سعادت ہے کہ اتنے عاشقِ رسول ان کے دل سے نکلے ہوئے کلام کو اپنے دل کی آواز سمجھ کر پڑھتے سنتے اور اس پر وجد کرتے ہیں اس حقیقت سے اس کا ادبی پایہ اور بھی بلند ہو جاتا ہے۔ بہترین تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا لغتیہ کلام ادبی تنقید سے بڑا ہے اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ اس کی مقبولیت اور دل پذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال ہے اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر وال ہے

حسن تاثیر کو صورت سے نہ مٹنی سے غرض
شعر وہ ہے کہ لگے صوم کے گانے کوئی شخص

انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے فطری جذبے سے کہا ہے کوئی شاعرانہ ناموری مقصود نہ تھی چنانچہ ان کے قدر شناس اور ارادت مندان کو شاعر کی حیثیت سے کم اہل دل اور اہل اللہ کی حیثیت سے زیادہ جانتے ہیں۔

سید مسعود حسن شہاب و بلوی

انہوں نے اپنے پر سوز و پر کیف اور دل گداز و وجد آفرین لغتیہ کلام سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو جوت جھگائی ہے اسے سر و مہری کی کوئی تاریخِ تاریخ بستہ لہر سے سر و نہیں کر سکتی لغت گو شعرا میں ان کا مقام ایسا ہی ہے جیسے گلہا سائے چمن میں گلابِ خوش رنگ۔

را خیابانِ رضا، محمد رید احمد چشتی مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸ء

۱۰۸

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی لغت گوئی، علمیت، نقاہت اور بلند منصب سے کسی بھی موافق یا مخالف کو احتمالات نہیں ہو سکتا۔ اعلیٰ حضرت عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے اور وہی جذبہ ان کی لغت گوئی کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے اسی لئے ان کے اشعار میں، از دل نیز و بر دل ریز وہ کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔ حب رسول ہمارے ایمان کی بنیادی صفت ہے حضرت مولانا جیسے جلیل القدر عالم اور کامل الادب و دانش ور ہیں اس نعمتِ سرمدی سے کیوں مستصفا نہ ہوتے ان کی لغت میں شاعرانہ صفت گری کے ساتھ روحانی کیفیات اور صمیمی تاثرات بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ ہر شعر ڈوب کے لکھا ہے اسی لئے ان کے اشعار میں درد و اثر، کیفیت و وجد، سوز و ساز اور والہانہ شیفتگی زیادہ سے زیادہ ملتی ہے حضرت مولانا بایقین صفت اول کے لغت گو شعرا میں شامل ہیں۔ ۱۔

احمد ندیم قاسمی

مولانا احمد رضا بریلوی کے بارے میں کچھ عرض کرنا میرا منصب نہیں ہے میں انہیں صرف بحیثیت لغت گو جانتا ہوں اور میرا اندازہ یہ ہے کہ لغت گوئی میں ان کا مرتبہ دیگر لغت نویسوں کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرحوم بے پناہ اور بیکراں عقیدت و محبت کی برکت سے منفرد ہو جاتا ہے۔ لغت عشق رسول کے بغیر کسی ہی نہیں جاسکتی۔ رہنا ہی جائے گی تو اس کا کھوکھلا پن جلد کھل جائے گا۔ چنانچہ جتنے بھی اچھے لغت گو ہیں وہ عشق رسول کبھی مختلف کیفیات ہی کو شاعری میں منتقل کرتے ہیں۔ مگر جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں مرحوم کے عشق کی شدت بے پناہ ہے اور اسی لئے ان کی لغت کی اثر آفرینی بھی بے پناہ ہے۔ ۲۔

۱۔ خیابانِ رضا، گلبرگ چوتھی، ملبورہ لاہور۔ ۹۶

۲۔

ابوزاید عابد نظامی

» اور دو نعت گوئی میں جو مقام اور مرتبہ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو حاصل ہے وہ بہت ہی کم شعرا کو حاصل ہوا ہے۔ ان کی نعت گوئی کے وہ لوگ بھی دل سے قائل ہیں جو ان کے سنت مخالفت میں۔ مولانا کا لغتیہ دیوان اگرچہ مختصر ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے اکثر سجدی بھر کم دیوانوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ عشق رسول کا جذبہ جو سیر نزدیک دین کی بنیاد ہے۔ آج کل دلوں سے ختم ہو رہا ہے (یا سازش کے تحت ختم کیا جا رہا ہے) اس کی بحالی اور ترقی کے لئے حضرت مولانا بریلوی کی لغتوں سے کام لینا جاسکتا ہے کاش یہ کام سلیقے سے ہو نفرت کے بجائے محبت کو شمار بنایا جائے اور اس سے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا جائے کہ یہی ہمارے مشائخ کا طریقہ ہے۔ «

مقبول جہانگیر

» اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی وسیع اور عظیم ہے جتنی ان کی دوسری حیثیتیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں جو اچھے اچھے نعت گو شعرا گذرے ہیں ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے مگر اعلیٰ حضرت کو بہترین شعری تخلیقات کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ شاید اس لئے کہ ان کی شاعری دوسرے علوم و فنون کے نیچے دب گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا لغتیہ کلام بڑے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کے یہاں جذبے کی بے ساختگی، خیال کی رعنائی، الفاظ کی شان و شوکت اور عشق رسول کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔ ان کی لغتوں میں کیفیت و اثر کی ایک دنیا آباد ہے۔ «

۱۔ فیضانِ رضا۔ ممدنی چشتی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء
۲۔ عاشق رسول، ڈاکٹر محمد سعید احمد، ۱ ص ۱۱۱

نعیم صدیقی

مولانا کی جو نصیحتیں پڑھنے یا سننے میں آئیں ان میں خصوصاً یہی طور پر والہیت کی روح کا فرما ہے۔ زبان پر قدرت ان کا تخیل نئی نئی کونسلیں نکالتا ہے۔ اور تشبیہات و تلمیحات سے وہ خوب کام لیتے ہیں ان کی بہت سی لغتوں کی ایک خصوصیت ان کا عوامی انداز ہے۔ وہ ایسی لسانی اور فنی باریکیوں کی طرف نہیں جاتے جو ہمارے یہاں کے عام مسلمان کی ذہنی سطح سے بلند ہوں۔

ڈاکٹر وحید اشرف

۱۱۱۔ امام احمد رضا نے عرب کے چمنستان کی بہار، عرب کے گل وریحان، عرب کے بیابان کے خار اور عرب کے کوچوں کا ذکر کیا مگر یہ ذکر رسمی اور تیا سی نہیں بلکہ اس ذکر میں صداقت کا اجالا موجود ہے۔

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

حضرت رضا نے اپنی لغت نویسی کے لئے قرآن و حدیث ہی کو شمعِ راہ بنایا ہے وجہ ہے کہ ان کا لغتیہ کلام افراط و تفریط کے عیب اور تخیل کی بے راہ روی سے پاک ہے۔

حکیم آفتاب احمد قرشی

ان کی لغتیہ شاعری تو عدیم المثال ہے اس میں آمد کی کیفیت ہے وہ عشقِ رسول سے سرشار تھے ان کی زندگی کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ مسلمان عشقِ رسول کو اپنائیں عشقِ رسول ہی میں ہماری فلاح و بہبود ہے۔

۱۔ خیابانِ رضا، محمد ریڈ چپٹی، مطبوعہ لاہور ص ۱۱۶

۲۔ اقبال دا احمد رضا، راجا رشید محمود، مطبوعہ کلکتہ ۲۶/۲۵

۳۔ خیابانِ رضا، محمد ریڈ چپٹی مطبوعہ لاہور ص ۲۵

حضرت رضا بریلوی کی

نعتوں کا

انگریزی زبان میں ترجمہ

سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ

SALAM ON THE PROPHET

(Sall Allahu Alaihi wa Sallam)

By

Imam Ahmad Raza Khan Bareilvi

Translated By

Professor G.D. Qureshi

B.A. (Hons.) ; M.A. English (Sind)
L.L.B. (Sind) ; M.A. English (Leeds)
Lecturer College of Art and
Technology New Cast U.K. E-4 Pun-Tyuc

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

Allah's Name I begin with, the Compassionate, the Merciful

It is every Muslim's duty to pass on knowledge of Islam, and to strive to serve Islam and the Muslim Community in the best way possible. It was with these intentions that the *Raza Academy* was established in 1979. This noble task was made possible by the eminent Muslim Scholar and Wali Allah Hazrat Pir Sayed Abul Kamal Barq Qadiri Nawshahi (Rahmatullahi Alaih).

Raza Academy is named after one of the greatest Muslims of the modern age, Imam Ahmad Raza Khan Bareilvi (Rahmatullahi Alaih), who was born in 1856 and passed away in 1921. He was so great that he was given the title of Reviver of the Fourteenth Islamic Century. His writings and life are of the greatest importance to Muslims in the World today.

We knew this task was difficult, for we had neither support nor money, but our intention was pure and sincere, and we relied on Allah Ta'ala and hoped for His help and the Blessings of His Beloved Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam).

In 1984 we published an English translation of the Holy Quran. Then in November, 1985 we began publishing a monthly journal, *The Islamic Times*. This was extremely difficult, but with Allah Ta'ala's Blessings the journal survived, overcame all difficulties and went from strength to strength.

We have published more than two dozen books on Islam. This was only possible with Allah Ta'ala's help and the Blessings of His Beloved Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam).

We pray that Allah Ta'ala will give all those who write, translate and provide financial help for the *Raza Academy* a rich reward in This World and the Next.

We would like to express our gratitude to our spiritual guide Hazrat Pir Sayed Maroof Hussain Sahab Nawshahi Qadiri of Bradford for his Blessings and Du'aa.

Finally we would like to thank Brother Muhammad Afzal Habib, Dr. Muhammad Haroon, Brother M.I. Kashmiri and others for their help. May Allah Ta'ala give them all rich reward in both Worlds.

Professor G.D. Qureshi
Chairman, *Raza Academy*

SALAM ON THE PROPHET

1. Blessed be Mustafa, Mercy for Mankind,
God's Light, the right way to find.
2. Blessed be the highest of the High,
The brightest star of Prophecy's sky.
3. Blessed be the Sovereign of Kaaba and Paradise,
Who is Compassionate, Merciful and Wise.
4. Blessed be the hero on the night of his Ascension,
The apple of the people's eye in Heaven.
5. Blessed be the splendour of the next World,
The Dignity, Justice and Grandeur of this World.
6. Blessed be his noble mind,
The most sublime of its kind.
7. Blessed be the source of Knowledge Divine,
Outstanding and the Last in the Prophets' line.
8. Blessed be the point of Life's hidden unity,
And also the centre of its visible diversity.
9. Blessed be Nature's privileged one,
Who divided the Moon and called back the Sun.
10. Blessed be the blanket, rich in mystic quality,
Under which the food did increase in quantity.
11. Blessed be the sovereign, wise and high,
Whose rule extends from Earth to Sky.
12. Blessed be the giver of Blessings Divine,
On whose account God created the Universe.
13. Blessed be the best of all the Prophets,
The Last and the most kind of the Prophets.
14. Blessed be he who merged in God's Light,
And established the rule of right over might.
15. Blessed be the Prophet, most distinguished,
Matchless, exquisite and unparalleled.
16. Blessed be the star that brightly shone,
And in size has gradually grown.
17. Blessed be the jewel of Nature's plenty,
Whose knowledge extended from here to Eternity.
18. Blessed be the strong support of the helpless.

Committed to the uplift of the penniless.

19. Blessed be our Prophet's perfection,

Which bore Divine Unity's perfection.

20. Blessed be the balm in hardship and dismay,

Whose aim in life is justice and fair play.

21. Blessed be my strength in misery,

My hope and wealth in poverty.

22. Blessed be the clue to the mystic signs,

That throws a light on God's designs.

23. Blessed be the totality of most and least,

That changes a pantheist into a monotheist.

24. Blessed be success after patience,

How nice! If shortage is followed by abundance.

25. Blessed be our Prophet's supplications.,

Which met God Almighty's approbations.

26. Blessed be our valued patron in poverty,

Who leads us out of adversity.

27. Blessed be his caring concern for the evil and vicious,

And a satisfying affection for the righteous.

28. Blessed be the Prime Cause of Creation,

The Final Medium of Human Salvation.

29. Blessed be the focal point of revelation,

Initiating the process of God's manifestation.

30. Blessed be that gardener's noble strife,

Who gave withering flowers a new life.

31. Blessed be that symbol of beneficence,

Without a shadow or equal in any sense.

32. Blessed be that embodiment of grace,

And Birds of Heaven sing his praise.

33. Blessed be that broad forehead,

Truth on which was always read.

34. Blessed be that King of kings,

Whose name the most instant success brings.

35. Blessed be those tresses black,

Vision's feast and mercy's track.

36. Blessed be that stately parting,

Day coming in and night departing.

37. Blessed be his act of combing,

Which left the lovers' hearts throbbing.

38. Blessed be those ears that hear,

Every sound from far and near.

39. Blessed be the dynasty Hashimite,
A dazzling wave in a flood of light.

40. Blessed be his head and his hair,
Which the crown of success does wear.

41. Blessed be those eyebrows,
For which the niche of the Kaaba bows.

42. Blessed be the shade benign,
Of his eyelashes black and fine.

43. Blessed be his eyes, those gems,
From which Mercy's fountain stems.

44. Blessed be that rose of nature,
The glorious symbol of the Creator.

45. Blessed be the look affectionate,
Generous, kind and compassionate.

46. Blessed be his awe and dignity,
Best in party and humility.

47. Blessed be the cheeks so bright,
That they be dimmed even the moonlight.

48. Blessed be his suitable height,
To look at him was a real delight.

49. Blessed be that beaming complexion,
Which gave the onlookers satisfaction.

50. Blessed be that beautiful skin,
Which said that men are the same within.

51. Blessed be that fragrant sweat
On workers which had a great impact.

52. Blessed be the hair on his chin,
Holy, clean, soft and thin.

53. Blessed be his beard's bloom,
Glowing like the halo of the Moon.

54. Blessed be his lips, in talk or repose,
Which resembled the petals of a rose.

55. Blessed be the mouth, devoted to teach,
What God desired him to preach.

56. Blessed be the freshness of his palate,
Which in the desert flowers did create.

57. Blessed be his saliva's power,
Which changed the water from hard to softer.

58. Blessed be his tongue gifted and true,
Speaking words, which God wanted him to.

59. Blessed be his persuasive speech,
Evil to quell, and virtue to teach.

60. Blessed be his rare gift of eloquence,

- Which won the hearts of his audience.
 61. Blessed be that moment of God's beneficence,
 Which guaranteed his prayer's acceptance.
 62. Blessed be that luminous galaxy,
 Which threw God's men into ecstasy.
 63. Blessed be his smile's influence,
 Which could relax people, if they were tense.
 64. Blessed be that throat's rare quality,
 Fresh as milk, and sweet as honey.
 65. Blessed be his shoulders, dignified,
 In whom Dignity itself took a pride.
 66. Blessed be the Prophet's Seal that shone,
 And in the Kaaba shines the Black Stone.
 67. Blessed be the strength of the nation,
 An emblem of learning's consummation.
 68. Blessed be that hand's generosity,
 Which ushered in an era of prosperity.
 69. Blessed be the strength of that arm,
 Which bore all burdens without any alarm.
 70. Blessed be his hands and their vigour,
 Two pillars of our religion and culture.
 71. Blessed be his palm, clear and bold,
 Whose lines 'courage' foretold.
 72. Blessed be his fingers, long and bright,
 Which looked like fountains of light.
 73. Blessed be his crescent-like nail,
 Which brought health in its trail.
 74. Blessed be his denunciation of rage,
 And commendation of love and courage.
 75. Blessed be his heart's sensitivity,
 Which understood the mystery of unity.
 76. Blessed be that millionaire's appetite,
 Who ate only what a poor man might.
 77. Blessed be that magnanimous mind,
 Which sought God's Mercy for Mankind.
 78. Blessed be his knees exalted,
 Whose greatness Prophets acknowledged.
 79. Blessed be the steps in the right direction,
 Which led humanity nearest to perfection.
 80. Blessed be those feet and the way,
 And the Quran swore by his pathway.

81. Blessed be the moment of the Prophet's birth,
When unsurpassed glory spread over the Earth.
82. Blessed be the prayer for man's salvation.
Uttered by him in his first prostration.
83. Blessed be that fortunate breast,
Which fed him at God's behest.
84. Blessed be his regard for others,
When he used one, and left the other breast for brothers.
85. Blessed be the glory of Prophethood,
Finest flower in the garden of Manhood.
86. Blessed be his God-beloved face,
And his childhood charm and grace.
87. Blessed be the sweet buds blossoming,
And the plants gradually growing.
88. Blessed be his habit of keeping away,
As a child from meaningless play.
89. Blessed be his unpretentious style,
His informal but very encouraging smile.
90. Blessed be his way immaculate,
In every sense pious and great.
91. Blessed be his symbolic assertions,
Easy solutions to most difficult situations.
92. Blessed be his simple-heartedness,
Leading to acts of the highest selflessness.
93. Blessed be he who went to pray,
In a cave alone by night or day.
94. Blessed be his spiritual domain,
Of beings, celestial and mundane.
95. Blessed be his mission of Islam,
Replacing violence by peace and calm.
96. Blessed be the nights of relaxation,
And the nights of prayer and meditation.
97. Blessed be the drops of rain gracious,
And rays of the morning auspicious.
98. Blessed be his love for the repentant,
And his firmness with the insolent.
99. Blessed be his prophetic grandeur,
Before which there bowed every Emperor.
100. Blessed be he who stood at God's Light,
While Moses fainted just at the first sight.

101. Blessed be the face as bright as the Moon,
Which dispelled the darkness so very soon.
102. Blessed be the Victors' Holy cry,
Echoing on Earth and in the Sky.
103. Blessed be the brave liberators,
Who defeated the most cruel dictators.
104. Blessed be the Prophet Mustafa's bravery,
And Jangling swords bore his testimony.
105. Blessed be the brave Lion's Stride,
Who won bold Hamza to his side.
106. Blessed be his habits fair,
May God bless his every hair.
107. Blessed be his eventful life,
And Peace motivated his strife.
108. Blessed be his devoted friends,
Peace on whom every Muslim sends.
109. Blessed be the Prophet's family members,
Who are like heavenly flowers.
110. Blessed be that garden of piety,
Whose plants grew with the water of purity.
111. Blessed be their nascent purity,
Who belong to our Prophet's family.
112. Blessed be that symbol of honour,
Pious Batool, our Prophet's daughter.
113. Blessed be the veils of graces,
Which from Sun and Moon hid their faces.
114. Blessed be our Prophet's beloved daughter,
Pious, pure and the women's leader.
115. Blessed be Hassan, the generous leader,
Who did ride on the Prophet's shoulder.
116. Blessed be his glorious magnificence,
A Symbol of knowledge and eloquence.
117. Blessed be the sweet sermons on culture,
Preached by the honey-tongued Messenger.
118. Blessed be the martyr, red-attired,
In the desert of Karbala who expired.
119. Blessed be our departed leader,
The Gem of Najaf, the Sun of Honour.
120. Blessed be those symbols of piety,

The mothers of the Muslim community.

121. Blessed be those emblems of modesty,

The Members of the House of dignity.

122. Blessed be the Prophet's bosom friend,

Whose affection and loyalty knew no end.

123. Blessed be that home blissful,

Declared by God as Peaceful.

124. Blessed be the Prophet's dynasty indeed,

Unsurpassed in courage and in creed.

125. Blessed be that wedlock of honour,

Between the Prophet and Siddique's daughter.

126. Blessed be that face, holy and bright,

Which God praised in the Surah of Light.

127. Blessed be the house that was so honoured,

That even Gabriel only by permission entered.

128. Blessed be the adjudicator of the Four Schools,

Which interpret all the Islamic rules.

129. Blessed be the Disciples of the Messenger,

Who stood by him in the battles of Uhad and Badar.

130. Blessed be the group of ten wise men,

Who were assured of places in Heaven.

131. Blessed be that radiant appearance,

Which was called by God into his presence.

132. Blessed be that pride of the Caliphate,

The Follower of the Prophet, true and consummate.

133. Blessed be Siddique's company and self,

Who is next to none but the Prophet himself.

134. Blessed be the man sincere and kind,

Who advised the Prophet with heart and mind.

135. Blessed be Umar, God's true friend,

Whose enemies awaited a bitter end.

136. Blessed be that administrator strong,

Helper of the right, enemy of the wrong.

137. Blessed be his justice and his fair play,

Which worked for the Prophet in every way.

138. Blessed be that spiritually rich worshipper,

Who offered with the Prophet in poverty his prayer.

139. Blessed be the man who earned the rare honour,
Of marrying to the Prophet his own two daughters.
140. Blessed be Usman the generous and rare,
Who attained martyrdom while in prayer.
141. Blessed be Murtaza, the Lion of God,
Who vanquished the cruel with an iron rod.
142. Blessed be the leader of knowledge's mystique,
Whose heredity and virtue were unique.
143. Blessed be the man, who re-established the Caliphate,
The renowned fourth pillar of the Islamic state.
144. Blessed be that rare marvel of Nature,
Whose sword flashed in his victory over Khayber.
145. Blessed be that supporter of Islamic light,
Who defeated the enemies of Islam with his might.
146. Blessed be those Muslims, fair and just,
Who had, before and after victory, in God their trust.
147. Blessed be that Muslim's eyes and vision,
Who even once saw the Prophet's sweet complexion.
148. Blessed be those who are loved by God,
Whose enemies have indeed been cursed by God.
149. Blessed be the pious, whose foreheads shine,
Who drink and distribute spiritual wine.
150. Blessed be the descendants male,
On whom his teaching did prevail.
151. Blessed be his love of humanity,
The model of grace and humility.
152. Blessed be the Four Imams of Law,
Ahmed, Malik, Shafii, and Abu Hanifa.
153. Blessed be the leaders of the Islamic way,
Who equally excelled in the Mystic way.
154. Blessed be that marvel of nature,
Ghaus-ul-Azam the Divine Leader.
155. Blessed be that pillar of Islam,
Who saw this World in his palm.
156. Blessed be that man's mysticism,
Who out-shone others in realism.
157. Blessed be that foot miraculous,
Which stood on the neck of the virtuous.
158. Blessed be that King of graces,
Of past and present, and of all places.

159. Blessed be that fragrant flower,
Of Muhammad's virtuous power.
160. Blessed be the pride of the Qadri Creed,
Hamza, God and the Prophet's Lion, indeed.
161. Blessed be the man, admittedly the best,
In name, body and soul above the rest.
162. Blessed be my beloved benefactor,
Descendant of God's last Messenger.
163. Blessed be that embodiment of Light,
Helping others to attain spiritual height.
164. Blessed be Ahle-e-Sunnat till Eternity,
Without any danger from Allah's Judgement or
Accountability.
165. Blessed be, O God, myself in the end,
For liking those, whom you befriend.
166. Blessed be my kind ancestors,
Parents, brothers, sisters and teachers.
167. Blessed be our Prophet's followers,
Who seek God's help in their prayers.
168. Blessed be his presence with grace,
On the Judgement Day, with Divine Praise.
169. Blessed be Mustafa, Mercy for Mankind,
May Angels sing it with Raza and his kind.

معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء

کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے

Ghayas D Qureshi.

ON THE DAY OF JUDGEMENT

Utterly perplexed I am at this moment of accountability;
O friends, how should I articulate my wish in this anxiety!

I wish the Prophet may hear my supplication and say:
'Look! Find out why there is all this noise today;

Who is this aggrieved man? What is his woeful tale?
What has happened to him? Why is his voice sad and frail?

Whose help in the name of Allah does he seek?
Why is he so worried? Why does he painfully shriek?

His appeals have invoked my boundless mercy;
someone should go and find out the cause of his agony.

The angels may submit that a criminal heart bleeds;
He is being ordered to account for all his deeds.

The moment is critical as all his record is there;
He shudders to think what sentence God may declare.

He implores you to intercede, O leader of the Messengers!
He says, 'I am powerless, Pray, use your intercessionary powers'

Any moment I would face a calamity or a disaster.
If you come, I will have nothing to fear, O Master.

On this appeal the Prophet may take pity on me;
And order the angels to with-hold any further inquiry.

Who are you blaming and punishing for his activity.
I will come and see him as he appeals to my mercy.

Hearing his voice I may noisily utter this exclamation:
 "Why should I worry at all now for my salvation?"

Look! here arrives my supporter, the helper of everybody;
 His arrival has infused a new spirit into my body.

Then, the merciful Prophet may hide me under his cloak;
 Saying, "Leave him. Drop all the charges at a stroke."

He is my servant and I have set him free.
 Do not ask him any question. Leave his case to me.

While releasing me the angels may respectfully say:
 "We are your servants, O master. We dare not disobey".

All the spectators on the Day of Judgement may, then exclaim:
 what a high status you have and what an exalted name!

I would lay down my life for this merciful intercession;
 you have saved your servant from imminent destruction.

The Song-birds love to hear your lyrics, O Raza!
 You are a gifted nightingale of the garden of Madinah.

عارف رضا کراچی ۱۹۹۱ء

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی

OUR PROPHET IS THE MOST SUBLIME AND THE HIGHEST

**Our Prophet is the most sublime and the highest;
Our Prophet is the most elegant and the greatest.**

**Our Prophet is the beloved messenger of His Creator;
Our Prophet is the bridegroom of this world and the Hereafter.**

**Our Prophet is the first manifestation of God's light,
Though he shone in this world as the last Prophet for human sight.**

**Our prophet holds the most distinguished status none;
It is worthy of him on the highest heaven to sit on God's throne.**

**Our Prophet brought with him such a dazzling light,
That it outshone all others, which prior to his time were bright.**

**Our Prophet is that saviour, healer and seer;
The water that washed his feet is an elixir.**

**Our Prophet went to see God on His highest heaven;
For this occasion the most brightly decorated mirrors were
chosen.**

**Our prophet is unique and the highest of his kind;
The prophets are from the mystics, who are from humankind.**

**Our Prophet has such a beautiful complexion;
That beauty itself takes oaths by his attraction.**

**Our Prophet's beauty is to humanity, what salt is to cookery,
There can be no taste in your words until you praise his per-
sonality.**

**Our Prophet is yours, theirs and that of one and all;
Just as there is one God Almighty for one and all.**

**Our Prophet finally emerged from the clouds as the moon;
Before him different prophets came to mankind as God's boon**

Our prophet is the true distributor of God's favours;
He alone can give, because he has these powers.

Our Prophet as sun has never set, nor will it ever set;
Innumerable stars, in the past, have shone and set.

Our Prophet is the leader of all the Prophets of God;
While, in their own places, they prophet enjoy authority from
God.

Our Prophet's light extends even beyond the realm of space;
He is the essence of the light of every form of space.

Our Prophet is even nobler than that best;
Whom you regard as the best among the noblest.

Our Prophet is even higher than that best;
Whom you regard as the best among the highest.

Our Prophet is the Prophet of all other Prophets as well;
Though they are all our masters but this is what they tell.

Our Prophet is the powerful beacon of God's light,
Who divided the moon into two halves on a night.

Our prophet shone even through the dark mirrors,
While the others shone only through the clear mirrors.

Our Prophet is that Fountainhead of the water of life;
Who has given to dead hearts a gift of eternal life.

Our prophet will help the helpless through his compassion;
O Raza! give this good news to those who are grief ridden.

معارفِ رضا کراچی ۱۹۹۱ء

واہ کیا جو دو کرم ہے شبہ بطحا تیرا

YOUR GENEROSITY IS BOUNDLESS

Translated by: Prof. G.D. Qureshi

1. Your generosity is boundless, O Allah's Messenger!
For you always grant every wish of your seeker.

واہ کیا جو دو کرم ہے شبہ بطحا تیرا | نہیں نہ سنا میں مانگنے والا تیرا

2. From your drop flow waves of magnanimity
From your particle emerge stars of rare luminosity.

دھات پختے ہیں لاکھ لاکھ ستارے تیرا | آتے جھکتے ہیں تارے کے وہ ہے نور تیرا

3. O master of the heavenly river! you are so kind
The needs of the thirsty are dear to your mind.

میں ہے یا شہ حسیم زرا تیرا | آپ پیاسوں کے جسم میں جوڑا تیرا

4. People learn the art of generosity at your door
The most virtuous walk humbly on your floor.

اقتیا پختے ہیں لاکھ لاکھ ستارے تیرا | اسنیا پختے ہیں لاکھ لاکھ ستارے تیرا

5. How can the earthly beings understand your grandeur
When the heavenly beings are dazzled by your splendour?

فرش والے تیری شرکت کا ہو کیا بیان | سزاؤں میں نہ لانا ہے پھر را تیرا

6. Heaven, earth and world you feed
Who then is the host? You are, indeed!

انماں خوں زمین خوں نانا نہ بیان | صاحب خانہ لقب کبر کا ہے تیرا تیرا

7. Since you are Allah's beloved, yours is everything
In love mine and thine does not apply to anything.

یہ تو ملک ہی کبروں لاکھ لاکھ کا کعب | میں تو ہر بندہ نب میں نہیں رہتا تیرا

8. Those at your feet took distinguished place
They find your feet brighter than anybody's face.

یہ تو قوموں میں وہی فریکر نہ کیا گھسی | کون نظروں پر پڑے دیکھ کے غلا تیرا

9. Not a well, but an ocean I want for a start
But from your hand a splash contents my heart!

نہ مال فزون سال نہ کنویں کا پانی | خود نجانا با— عیب جابر اچھینے گا تیرا

10. Thieves always hide away from their chief
But under your cloak takes refuge your thief.

جو راکھ چھپا کر تھی ان کی گنت | بڑے گھر میں چھپے چور ان کا تیسرا

11. Grant our eyes, minds and bodies contentment
O True Sun! Lead our hearts to enlightenment.

انکھیوں، ذہن اور جسم کو دے دے | سچے سورج وہ دل لگا رہے اہل تیسرا

12. Why then does my heart tremble like an autumn leaf
When your compassion can grant the weak relief?

دل ہلکا ترن سے پتا سا اڑتا ہوا ہے | پرہیزگار ہی جاری ہے ہر دہا تیسرا

13. Who am I with all my sins insignificant
When your word saves millions in my predicament.

ایکسٹرا کیا بہت جیساں کی جنت کتنی | مجھ سے سو لاکھ کو کمانی ہے اشد تیسرا

14. O master! your kindness made me lazy
Now fear of accountability drives me crazy.

مفت پاؤں کا کسی کام کی عادت نہ پڑی | اب گل پڑھتے ہیں اسے نکمہ تیسرا

15. Don't send your servants to others, O master!
Peace is near you, elsewhere is disaster

تیرے حکمران سے اپنے فیر کی سونکر پڑ ڈال | جبرائیل کہا میں کہاں چور کے صدقہ تیسرا

16. I am a lowly, sinful, neglected being
You are a righteous, forgiving, elevated being.

فلوویا زحار دار گنت گھوڑوں میں: | رافع و نافع و شافع لقب آقا تیسرا

17. Your decisions are final in every matter
I beseech you change my fate for the better.

یہی حق: بڑی ہر قول صلیٰ اپنے کہے | امور اثبات کے دست پر کھڑا تیسرا

18. Allah has given you such an authority
Pray, return my sinful heart to purity.

تو چاہے تو ابھی نہیں ہے بدل کے دھلیں | کہ خدا اول نہیں کرتا کسی نیک تیسرا

19. No one else in the world I wish to meet
My cherished desire is to die at your feet

کہہ گا نہ کیجئے کہاں جائیے کس سے کہئے | تیرے ہی قدموں پر پٹ جائیے یہ پلا تیسرا

20. You gave us Islam, and as muslims gave honour
Who ever heard that you withdrew your favour.

تم نے اسلام دیا تو نے جہالت میں لیا | ذکر پہ لب کوئی پیرا ہے مٹتا ہے تیرا

21. I understand the scars of painful death remain
But your post-ablution water can cleanse this stain.

موت لگتا ہوں تم تلخ جہاد کا باب | آن لائے مجھے تمہوں کا فلا تیرا

22. Who knows what might be the fate of the sinner?
Dying at your feet can make him a winner.

نہد کیا جانے بدکارہ کیسی کرے | تیرے ہی اورے سرے بکیرا تیرا

23. For me, a tiny droplet will suffice
When the virtuous get in plenty and nice.

تیرے صدمے بچے لک پذیریت تیری | جہان انہوں اچھے بد چمکتا تیرا

24. Kaabah, Medinah, Baghdad look where you may
The radiance of your light is always at play.

مکہ طیبہ و بغداد بر سر کیے نگاہ | ات پر لائے تیری نور ہے چمکتا تیرا

25. As my supporter, before you I (Raza) bring
My spiritual gukte, who is your off-spring.

تیری سرکار میں لائے ہے ہفتا کی شیخ | جو برا غوث ہے اور لاڈ لایا تیرا



سارن رضا کراچی ۱۹۸۹ء

A MAIRAJ POEM

Prof. Q. D. Qureshi. (England)

وہ سرورِ کائنات جو عرشِ پروردگار ہوئے تھے

A *Mairaj* Poem expressing sincere and profound feelings of immense joy on the festive occasion of the Journey to the Highest Heaven by the Most Illustrious Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be upon him).

1. When the Supreme Prophet went on his journey to the Divine Throne of Allah,
There were very special arrangements made to welcome this unique guest from Arabia;

2. It was the spring time: there were echoes of the salutary greetings in the dales;
The angels and the skies were singing happy songs in their own ways like the nightingales.

3. On the heavens above and the earth below there was a festive celebration;
The dazzling lights came down smiling and the fragrant perfumes went up on this occasion.

4. The light emitted by his radiant face created a moonlight near Allah's throne;
The night was resplendently lit through a multitude of mirrors that brightly shone.

5. The *Ka'bah* dressed herself most immaculately to welcome her bridegroom with pride;
The *black stone* looked like a beautiful mole on her charming body's side.

6. With bashful looks the *nirah* lowered her upright head in sheer delight;
The covering black curtain gracefully moved, saturated with the Divine Light.

7. The clouds spontaneously advanced and the hearts engaged in a peacock dance;
To honour the Prophet in a creative stance the *Kaabah* gazed at him in a lyrical trance.
8. The golden ornaments of *Mreznah* gently moved towards the ear from her forehead;
When it drizzled, the raindrops gathered like pearls on *Hateem's* welcoming bed.
9. The bride's body-fragrance intoxicated the surrounding breeze and her own garment;
When the perfumed curtain furlled, the gazelles rushed to store its unique scent.
10. The happy hills smiled and their elegant tops stood out in the space;
Like a maiden's head-scarf the shoots of green grass rhythmically moved with grace.
11. The fresh-looking and well-clad rivers ran through the well-trimmed bowers;
It was a rare visual feast of stormy waves, rushing waterfalls and bubbling showers.
12. The old white-flour of moonlight was removed as it was not stain-free;
The new green-flour consisted of gardens and flowers as far as one could see.
13. More precious to us than our lives! where is the Prophet's blessed path-way,
On which our humble hearts, the heavenly demasels and wings of the angels lay.
14. That moment was indescribably exciting, when the angels, pure and wise,
Gathered round him and dressed him as the bridegroom of paradise.

15. The light emitted by his face was distributed among the beggars with generosity.

The moon and the sun begged most eagerly for this bright charity.

16. The same luminous water is still shining in their bright path,

Which the stars had gathered in their cups from his overflowing bath.

17. With his surplus sole-washed water paradise was painted bright;

Those who wore his used-clothes became flowers of the garden of light.

18. The sun revealed the news that God Almighty's beloved messenger

Was soon expected to come back after meeting his Creator.

19. The wedding crown of God's light was on his head amidst a blissful prayer;

The angels stood on both sides of his way to present a salute of honour.

20. Had we been there, we would have sought for some charity;

How could that happen, when we were destined to live this life of poverty?

21. He had hardly sat on the saddle that the journey of salvation ended at a glance;

The salvation itself congratulated him and the sins engaged themselves in a dance.

22. It is understandable why the Prophet's horse startled like a frightened deer;

The rays of light dazzled its eyes and the lightning flashed too near.

23. The clouds gave alms to the beggars and made sure there was enough room;
The angels held the reins respectfully and welcomed the bridegroom.
24. The dust of the luminous path rose up like the clouds of light;
The space overflowed with rain and the whole way was exceptionally bright.
25. O moon! You should have brought some dust from the Prophet's way;
You would have got rid of your spots by rubbing it on them just for a day.
26. The hoof-prints of the 'Buraq' filled the entire way with flowers;
In no time all over the place there were fragrant orchards and bowers.
27. The divine wisdom of 'Aqsa' prayer was to unfold the secret of first and last;
All the Prophets prayed behind him, though they had actually lived in the past.
28. The dignity of his arrival brightened up everything immaculately;
The stars, the skies, the cups and the containers were cleaned smartly.
29. When he advanced, his unveiled sunlike face shone with glamour;
The sky felt over-awed and the stars became dimmer and dimmer.
30. The overflowing light filled the path with luminous water;
The stars slipped time and again and fell at the feet of Allah's messenger.

31. The ocean of Unity surged forward and washed the sands of Diversity;
Forget the dunes of the sky, just two bubbles were "God's Arsh and Kursi".

32. His sun-like merciful face eclipsed the stars that shine;
The moonlight and starlight looked like shadows in his sunshine.

33. When the unique bridegroom advanced even the lote tree failed to hold him back;
In the wink of an eye he went beyond this and that range of the track.

34. The angels felt that a glimpse had flashed through their sight and mind;
The bridegroom went far ahead but his companions were left behind.

35. Gabriel's wings got tired and he could not accompany the divine guest;
The Prophet's stirrup slipped out of his hands though he tried to hold it to his best.

36. He, who reflected on the Prophet's speed suddenly found his mind aflame;
All the trees in the woods of intellect started burning with shame.

37. The birds of intellect flying ahead of the Prophet ended in a miserable plight;
They could not go beyond the lote tree in their insurmountable flight.

38. The strong-winged birds of superstition flew but soon lost their breath;
They sustained a fatal blow on their chests and fell down bleeding to death.

39. At that moment God's throne heard the angels raising a salutary uproar;
How nice to welcome back the same auspicious feet, which graced us before.

40. On hearing this, the devotee exclaimed, "Where is my master?
How lucky that my eyes will again kiss the soles of Allah's Messenger!"

41. Allah's throne knelt down to welcome; the angels fell into a prostration;
It rubbed its eyes on his feet; they showed their utmost veneration.

42. Such bright lights shone that all the candles flickered;
The lamps felt ashamed when the sun itself appeared.

43. In this atmosphere the Messenger of Mercy came respectfully to say;
"Those ways are open for you today, which were closed for Moses one day".

44. "Move forward, O Muhammad! Come nearer, O Ahmed, my beloved",
What a lovely call it was and what a joyful atmosphere it created!

45. O Allah, all praise be to You: You are undoubtedly carefree;
Once Moses insisted to see You; here You became anxious to see.

46. Let intellect bow its head, because he has travelled beyond imagination;
Direction itself is baffled and it cannot dare to imagine his destination;

47. Who could answer where or when? who could tell us what or how?

There was neither any companion nor any milestone between then and now.

48. Allah gently encouraged him though his pace was humbly slow;

Grandeur checked him but Grace inspired him steadily to go.

49. He advanced hesitantly with feelings of respect and humility;

Allah led him on this endless journey with an exceptional agility.

50. The Prophet's motion was nominal: it was all done by the divine will.

Whenever he slowed down, Allah commanded him to come nearer still.

51. At last a barge emerged from the ocean of His personality;

It took him near Allah's lap and untied the anchor of mortality.

52. Who could see this ocean's shore? It was all speed and surprise.

He leapt like sight and became hidden from his own eyes.

53. When the secrets of Nearness were unveiled, who knows what the Reality was?

There was no room for otherliness: don't say he wasn't; he really was.

54. The garden so blossomed that the buds and the roses looked very charming;

The unblown and the fully-blown flowers became equally inviting.

55. To differentiate between the circumference and the centre was difficult;

The arches bowed and the circles felt giddy as a result.

56. Millions of veils disappeared revealing endless oceans of luminosity;
It was a strange Union of Lights which symbolised diversity in Unity.

57. The waves showed their parched tongues and wriggled in search of water;
The whirlpool fainted with thirst and its eye stared farther and farther.

58. He is the First and the Last; He lives in the Absence and in the Presence;
His own hidden light went to see His own visible existence.

59. O dots on the arch of probability! Why do you guess the first and the last?
Ask the track of the circumference, where did the process begin in the past?

60. Here Allah gave His beloved Messenger a gift of formal and ritual prayers,
He also honoured him with garlands of d'nrood, and' salam's regal flowers.

61. The tongue was anxious to speak and the ear was eagerly trying to go very near;
Mysteriously and silently he said what he wanted to say and heard what he wanted to hear.

62. Then the Distinguished Guest was taken to Paradise soon;
The stars of paradise felt honoured to see the glory of their Arabian moon.

63. The Arabian moon was accorded a glorious welcome joyfully;
All the heavenly flowers become daffodils and the chandeliers shone more brightly;

64. The spirit of ecstasy edged him on but the sense of humility checked him modestly;
A real conflict of emotions: "To advance or just to stay there reverently".

65. Allah's omnipotence be praised! His truthful moon shone at millions of stations on his way;
Even then he returned home by dawn before the starlight faded away.

66. Take pity on Raza, O our intercessor and Allah's Messenger of Mercy!
Grant him a small share from the gifts distributed during the Mairaj journey.

67. My mission is to praise the Prophet; my aim is to achieve his pleasure;
The poetic rhymes and refrains have no value; Mustafa's Love is my real treasure.

(concluded)



معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالائیرا

1. O Ghous! you took a place, of prominence
Your feet are above others heads in eminence
2. Whose eyes can look up; your head rise?
Mystics kiss your feet with their eyes
3. Very brave are your protected men
your dog frightens a lion in its den
4. Your illustrious ancestors are Hussain and Hassan
Both features in your person have Luxman man
5. With nails Allah presents your to red
To him you are so dear, so sweet!
6. He who sees your personality's halo
Actually sees the Prophet's spiritual glow
7. Zuhra's son is blessed in your birth
Others enjoy your blessings on this earth
8. The art of giving is your by inheritance
The Prophet bequeathed to you his pitance:
9. Prophetic rain, Alvi drop, Batooli bower
Hussain's fragrance in Hussain's flower
10. Prophetic: supernova, Alvi star, Batooli, Luxman
Hussain's light in Hussain's moon
11. Prophetic: beauty Alvi mountain Batooli quarry
Hussain's dazzle in Hussain's ruby
12. Oasis or land, garden or desert, city or village:
Which place does not hear your message?
13. With purity of intent, one cannot cannot a vice
I have tested your grace, not once but twice
14. Your thirsty are too weak to stand and explain
Their eyes long for you: generous rain
15. O Ghous! very skilful and dirty I have been
Before my death please wash me clean

16. Your Holy water I need in right earnest
It purifies more than a handful of dust
17. When time comes, the bird of my soul will fly
Hard luck! I cannot see you until I die
18. In your fold are dogs, young and old
Living so far away I am still in your fold
19. Dogs with this insignia are never killed, never!
Please leave your collar on my neck for ever
20. Baghdad's dogs know my name and soul
Thought in India, in Baghdad myself I leul
21. O master! for the sake of your dignity
Upon your servant's plight take pity
22. A thief, a criminal, a man so base
Kiss master! I am yours in any case
23. I shall still be after you named
O Ghaws! if I stand somewhere blamed
24. Raza! do not crawl, you may be small
But your renowned master is the best of all
25. Yet one more poem in praise of the master?
Come, Raza, inscribe your name in the poet's register

معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شدید ایترا

1. How terrible is your anger, O Glaws, the brave!
Your victim continues suffering even in his grave,
2. Clouds cannot stop the flames lightning
Shocks drop in seeing your sword lightning
3. Your spear moves fast in every direction
Strikes back when it sees its own reflection
4. While attacking you never miss your aim
Just one stroke puts the worst enemy to shame
5. How ironic! some fools moan by name:
Want to lower down your high status
6. Had they sense, against God they would not fight
Almighty Allah has raised you to this height
7. The last Prophet is your protector and guide
Your fame has and will spread far and wide
8. How hard ill fate enemies may undermine:
Your name is destined for ever to shine
9. Your foes will fail, even if they try
When Allah has promised to keep you high
10. O fool your denial is here for you a curse
Your fate in the hereafter will be worse
11. Pretend outwardly that you are not afraid
Your heart inwardly sinks on seeing my master's blade
12. Alas! how Zebra your thoughts are dangerous
How dare you hold views so blasphemous
13. If you refuse to follow the falcon's path
You will lose your bird of faith by divine wrath
14. Do not cut the branch you are seated on
Or the roots of your family tree will be gone
15. Denying God to please men, near and far
O I know how low your intentions are
16. O fool! despite of your greed and cunning
A bark from the watch-dog will set you running

17. O master! I am most willingly obedient
To your will I am fully subservient
18. Your word is law, your pen is sword, O guide!
Your kingdom ranges far and wide
19. An angry look drives the enemy away
Your kind word makes a friend's day
20. Control over hearts is yours from above
Please make my heart a treasure of love
21. Rejected-thief will run away with a start
Your name when he sees engraved on my heart
22. In life, death and hereafter, my guide!
Under your spiritual cover I want to reside
23. On dooms day the sun's heat will be hell-bent
Luckily I shall have the advantage of your tent
24. In "BAI'AT-UL-ISRA'AT" all my secrets lie
Because you cover your disciples like the sky
25. For the world's opposition I (Raza) do not care
I know my guide will grant my prayer
- The Religious Poetry of Inam Ahmed Raza Bareilly

معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

لمنایات نظیرک فی نظر مشرک تودہ شدید اجانا

1. Non like you was ev r seen or created ;
Audiority stands in ycur person consummated.
2. Waves of stormy seas flout every rule.
Please rescue my boat from the whirlpcol.
3. On reaching Taybah, O Sun, You should pray
His light may change my night into day.
4. Your face is as bright as the full moon ;
Lat your grace and light fell on me soon.
5. I am thirsty : you are a symbol of generosity.
Not a shower a drop will satisfy me.
6. O pilgrims ! in Faybah prclong your stay ;
My heart sinks at the thought of cur going away.
7. In Madinah I was always glad ;
Memory of that time now makes me sad.
8. No one will listen to my tale of woe ;
For help I have nowhere else to go.
9. Let my soul burn in your loves flame ;
To die in your service is my life's aim.
10. Raza I it is not my style or norm ;
Friends wished so I adopted this poetic form

سارف رضا کراچی ۱۹۹۰ء

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا

DUST WE ARE

Translated by : Prof. G. D. Qureshi

1. Dust we are; return to it we must
Adam, our ancestor, was created from dust.
2. Reduce us to it in your search,
O God ! Dust is our medal from our dear Lord.
3. That dust on which Prophet set his feet,
For us is better than a heavenly seat.
4. Sky was hurt deeply by the sharp irony.
When Earth said, "Madinah is located on me"
5. Prophet described Ali as "dust's father"
Who is our wise guide and brave leader.
6. O seekers ! walk humbly in right earnest
Under this earth is our Prophet's place of rest
7. Prophet's grave and Kcebah are made with dust
So respect it always every-where we must.
8. Raza ! Allah's eyes we will have no worth
If we do not love Madinah on this earth.

معارف رضا کراچی ۱۹۸۹ء

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیرا

NAAT-E-RASOOL

(By: Imam Ahmed Raza Bareilvi)

Translated by: Sardar Ali Ahmed Khan

*How great is thy generosity, thou; sovereign of holy realms (Bat'hs)
Never has a suppliant turned disappointed from the door.*

*The drop of thy bounty is like a river in spate,
An atom of thy benevolence coruscates like stars.*

*In liberality there is none like thee,
Thy river goes about in search of the thirsty.*

*The opulent are fed at thy door, such is thy almshouse,
The saints treat on their foreheads: the path leading to thee.*

*We humble denizens of the earth how can we imagine thy eminence?
The Flag Flutters on the throne of God.*

*The sky and the earth are thine open table and the whole world
thy guest,
And who is the exalted host, thou and thou alone.*

*I shall call thou Master for thou are the Master's beloved,
In fact there is no mine and thine in love.*

*The eyes would be soothed, the heart fresh and lives brimful,
Thou true sun of generosity such is thy heart-alluring light.*

معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

سر تا بقدم ہے تن سلطانِ زمن بھول

Rendered into English by-

Zahoor Afsar Budnun

From top to bottom, the body of Sultan-e-Zaman
(Prophet Mohammed S. a. W) is flower

Lips, flower, mouth flower, chin flower, body flower

For your sake, not only gardens, forests begot flower

Permit this bud of heart too, to become a flower.

If we desire it moves not even a single atom,

If you desire, the lofty mountain of sorrow becomes a flower

By Allah, if the perpiration of my flower is made available

Never would the bride ask for Itr, nor would she desire flower

What to say of that garden of benevolence O 'Raza

Wherein 'Zohra' be a bud, 'Husain' and 'Hasan' flower.

ماہنامہ استقامت (انگریزی) کانپور اپریل ۱۹۹۸ء

(ج)

حیثیت لغت گو

حضرت رَضَا بَریلوی کا مقام

رضایہ لغتِ نبی نے بلندیاں بخشیں لقبِ زمینِ فلک کا ہوا سمائے فلک

گذشتہ پندرہ سولہ برسوں کے درمیان لغتِ شاعری پر خصوصی توجہ مرکوز کی گئی ہے اس کا ثبوت وہ مقالات ہیں جو ان کی لغتِ شاعری کے سلسلے میں قلمبند کئے گئے ہیں اس قبولِ عام میں آخر اچانک بے تیزی کیسے آئی یہ بات واقعی محلِ نظر ہے کہ اچانک مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی لغتِ شاعری عوام و خواص کی توجہ کا مرکز و محور کیسے بنی۔ اس کی کسی وجوہ ہیں۔ پہلے امیر مینائی و لغت و بلوی اور سب سے زیادہ میلاد اکبر اور مولود سعیدی کی لغتیں عوام و خواص کو سکون و طماننت عطا کرنے کا واحد ذریعہ تھیں زندگی کے مسائل پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے گئے خصوصاً بیسویں صدی کا نصفِ آخر ان سالوں پر عام طور پر اور مسلمانوں پر خاص طور سے بہت گراں گذرا۔ مشرقِ تریب و بید اور مشرقِ وسطیٰ میں ان کی زندگی تلخ ہو گئی برصغیر کی آزادی بھی اپنے جلو میں تباہی و بربادی کا طوفان لے کر آئی اس نے دلوں کو ایسی شکستگی دی اور ایسی بالوسی دی کہ اس کا مداوا روایتی لہجہ شاعری سے دور پرے تھا یہیں سے لغت گوئی کو ایک نئے اسلوب کی طرف مجبوراً اور ضرورتاً مڑنا پڑا۔ اور سو دا سے لے کر محسن کوروی تک کے لغتِ قصائد پر لوگوں نے رقم ۲۵ کی اور نعت میں فریاد و فغاں اور التجا کا عنصر غلبہ پانے لگا۔ محسن کوروی کے بعد جس شاعر پر اہل نظر کی نظر ٹھہری وہ حضرت فاضل بریلوی کی شاعری تھی جس میں التجا اور گریہ و زاری کا عنصر غالب ہے ۱۹۴۶ء اور ۱۹۵۰ء کے بعد کی لغتِ شاعری میں لہجہ یکایک تبدیل ہو گیا اور اس تبدیلی کا منبع و مخزج مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی شاعری کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ جنہوں نے مختلف بحور میں ہدیہ لغت و درود پیش کیا ہے۔ چند لغتوں نے جن میں ان کے سلام کو سب پر فوقیت حاصل ہے میدانِ لغت گوئی کی کابایہ پلٹ دی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سلام کو بیسویں صدی کے نصفِ آخر میں کیوں قبولِ عام کی سند حاصل ہوئی جبکہ یہ قصیدہ بیسویں صدی کی پہلی

وہائی میں ہی لکھا جا چکا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دکھا ہوا دل اپنے درماں کے لئے رانے
ذخیروں اور برسوں کی تلاش و جستجو از سر نو کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی کی
نعتیہ شاعری نگاہوں کا پہلی بار مرکزی کیونکہ اس شاعری میں ہر دکھ کا، ہر ظلم کا، ہر ستم کاروں
کے عاشقوں کو مدد و نظر آیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حامی
بندہ ہے تنہا شہسازم یہ گر و رول درود

کیوں کہوں بے کس ہوں میں کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو میں تم پر خدا تم پہ کر و رول درود

خلق کے دادرس سب کے فریادرس

کہتے روز مصیبت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود

مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود

ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے مرجانی کلیاں کھلیں

اس گل پاک نسبت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں

اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

یہ کس کے رعب اُدنے کیا عالم ہتہ و بالا
 ک شیرازہ پریشاں ہو گیا ہر نظم باطل کا
 کسی وحشی کی خاک اڑ کر چین میں آگئی شاید
 بگولوں سے ہے اٹھتا شورستان سلاسل کا

اس کے بعد یہ التجایۃ اشعار ملاحظہ کیجئے ۔

غم ہو گئے بے شمار آقا
 بندہ ترے نثار آقا

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
 آقا آقا سنوار آقا

سنبھار آ کے ٹوٹی ناؤ
 دے لاکھ کہ ہوں پار آقا

ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ
 بھاری ہے تراوتار آقا

مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے
 تم کو تو ہے اختیار آقا

میں دور ہوں تم ہو مرے پاس
 سن لو مری پکار آقا

مجھ سا کوئی عزیز وہ نہ ہوگا
 تم ساتھیوں غمگسار آقا

گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی
 ڈوبا ڈوبا اتار آقا

تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے
میں وہ کہ بدی کو عار آتا

پھر منہ نہ پڑے کبھی خسراں کا
وہ وہ ایسی بہار آتا

جس کی مرضی خدا نہ ٹالے
میرا ہے وہ نام دار آتا

جے ملک خدا پہ جس کا قبضہ
میرا ہے وہ کام گار آتا

سویا کئے نابکار بندے
رویائے زار زار آتا

یہ التجائیہ عام طور پر سلام کی شکل میں نظر آتی ہے۔ مثلاً اس معنون کے بہت سے بند
یا شعر نظر آئیں گے جس میں سیغینے یا بابا دہبا سے کہا گیا ہے کہ جب تیرا گذر دیا رطیبہ سے ہو تو
نبی اکرم سے رو رو کر التجا کرنا اور ہم درد مندوں کا یہ پیغام پہنچانا کہ ہم ظلمت کدہ ہند میں
منظالم کے شکار ہیں کافر اور مشرک ہمارا جینا حرام کئے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سودا نے بھی اپنے لغتہ قصیدے میں اسی طرح کے دھجکا کا اظہار کیا تھا لیکن اسے
لوگ بھلا چکے تھے۔ مولانا احمد رضا بریلوی نے اسے از سر نو زندہ کیا اور اس سونے منظر کو جلا
بخشی ہے

اک عمر کہ آوازہ منصور کہن شد

من از سر نو جلوہ دم دارور سن را

آج مولانا احمد رضا بریلوی تمام جدید لغت گو شعرا کے پیش رو اور امام تصور
کئے جاتے ہیں ان کی شاعری اور ان کی طرز میں ذہن جدید کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے

ہیں۔ آج کی جدید نعتیہ شاعری میں جو تنوع جو شگفتگی ہے وہ حضرت رقتا بریلوی کے دم قدم سے فروغ پذیر ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رقتا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکتے بھٹا دیئے ہیں

کتابت

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۱	اردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر سید فتح الدین اشرفی	۱۹۷۶ء	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
۲	نعتیہ شاعری کا ارتقاء	ڈاکٹر محمد سائیں آزاد چوہدری	۱۹۸۸ء	فائن آئیڈیو پریس لاہور
۳	فقیر اسلام آباد کی عظیم شاعری	پروفیسر ڈاکٹر محمد شاد	۱۹۹۱ء	ادانہ تحفیات ایم ایم ایف کراچی
۴	اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر مظہر رضوی برق	۱۹۷۳ء	ڈانس اکیڈمی آر. اے. بہار
۵	نعت کے چند شعراء متقدمین	ڈاکٹر سید شمیم گوہر	۱۹۸۸ء	خانقاہ طیبیہ البلاغیہ لاہور
۶	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	مولانا عبد المجتبیٰ رضوی	۱۹۸۹ء	اکیڈمی قادریہ بنارس
۷	شراکت	سید عابد علی عابد	۱۹۷۷ء	بزم اقبال لاہور
۸	ہماری شاعری میاں رسال	پروفیسر مسعود حسن اویس	۱۹۷۱ء	کتاب نگار لکھنؤ
۹	عقائد و عقائد	ڈاکٹر ای بی بخش اختر اعوان	۱۹۸۲ء	المجمع الاسلامی مبارکپور
۱۰	اردو میں قصیدہ نگاری	ڈاکٹر ابو محمد عمر		نیم بک ڈپو لکھنؤ
۱۱	اردو رباعی	ڈاکٹر فرمان فتحپوری	۱۹۸۲ء	مکتبہ عالیہ لاہور
۱۲	قصیدہ سراجیہ	پروفیسر نظام الدین بیگ		بزم اہلسنت کراچی
۱۳	حدائق بخشش	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۵ء	رضوی کتاب گھر بیوی پوری
۱۴	کلامِ رضا کے نئے نئے نعتیہ زائے	عبد النعمیم عزیزی	۱۹۹۰ء	الرضا اسلامک اکیڈمی بریلی
۱۵	امام شروادب	دارت جمال لیبٹی	۱۹۷۸ء	حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ
۱۶	مقدمہ شعر و شاعری	الطاف حسین حالی	۱۹۶۹ء	مکتبہ جامعہ دہلی

نمبر کتاب	اسمار کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۱۷	ذوق لغت	حسن رضا خان بلوی		اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد
۱۸	اردو ادب کی ایک صدی	ڈاکٹر سید عبدالسٹر		چمن بکڈ پو دہلی
۱۹	چند شہزاد بریلی	ڈاکٹر سید طیف حسین ادب	۱۹۷۶ء	مرکز ادب شاہ گنج لکھنؤ
۲۰	سوانح اعلیٰ حضرت	مولانا بدر الدین احمد قادری	۱۹۸۴ء	مدرسہ گلشن رضا و صنیاد بہار
۲۱	سرور القلوب	مفتی نعیمی علی خاں	۱۹۸۷ء	رضا اکیڈمی ممبئی
۲۲	سیرت اعلیٰ حضرت	حسین رضا خان قادری	۱۹۸۳ء	مکتبہ مشرق کاتکو ٹولہ بریلی
۲۳	حیات مولانا احمد رضا خان بلوی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۴۱۰ھ	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ممبئی
۲۴	حیات امام اہلسنت	"	۱۹۸۵ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۲۵	آئینہ رضویات حصہ دوم	"	۱۹۹۳ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۲۶	محدث بریلوی	"	۱۹۹۳ء	"
۲۷	حیات اعلیٰ حضرت	علامہ ظفر الدین بہاری	۱۹۹۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور (قادری بکڈ پوریل)
۲۸	مدائن بخش تحقیقی اور ادبی ہاؤس	علامہ شمس بریلوی	۱۹۷۶ء	مدینہ پیشنگ کمپنی کراچی
۲۹	نقیہ اسلام	ڈاکٹر حسن رضا خاں	۱۹۸۱ء	اسلامک پبلی کیشن سنٹر پٹنہ
۳۰	اندھیرے سے اجلے تک	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	۱۹۸۵ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۱	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر مجید اللہ قادری	۱۹۸۹ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۳۲	قصیدہ نگاران از پردیش	علی جواد زیدی	۱۹۸۳ء	اردو اکیڈمی از پردیش لکھنؤ
۳۳	مجدد اسلام	مولانا نسیم بستوی		نوری بکڈ پو ہمایوں باغ کانپور
۳۴	اکرام امام احمد رضا	مفتی محمد برہان الحق	۱۹۹۰ء	مجلس العلماء مظفر پور بہار
۳۵	گناہ بے گناہی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۸۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۶	تجلیات نوری	اقبال احمد قادری	۱۴۱۰ھ	بزم حامد رضا کراچی

نمبر شمار	اسما کے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۳۷	عاشق رسول	ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۹۸۲ء	مرکزی مجلس رضالہ ہور
۳۸	مفتی اعظم ہند	عبد النعمیم عزیزی	۱۹۸۱ء	اختر رضا بک ڈپو بریلی
۳۹	تذکرہ رضا	علامہ محمد مصباحی		حق اکیڈمی اعظم گڑھ
۴۰	مفتی اعظم اور ان کے خلفاء	شہاب الدین رضوی	۱۴۱۰ھ	رضنا اکیڈمی بمبئی
۴۱	شیخ احمد رضا خاں بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ)	ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۹۹۱ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۴۲	الاستمداد علی خیال اہل تہذیب	امام احمد رضا قادری	۱۴۰۰ھ	قادری بک ڈپو بریلی
۴۳	امام احمد رضا اور علمی مہاسات	ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۹۹۰ء	رضنا انسٹیشنل اکیڈمی ہماو قز آباد
۴۴	تاریخ لغت گوئی میں حضرت رضنا بریلوی کا منصب	شاعر لکھنوی	۱۹۷۹ء	مرکزی مجلس رضالہ ہور
۴۵	الملفوظ (امام احمد رضا)	مفتی اعظم ہند بریلوی		نورانی پریس کانپور
۴۶	فوز بین در و حرکت زمین	امام احمد رضا قادری		ماہنامہ سنی دنیا بریلی
۴۷	امام احمد رضا اور علم حدیث فاضل بریلوی اور	مولانا محمد رفیع احمد	۱۹۸۰ء	مرکزی مجلس رضالہ ہور
۴۸	تحریک ترک موالات	ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۹۷۶ء	مرکزی مجلس رضالہ ہور
۴۹	محاسن کنز الایمان	شیر محمد خاں اعوان	۱۹۸۳ء	" " " "
۵۰	امام احمد رضا دنیا میں	آربی مظہری	۱۹۸۳ء	" " " "
۵۱	فتاویٰ رضویہ کا موصوفیاتی جوازہ	پروفیسر محمد ابراہیم قادری	۱۹۸۸ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۵۲	سین سین بہر دورش دکون زمین	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۰ء	مرکزی مجلس رضالہ ہور

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۵۲	تقیدی اشارے	پروفیسر آل احمد مدنی		مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ
۵۲	کلیات اقبال	علامہ اقبال		پروڈیو ڈیو ڈی
۵۵	تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان	محمد عبدالحکیم شرف قادری	۱۹۸۹ء	مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
۵۶	تذکرہ علامہ اہلسنت	عمود احمد قادری	۱۳۹۱ھ	خانقاہ قادریہ اشرفیہ اسلام آباد مظفر پور
۵۷	انوارِ رضا	لطیف احمد چشتی	۱۳۹۷ھ	شرکت حقیقیہ لمیٹڈ لاہور
۵۸	کلامِ رضا	نظیر لدھیانوی	۱۹۸۲ء	ایم ایچ اسلامی مبارکپور
۵۹	قنادی رضویہ ج ۶	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۱ء	سنی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ
۶۰	جلد ہفتم	"	۱۹۸۲ء	"
۶۱	مدائق بخشش حصہ سوم	"	"	رضوی کتب خانہ بریلی
۶۲	امام احمد رضا ایک فاضل الہدیت کی نظر میں	ڈاکٹر محی الدین الوائی	۱۴۰۳ھ	مرکزی مجلس رضالاہور
۶۳	اقبال و احمد رضا	راجا رشید محمود	۱۹۸۲ء	اعجاز بک ڈپو کلکتہ
۶۴	الغنمۃ کی شاعری پر ایک نظر	سید نور محمد قادری	۱۳۹۵ھ	مرکزی مجلس رضالاہور
۶۵	سفینہ بخشش	علامہ اختر رضا ازہری		ماہنامہ سنی دنیا بریلی
۶۶	ایمان کی خوشبو	یوسف منیر	۱۹۸۸ء	ڈاکٹر بک سنٹر کلکتہ
۶۷	والضحیٰ	بیکل اتسہی		اے ون انویٹ پریس دہلی
۶۸	خیابانِ رضا	محمد مرید احمد چشتی	۱۹۸۲ء	عظیم ملی کیشنز لاہور
۶۹	فرش پر عرش	محمد ثاقب ہند		رضوی کتاب گھر جھینڈی
۷۰	انتخاب کلام لوری	محمد انور علی رضوی		مکتبہ المصطفیٰ بریلی
۷۱	عقیدت کے پھول	محمد عثمان عارف نقشبندی		بیدل اکیڈمی بیکانیر راجستھان

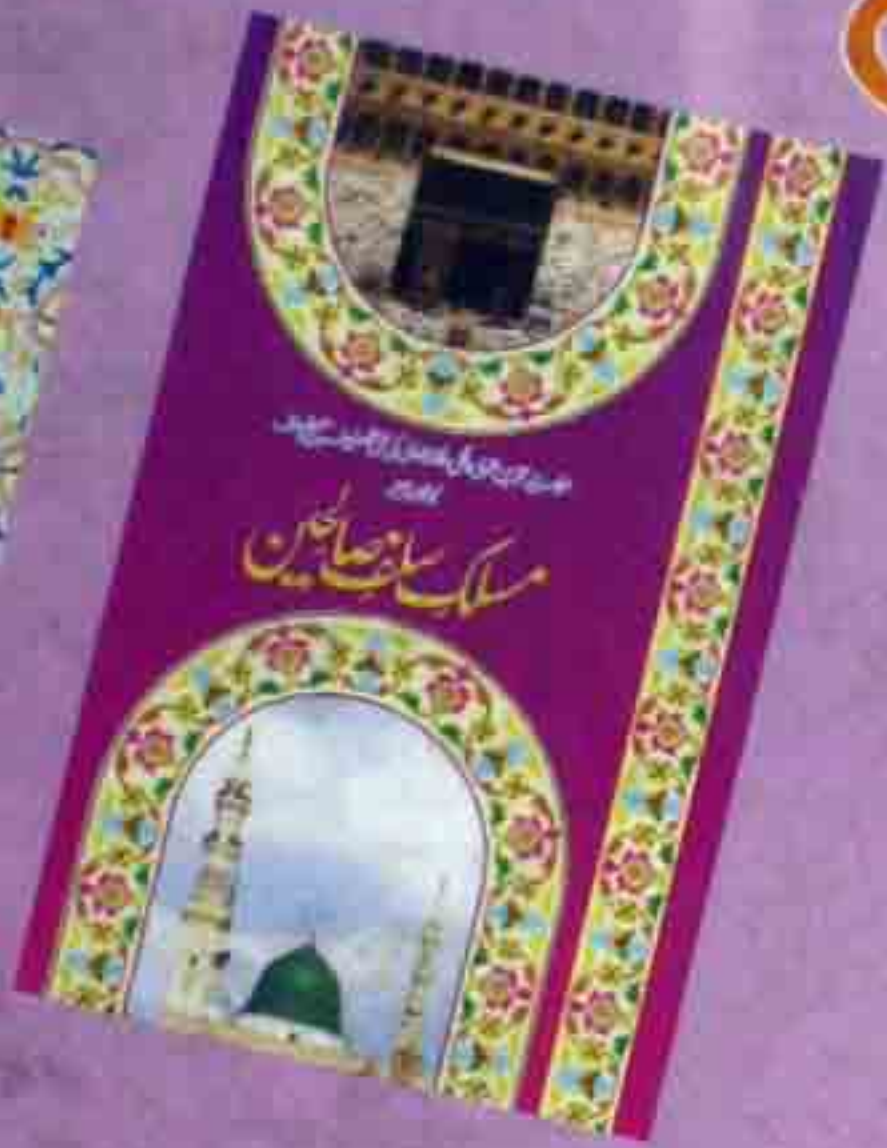
۷۲	شرح مشنوی ردا مثالیہ	غلام علی الدین قادری	ناظم پریس رامپور
۷۳	چمن زارا ایماں	شاد فیض آبادی	مکتبہ اہلسنت فیض آباد

مجلات و رسائل

۷۴	ماہنامہ نقوش رسول زبردہ دہم	جنوری	۱۹۸۳ء	ادارہ فروغ اردو لاہور
۷۵	ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نبر	اپریل	۱۹۸۹ء	ماہنامہ قاری، میا محل، دہلی
۷۶	ماہنامہ حجاز (لندن)	مارچ	۱۹۸۸ء	لندن
۷۷	سنی دنیا	اگست	۱۹۹۲ء	محلہ سوداگران، بریلی
۷۸	حجاز جدید۔ مفتی اعظم نبر	ستمبر، اکتوبر	۱۹۹۲ء	دہلی
۷۹	استقامت۔ مفتی اعظم نبر	مئی	۱۹۸۳ء	کانپور
۸۰	ماہنامہ اعلیٰ حضرت دیکھان رضایا دار نبر	دسمبر	۱۹۸۵ء	بریلی
۸۱	بہار و ماہ	ستمبر	۱۹۹۰ء	لاہور
۸۲	سنی دنیا	جنوری	۱۹۹۰ء	بریلی
۸۳	ماہنامہ اشرفیہ	اکتوبر	۱۹۸۵ء	مبارکپور
۸۴	ماہنامہ قاری	جولائی	۱۹۹۱ء	دہلی
۸۵	ماہنامہ اشرفیہ	اپریل	۱۹۷۵ء	مبارکپور
۸۶	ماہنامہ حجاز جدید	اگست	۱۹۸۹ء	دہلی
۸۷	ماہنامہ قاری	جون	۱۹۸۷ء	دہلی
۸۸	تاجدار کائنات	نومبر	۱۹۸۲ء	رامپور

۱۹۸۲ء	فروری مارچ	کانپور	۸۹ . استقامت
۱۹۷۹ء	فروری	بریلی	۹۰ . اعلیٰ حضرت
۱۹۸۲ء	دسمبر	.	۹۱
۱۹۸۹ء	فروری	دہلی	۹۲ . تاری
۱۹۷۳ء	مارچ	بریلی	۹۳ . اعلیٰ حضرت
۱۹۸۸ء	جون	دہلی	۹۴ . تاری
۱۹۷۵ء	دسمبر	بریلی	۹۵ . اعلیٰ حضرت
۱۹۷۶ء	جون	.	۹۶
۱۹۹۰ء	جولائی	اسلام آباد	۹۷ . فکر و نظر دست شاهی
۱۹۹۰ء	.	کراچی	۹۸ . مجلس کانفرنس امام احمد رضا
۱۹۹۲ء	.	.	۹۹
۱۹۸۶ء	مئی	بریلی	۱۰۰ . ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۱۹۹۲ء	فروری	دہلی	۱۰۱ . مجاز جدید
۱۹۸۹ء	مارچ	بریلی	۱۰۲ . اعلیٰ حضرت
۱۹۹۱ء	"	"	۱۰۳ . سنی دنیا
۱۹۹۱ء	اگست	"	۱۰۴ . قادریہ
۱۹۹۱ء	اکتوبر	"	۱۰۵ . سنی دنیا
۱۹۸۲ء	فروری	کانپور	۱۰۶ . استقامت ڈائجسٹ
۱۹۹۰ء	جولائی	لاہور	۱۰۷ . مہر و ماہ
۱۹۸۹ء	اپریل	کانپور	۱۰۸ . استقامت (انگریزی)
۱۹۸۲ء	.	کراچی	۱۰۹ . معارفِ رضا

۱۹۸۳ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا	معارفِ رضا	۱۱۰
۱۹۸۴ء	کراچی	"	۱۱۱
۱۹۸۵ء	"	"	۱۱۲
۱۹۸۶ء	"	"	۱۱۳
۱۹۸۸ء	"	"	۱۱۴
۱۹۸۹ء	"	"	۱۱۵
۱۹۹۰ء	"	"	۱۱۶
۱۹۹۱ء	"	"	۱۱۷
۱۹۹۲ء	"	"	۱۱۸
۱۹۹۳ء	"	"	۱۱۹



ناشری

فرید بکس طلال احمدی ۳۸- اردو بازار لاہور



Email: faridbooks@hotmail.com